سید علی حسین رضوی مظفر نگر

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا

نماز کا فلسفہ اور اس کے مصالح اور اسرار نماز کی ہیئت و صور مختلفہ۔
اختلاف بین المسلمین کے علل و اسباب اور وجوہ اتفاق و اتحاد کی تحقیقی بحث

مسمّٰی

اسلامی نماز

مصنفہ و مؤلفہ

عارف معارف جلیہ و ماہر فنون خفیہ۔ ناشر ناموس ہدایت کاسر
ناقوس غوایت سلطان الواعظین۔ رئیس المتکلمین برہان
المتألہین قاطع اعناق الملحدین۔ راغم آناف المبتدعین بقیۃ
المجتہدین علامہ سید محمد سبطین فیلسوف اسلام السرسوی مدظلہ العالی

حسب فرمائش

ایم اے جعفری ایم اے منیجر رسالہ البرہان لدھیانہ

باہتمام کیشب چند بانڈہ پروپرائٹر بانڈہ الیکٹرک پریس شہر جالندھر میں
چھپکر مئی سنہ ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی

بار دوم   تعداد ۱۰۰۰   قیمت عہ

اسلامی نماز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اوضح لنا مسالک الحق باعلامہ ۔ ونوّر لنا بمصابیح الیقین لیالیہ کایامہ ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من ابتعثہ من بین الرسل بمزید اکرامہ وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین الذین طہّرہم من الارجاس والاوثام وخصہم بافضالہ وانعامہ واللعنۃ الدائمۃ علیٰ اعدائہم الیٰ قیام الساعۃ وساعۃ قیامہ +

تمہید مقدمہ

اگست ۱۹۳۸ء کے پہلے ہفتہ میں ہمیں بھون ضلع جہلم جانے کا پہلی دفعہ اتفاق ہوا۔ یہاں کے مومنین مولائی تو پہلے ہی سے تھے مگر اصولی نہ تھے اسی ہفتہ میں غالباً پہلی مرتبہ تقریباً چالیس پچاس آدمیوں نے ہاتھ کھولکر باجماعت نماز پڑھی۔ اور تین دن میں اصول دین اور فروع دین کے متعلق تقریباً سارے شبہات حل کر لئے۔ ہماری واپسی پر حسب قاعدہ اپنے برادران ملت کی یورش شروع ہوگئی بعض ملا صاحبان نے جاکر ان کے خلاف وعظ کئے۔ اعتراضوں کی بوچھاڑ ہونے لگی کبھی شیعوں کی نماز پر اعتراض خصوصاً ہاتھ کھولکر نماز پڑھنے پر اور کبھی انکے مسئلہ تقیہ پر کبھی متعہ پر جیسا کہ عام طور پر ایسے مواقع پر ہوتا ہے اور ان کے پاس

ایسے ہی مسائل و اتہامات واہیہ کے سوا اور سے ہی کیا۔ ان کے جواب خطوط ہی کی صورت میں دئے۔ اور ان کے متعلق جو کتب اُردو میں شائع ہو چکی ہیں ان کے منگانے اور مطالعہ کرانے کی ہدایت کی گئی۔ مثلاً فلک النجاۃ حاجی حکیم مولانا امیر الدین صاحب رسالہ ارسال الیدین (اصلاح کھجوہ) رسالہ تقیہ مولوی سید محمد رضی صاحب و رسالہ متعہ امامیہ مشن وغیرہا۔ مگر مومنین کا اصرار رہا کہ ایک مخصوص رسالہ خاصکر مسئلہ ارسال الیدین اور بعض دیگر مسائل مختلفہ نماز میں انہیں لکھ دیا جائے۔ تاکہ اس علاقہ میں وہ تبلیغ و ہدایت کا کام دے۔ اور دوسرے احباب بھی اسی طرح مستفید اور ان کے ہم خیال ہوسکیں۔ ہم نے وعدہ کرلیا۔ مگر سال ہونے آیا اور ہمیں حوادث زمانہ ضعف دماغی اور عام علالت طبع نے موقع نہ دیا۔ اب جبکہ سال پورا ہونے میں صرف ایک ماہ رہ گیا تھا۔ ان ہی حالات میں قلم برداشتہ یہ چند سطور لکھنی لازم ہو گئیں کہ دوران سال میں مومنین کے ارشاد کی کچھ نہ کچھ تعمیل ہوسکے۔

لہٰذا یہ مضمون اسلامی نماز کے نام سے رسالہ البرہان

سلہ اس کی تحریر کے اختتام پر ہمیں اس بارہ ایک اور رسالہ کا علم ہوا۔ یعنے بسط الیدین مصنفہ مولانا احمد حسین مدظلہ العالی اور سنا ہے کہ وہ بھی بہت ہی مفید رسالہ اس باب میں ہے

ستمبر ۳۹ء و اکتوبر ۳۹ء میں شائع ہوا۔ اور صرف چار سو کاپیاں
علیحدہ طبع کرائی گئیں۔ جو چند ماہ ہی کے اندر اندر ختم ہوگئیں۔ مومنین
بلکہ بعض منصف مزاج برادران اسلامی نے بھی جن کی نظر اس پر
پڑ گئی غیر معمولی طور پر اس کی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور بہترین
ذریعہ تبلیغ حق سمجھا۔ جن میں سے بعض تحریرات بغرض تفریح قلوب
المومنین وقتاً فوقتاً البرہان میں شائع ہوتی رہی ہیں چنانچہ سنبھل
ضلع مراد آباد کے ایک فاضل حکیم نے تو یہہ مبالغہ کیا ہے۔ اور
لکھ دیا ہے۔ ایسی کتاب نہ اس سے پہلے لکھی گئی ہے اور
نہ آئندہ لکھی جاسکتی ہے۔ اور بھیرہ ضلع شاہ پور کے ایک فاضل
گریجوایٹ نے لکھا ہے کہ یہہ رسالہ شیعی لٹریچر میں ایک معجزہ
ہے۔ اور اس کی تقسیم عام ہونی چاہیئے۔ تاکہ عام مسلمان اس
سے کما حقہ مستفید ہوسکیں۔ اور ہم اس کو مبالغہ سمجھتے ہوئے بھی
یہہ کہہ رہے ہیں۔ ع

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری

لیکن اس عام پسندیدگی کے ساتھ خاص اہل بھون جن کی
خاطر خصوصیت سے یہہ زحمت برداشت کی گئی تھی محض بےحس
اور سخت دل ثابت ہوئے۔ اور یہہ گویا عملاً ناپسندیدگی کا اظہار
ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

ہیں ان کی نسبت جو احساس اور جوش ایمانی کا گمان تھا وہ غلط نکلا۔ اور اس سے یہہ فائدہ ضرور ہوا۔ کہ اس سے نفس امارہ کا توازن دماغی قائم رہا۔ اور نقطۂ اعتدال سے متجاوز نہ ہوا۔ گو یہ افسوس ضرور رہا۔ کہ

پڑھی نماز جنازے کی میرے غیروں نے
موئے تھے جن کیلئے رہ گئے وضو کرتے

مگر پبلک کو انکا پھر بھی ممنون ہونا چاہیے کہ ان کی تحریک ہی ایسی چیز کی اشاعت کا باعث ہوئی جسے وہ اس درجہ پسند کرتے اور اس شوق سے طلب فرماتے ہیں اور جسے تبلیغ حق کیلئے بہترین وسیلہ یقین کرتے ہوئے اس کی دوبارہ طباعت کے طالب بلکہ متقاضی ہیں۔ "والدال علی الخیر کفاعلہٗ"۔ اور انکے اصرار اور طلب کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم باوجود غیر معمولی مصروفیت وعدیم الفرصتی اس پر نظر ثانی کر کے چند ماہ کے اندر ہی دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔ جو حقیقتہً علماء سنی وشیعہ کی ہزار سالہ تحقیقات وتصنیفات کا جوہر اور لب لباب ہے لیکن اس کی یہ اشاعت اسی وقت برمحل ثابت ہو سکتی ہے جبکہ اس کی تقسیم عام کا قوم سے انتظام ہو سکے۔ ورنہ برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر۔ اگر ہمارے رؤسائے قوم جو جذبہ ایمانی اور احساس دینی رکھتے ہیں اور قومی انجمنیں اس طرف توجہ فرمائیں تو یہہ مشکل بآسانی حل ہو سکتی ہے۔ اور معمولی امداد سے کل انڈیا کے مخصوص بلاد دار الاسلام میں اس کی اشاعت عام ہو سکتی ہے اور یہ پیغام حق اس آخر الزمان میں انکو بسہولیت پہنچ سکتا ہے۔ وللہ الحجۃ البالغۃ۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست

طبع ثانی کے طالب بھی تحریک اور کوشش فرماکر اپنا فرض ادا فرمائیں۔ شاید مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔ بلکہ ممکن ہے کہ مرداں از غیب بروں آیند و کارہا بکنند۔ اپنی تازہ یادداشت اور بعض فاضل احباب کے اشارہ کی بناپر بعض اہم مضامین کا اس اڈیشن میں اضافہ کردیا گیا ہے۔ اور بعض کی مزید تفصیل۔ اور کچھ ترتیب میں تغیر جس سے رسالہ نے اب اور خاص صورت اختیار کرلی ہے۔ اور یقین ہے کہ مومنین اس سے اور زیادہ محظوظ ہوں گے اور اس کی اہمیت اشاعت و تبلیغ ان کے نزدیک اور بڑھ جائیگی اور اسی پہ اس اس تمہید کا خاتمہ ہے۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔ ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۴ء

مقدمہ

اسلامی عبادات میں نماز کا مرتبہ اور اس کی اہمیت

اسلامی تعلیم کا منشاء اوّلی تطہیر انسانی ہے کہ طاہر ہوکر ذات طاہر و قدوس سے قرب حاصل کرسکے۔ انسان مجموعہ ہے۔ روح نفس اور جسم کا۔ جیساکہ آیۂ مبارکہ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِھِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ۔ کا مفہوم بلکہ منطوق ہے۔ اور جس کو لسان معصوم ؑ نے تصریحاً بیان فرمایا ہے۔ "اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِنْ رُوْحٍ وَنَفْسٍ وَجَسَدٍ"۔ (دار السلام فی الرؤیا والمنام) اور یہی مسلم ہے کہ تمام عوالم محدود و منحصر ہیں۔ عالم ارواح۔ عالم نفوس اور عالم اجسام میں۔ اور بعض حکما انکو عالم روحانی۔ عالم دہری اور عالم زمانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ گویا ان کے نزدیک ارواح

مجرد ہیں اور عالم مجرد سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور انسان بلاشبہ مجموعہ عوالم ہے اور نسخہ جامعہ الٰہیہ۔ اس لیے لازماً وہ عالم ارواح و عالم نفوس اور عالم اجسام کو شامل ہے اور روح۔ نفس اور جسد کا مجموعہ ہے پس تطہیر و تزکیہ سے مراد جو مقصود اسلامی ہے تینوں کی تطہیر ہے۔ اور تطہیر روح معرفت خالق سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اول دین تصدیق وجود خالق اور اس کی توحید ہے اور کمال توحید اخلاص فی التوحید اور تطہیر نفس جس کو تزکیہ نفس سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اخلاق کریمہ اور عبادات خالصہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی تزکیہ موجب نجات و قرب خالق کائنات۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا" اور تطہیر جسمانی ظاہری جو شرط و مقدمہ تزکیہ نفس ہے۔ طہارت آب و خاک سے حاصل ہوتی ہے۔ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (فرقان) خدا نے ریاح لواقح (بادل) اپنے دست قدرت و رحمت سے بھیجی ہیں اور فرماتا ہے۔ کہ ہم ہی نے آسمان سے آب طاہر و مطہر نازل کیا ہے جو خود پاک و صاف ہے اور اجسام کو پاک و صاف بنا دیتا ہے اور تصفیہ باطنی اجسام کا اکل طیبات سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ سب قبولیت و عبادت و دعا کی شرائط لازمہ ہیں۔ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا۔ (پاک اور طیب چیزیں کھاؤ اور نیک عمل بجالاؤ) جس کی غذا طیب نہیں ہے اس کا عمل صالح نہیں ہو سکتا۔ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا۔ زمین میرے لئے جائے سجدہ و طاہر و مطہر بنا دی گئی ہے۔ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا اگر طہارت آبی ممکن و میسر نہ ہو تو طہارت خاکی اس کی قائم مقام ہوتی ہے اور بندے کی خاکساری کا نشان۔ فَاعْبُدْ

رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ" عبادت کر اپنے پروردگار کی جب تک کہ موت تجھے آغوش لحد میں سلائے۔ اور جہاں سے آیا ہے وہاں پہنچائے اور یہی مقصود ہے اس آیت کا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ۔ پس عبادت موجب تزکیۂ نفس و تطہیر نفس ہے اور زکاوت و طہارت نفس موجب جلائے قلب و صفائے روح اور یہ موجب قرب الٰہی و حقیقت رسی جس کی مزید تفصیل آئندہ باب میں آتی ہے۔ اور عبادت بغیر معرفت خدا باطل اور بے اثر۔ اس لئے اسلام میں معرفت و عبادت اہم فریضہ انسانی ہے۔ اور اصول دین میں اعتقاد توحید سب سے مقدم اور فروعات دین میں نماز جو خاص اور حقیقی صورت عبادت ہے پس نماز رکن دیانت و اصل اساس عبادات ہے۔ بلکہ اصل دین۔ اور سب سے پہلے بارگاہ احدیت میں اسی کی بازپرس ہوگی ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود

اولیں پرسش نماز بود

اس وقت اگر نماز صحیح ثابت ہوئی اور قبول ہوگئی تو باقی اور اعمال حسنہ قبول کئے جائینگے اور یہ رد ہوگئی تو اور اعمال بھی نامقبول ہو جائیں گے کہ اصل مقدم ہے فرع سے۔ معصوم علیہ السلام کا فرمان ہے۔ اَلصَّلٰوۃُ اِنْ قُبِلَتْ قُبِلَ مَا سِوَاھَا وَاِنْ رُدَّتْ رُدَّ مَا سِوَاھَا۔ یا۔ اَلصَّلٰوۃُ اِنْ رُدَّتْ رُدَّ سَائِرُ عَمَلِهٖ"۔ اگر نماز مردود ہوگئی تو سارے ہی اعمال اکارت گئے۔ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (الفرقان) اور ہم اس وقت ان کے ان اعمال کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سبکو خاک کی طرح اڑا دیا اور فنا کر دیا۔ وَلَا [illegible]

وَزْنًا۔ اور روز قیامت ان اعمال کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ اور پلّہ اعمال ہلکا بلکہ خالی رہیگا۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ۔ کیونکہ اس دن اُس کی عدالت کی میزان قائم ہوگی۔ اور ذرہ ذرہ اعمال کا وزن درست۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ اور اسی لئے معصوم کا یہی ارشاد ہے۔ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ "جو جان بوجھکر نماز کو ترک کرے اور اُس کی فرضیت کا منکر ہو جائے تو وہ دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے کہ یہی اول نشان دین ہے۔ کافر بیدین اپنے معبودوں کی عبادت کرتے اور اُن کو پوجتے ہیں۔ اور دیندار خدا پرست خدا کو پوجتا ہے اور اسکی عبادت کرتا ہے۔ اور افضل عبادات و اصل عبادات نماز ہے۔ تو یہی اول نشان اسلام ہے اور ظاہری فارق ہے کافر و مومن میں۔ اگر مومن نماز ادا نہیں کرتا۔ تو خدا پرست و مشرک میں کیا فرق رہا۔ اس لئے ارشاد زبان قدرت ہے۔ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ "نماز ادا کرو اور مشرک نہ بنو پس منکر نماز کافر ہی نہیں بلکہ مشرک ہے کہ اول نشان ایمان و اسلام سے خالی نشان کفر و شرک پر باقی ہے۔ اور کسی طرح مستحق ثواب و آخرت و نجات نہیں ہوسکتا اور شفاعت معصومینؑ اس کو نہیں پہنچ سکتی کہ ارشاد معصوم ہے مَنِ اسْتَخَفَّ بِالصَّلٰوةِ فَلَيْسَ مِنَّا وَلَا تَنَالُهٗ شَفَاعَتُنَا۔ "جو نماز کو سبک اور خفیف سمجھے اور اس کی پروا نہ کرے کہ پڑھی یا نہ پڑھی تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہمارے دین میں شامل و داخل نہیں اور ہماری شفاعت اس کو نہیں پہنچ سکتی۔ ترک نماز گناہ کبیرہ بلکہ اکبر کبائر ہے۔ اور جو ایک وقت کی نماز ترک کرے۔ گویا اس نے اپنے نفس کو قتل

کر دیا۔ اور اگر دو نمازیں ترک کر دیں تو گویا اس نے ایک پیغمبر معصومؑ کا خون کیا۔ اور اگر تین وقت کی قضا کر دی تو ایسا گناہ کیا کہ گویا کعبہ کو ڈھا دیا اور چار وقت کا جو تارک ہوا تو اس نے اپنی بزرگترین محرم سے زنا کیا۔ اور جو پانچوں وقت نماز نہ پڑھے اور سب کا تارک ہو جائے تو خدا کہتا ہے کہ اے میرے نافرمان بندے میری زمین و آسمان سے باہر نکل جا۔ نعوذ باللہ من سوء انفسنا۔

قَالَ مُعَاوِيَةُ ابْنُ وَهْبٍ سَئَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ اَفْضَلِ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ الْعِبَادُ اِلٰى رَبِّهِمْ وَاَحَبَّ ذَالِكَ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَا هُوَ فَقَالَ مَا اَعْلَمُ شَيْئًا بَعْدَ الْمَعْرِفَةِ اَفْضَلَ مِنْ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ اَلَا تَرٰى اَنَّ الْعَبْدَ الصَّالِحَ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ قَالَ اَوْصَانِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا. اَلْاٰيَة.

معاویہ بن وہب کہتا ہے کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام سے سوال کیا سب سے بہتر عمل جس سے بندہ قرب خدا حاصل کرتا ہے کون ہے۔ اور کونسا عمل خدا کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں معرفت توحید کے بعد اس نماز سے افضل و بہتر عمل کسی کو نہیں جانتا۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ بندہ صالح عیسیٰ بن مریم نے وقت ولادت یہ فرمایا کہ میں بندۂ خدا ہوں۔ خدا نے مجھ کو کتاب عطا کی ہے اور نبی بنایا ہے۔ اور مجھ کو مبارک بنایا ہے ہر حال میں) اور مجھکو جب تک زندہ ہوں) نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی وصیت کی ہے۔

عَنْ زَيْدِ الشَّحَّامِ عَنْ اَبِىْ عَبْدِ اللّٰهِ عَ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَلصَّلٰوةُ وَهِىَ اٰخِرُ وَصَايَا

زید شحام حضرت ابی عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے خدائے عزوجل کے نزدیک سب سے

الْأَنْبِيَاءُ فَمَا أَحْسَنَ الرَّجُلُ يَغْتَسِلُ
أَوْ يَتَوَضَّأُ فَيُسْبِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ
يَتَنَحَّى حَيْثُ لَا يَرَاهُ أَنِيسٌ فَيُشْرِفُ
عَلَيْهِ وَهُوَ رَاكِعٌ أَوْ سَاجِدٌ إِنَّ الْعَبْدَ
إِذَا سَجَدَ فَأَطَالَ السُّجُودَ نَادَى
إِبْلِيسُ يَا وَيْلَهُ أَطَاعَ وَعَصَيْتُ وَ
سَجَدَ وَأَبَيْتُ۔

پسندیدہ اور محبوب عمل بندہ کا نماز ہے
اور یہ آخر وصیت انبیا رہی۔ مرتے وقت ہر ایک
نبی نے اپنی اُمت کو اسی کی ہدایت و وصیت
کی ہے پس کیا اچھا ہے وہ شخص جو غسل یا وضو
کرے (جیسی صورت ہو) اور وضو کو خوب
طول دے پھر ایک گوشہ تنہائی میں جائے
جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو کہ مبادا وہ حالت
رکوع یا سجود میں اس کے پاس آجائے اور اس کا دھیان ہٹائے) بیشک بندۂ خدا
جب سجدے میں جاتا ہے اور سجدہ کو طول دیتا ہے تو شیطان چیخ اٹھتا ہے اور کہتا ہے
ہائے ہائے۔ یہ بندہ اطاعت خدا کر رہا ہے اور میں نافرمانی۔ یہ اس کو سجدہ کر رہا ہے
اور میں نے حکم سجدہ سے انکار کیا۔

وَقَالَ الرِّضَا عَلَيْهِ السَّلَامُ أَقْرَبُ مَا
يَكُونُ الْعَبْدُ مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ
سَاجِدٌ وَذٰلِكَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ وَ
اسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔

حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں بندہ اس وقت
سب سے زیادہ خدا کے قریب ہوتا ہے جبکہ
وہ سجدے میں جاتا ہے۔ کیونکہ خدا خود فرماتا ہے
اے بندے سجدہ کر اور نزدیک ہو۔

نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک نماز فریضہ کے ادا
کرنے کا ثواب بیس حج کے ثواب سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور ایک حج کا ثواب اس
سے کہیں زیادہ ہے کہ آدمی سونے سے بھرا ہوا گھر راہ خدا میں صدقہ دے دے
اور خیرات کر دے۔

وَعَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ إِذَا قَامَ الْمُصَلِّيْ إِلَى الصَّلٰوةِ نَزَلَتْ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ مِنْ اَعْنَانِ السَّمَآءِ إِلٰى اَعْنَانِ الْاَرْضِ وَحَفَّتْ بِهِ الْمَلَائِكَةُ وَنَادَاهُ مَلَكٌ لَوْ يَعْلَمُ هٰذَا الْمُصَلِّيْ مَا فِي الصَّلٰوةِ لِمَا انْفَتَلَ ۔

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جب نمازی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اطراف آسمان سے اطراف زمین پر رحمت خدا نازل ہوتی ہے اور ملائکہ اسکو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ اگر یہ نمازگذار حقیقۃً جانے کہ اس نماز میں کیا لطف اور کیا ثواب ہے تو کبھی نماز سے نہ مڑے برابر پڑھے ہی جائے۔

ولھذا قال آدم علیہ السلام یَا رَبِّ حَقِیْقٌ مَنْ عَرَفَكَ اَنْ یَعْبُدَكَ

پروردگارا جو تجھے پہچان لے تو اس کا سزاوار ہے کہ بس تیری عبادت ہی کئے جائے۔

وَعَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَثَلُ الصَّلٰوةِ مَثَلُ عَمُوْدِ الْفُسْطَاطِ اِذَا ثَبَتَ الْعَمُوْدُ نَفَعَتِ الْاَطْنَابُ وَالْاَوْتَادُ وَالْغِشَآءُ وَاِذَا انْكَسَرَ الْعَمُوْدُ لَا يَنْفَعُ طُنُبٌ وَلَا وَتَدٌ وَلَا غِشَاءٌ

نماز کی شان اعمال دین میں ایسی ہے جیسے کہ خیمہ میں ستون اگر ستون قائم ہیں تو طنابوں میخوں اور سائبان کا فائدہ ہے اور اگر ستون ٹوٹ گیا اور گر گیا تو نہ طناب کچھ فائدہ دیگی اور نہ میخ نہ سائبان یعنی نماز ہی رکن و ستون خانہ دین ہے۔ اگر یہی گر جائے اور دیندار کی نماز صحیح و مقبول نہ ہو تو بس اس کا خانہ دین خراب ہے۔

وَقَالَ مَنْ قَبِلَ اللّٰهُ مِنْهُ صَلٰوةً وَاحِدَةً لَمْ يُعَذِّبْهُ.

اللہ نے جسکی ایک نماز بھی قبول کر لی تو وہ بندگان خدا میں داخل ہو گیا اور نمازگذار شمار ہو پھر خدا اس کو ہرگز عذاب نہ کریگا اور جہنم میں نہ ڈالیگا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلصَّلٰوۃُ مِیْزَانٌ نماز میزان عمل ہے جس نے پورا کردیا پورا ثواب پایا
مَنْ وَفّٰی اسْتَوْفٰی" ورنہ قیامت میں اسکا پلہ میزان خالی رہیگا۔

اسی واسطے خداوند عالم نے اپنی توحید کے بعد سب سے زیادہ نماز ہی کی تاکید
فرمائی اور تقریباً ساٹھ آیات میں ذکر نماز و حکم ادائے نماز ہے اور نمازیوں کی مدح ہے
اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" میری یاد دل میں قائم کرنے اور رکھنے کیلئے نماز کو ادا کرو۔
اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّہَارِ وَزُلَفًا دن کی دونو طرفوں میں قبل طلوع آفتاب و بعد
مِّنَ الَّیْلِ۔ (ہود) غروب آفتاب نماز ادا کرو اور ایک کچھ حصہ
شب گذر جانے پر وقت عشاء۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ
زوال آفتاب سے نصف شب تک کی نمازیں ادا کرو۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب اور
عشاء۔ وَحَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ۔
تمام نمازوں کی حفاظت کرو کہ وقت پر ادا ہوں اور نماز وسطیٰ کی (خاص طور پر حفاظت
کرو) اور کھڑے ہو کر ان میں قنوت پڑھا کرو۔" اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ
کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا" بیشک نماز مومنین پر اوقات مخصوصہ میں لکھدیگئی اور فرض
کردی گئی ہے پس یہ نماز نشان اسلام و ایمان اور نشان عبودیت و بندگی
ہے۔ اس سے بندۂ خدا بندہ واقعی سمجھا جاتا ہے۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ اس دور
دہریت اور معکوس ترقی کے عہد میں ہمارے نوجوان اور نئی ذریت اور یورپ زدہ
مسلمان اس عبادت و طاعت خدا اور اس کی بندگی سے ایسے ہی نفرت
کرتے اور بھاگتے ہیں جس طرح مومن مخلص برے افعال اور گناہوں سے
گریز کرتا ہے۔ اور اس کو بیجا نشست و برخاست اور تضیع اوقات خیال کرتے ہیں

اور اس سے یقیناً اس کا ثبوت ملتا ہے کہ ان کی روح ایمانی مردہ ہو چکی ہے و الناس علیٰ دِینِ مُلُوکِهِم کے آثار ان میں آشکار۔ مگر آبائی تقلید میں اپنے کو مسلمان کہنے پر مجبور ہیں۔ یا حقانیت اسلامی کا اتنا رعب ہے کہ انسان انسان کہلا کر اور اسلام کے آثار دیکھ کر اس سے انکار کرنے اور باہر نکل جانے میں اپنے لئے عار محسوس کرتا ہے۔ اور اس کی فطرت ملامت کرتی ہے۔ ھداھم اللہ الی صراط مستقیم۔

حقیقت نماز اسلامی

اسرار نماز اور اس کی حکمت

تعظیم ذات بزرگ انسانی فطرت ہے۔ اور یہی حکم عقل ہے۔ اور اس لئے دین کا اعتقاد فطرت انسان میں داخل۔ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے ہمارے پیغام رساں دی توا پنی توجہ خالص اس دین کی طرف قائم کر جو فطرت اللہ ہے۔ اور اس نے لوگوں کو اس پر مخلوق و مفطور کیا ہے یہی دین مستقیم ہے لیکن اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے۔ اور

اس حقیقت سے جاہل محض ہیں۔ اس لئے تعظیم ذات واجب الوجود ہر انسان
پر لازم۔ اور اس کی عظمت اور اپنی تواضع و خاکساری کا اظہار فرض اور بندہ
معبود ہونے کا نشان۔ اور اس کا ذکر اور اس کی یاد کو دل میں قائم کرنا اور رکھنا
اس کی محبت فطری کا لازمی نتیجہ۔ وَمَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَحَبَّ ذِکْرَہٗ۔ جو کسی شے
سے محبت رکھتا ہے وہ اس کے ذکر کو بھی محبوب رکھتا ہے۔ اور ہر وقت عالم جدائی
میں اسی کو یاد کرتا ہے۔ اس کا ذکر اس کی تعظیم اپنی تواضع خشوع و خضوع اور خاکساری
کا اظہار بندگی یعنی عبادت اصطلاحی ہے۔ لہذا عبادت معبود فطرت انسان
ہی نہیں۔ بلکہ فطرت کائنات ہے۔ ہر شے اس کی تعظیم کرتی ہے۔ ہر شے اس
کی عظمت کو مانتی ہے۔ اور بڑی سے بڑی مخلوق بھی اس کی عظمت کی قائل اور
اس پر عامل ہے" وتواضع لعظمته العظماء۔ بلکہ اس ذات بزرگ کے
ہر نشان بزرگی کی اور اس کی ہر ہر محترم شے کی تعظیم کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے
نشانات عظمت و جلالت و قدرت و حکمت کی تعظیم اس کی تعظیم ہے۔ بلاشبہ
مَنْ عَظَّمَ شَیْئًا عَظَّمَ اٰثَارَہٗ۔ اس لئے ہر مخلوق سے حالاً و مقالاً صدائے
تہلیل و تکبیر بلند ہوتی ہے اور اللہ اکبر کی صدا آتی ہے۔ ہر شے اس کی
پاکی بولتی ہے۔ اس کی تمجید و تقدیس کرتی ہے۔" وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ
بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ" ہر ایک شے اس کی تسبیح مع تحمید
بجالاتی ہو۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ۔ وَسُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَ
بِحَمْدِہٖ کہتی ہے لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔ اس کو علماء ربانی بارگاہ
ملکوت و جبروت میں تعلیم پانے والے ہی کو جانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ لیکن

"ذَرَّۃٍ لِسَانٌ مَلَکُوْتِیٌّ نَاطِقٌ بِالتَّسْبِیْحِ" مرکبات کائنات نہیں بلکہ عالم امکان کے اجزا فردیہ اور ذرہ ذرہ ایک زبان روحانی ملکوتی رکھتے ہیں جو اسکی تسبیح میں گویا رہتی ہے۔

"اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کیا تم چشم بصیرت نہیں رکھتے اور نہیں دیکھتے خدا کی طرف کہ جو کچھ بھی زمین و آسمان میں ہے اس کی تسبیح و تقدیس میں رطب اللسان ہے۔ بلکہ زمین و آسمان خود "یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ"

جو چیز زمین و آسمان میں ہے وہ اس ذات پاک مالک الملک قدوس وعزیز حکیم کی تسبیح و تقدیس بجا لاتی ہے۔ بلکہ جو کچھ مابین زمین و آسمان ہے "وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ" بادلوں میں رعد و گرج کی آواز تسبیح الٰہی ہے۔ "وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَہُوْنَ" لیکن تم اس کو سمجھتے نہیں ہو۔

منتہائے تعظیم ذات ذوالجلال والاکرام سجدہ ہے۔ اور بغیر سجدہ تعظیم کامل نہیں اور کائنات کی ہر شے اپنے حال میں اس عبادت و تعظیم کو بجا لاتی ہے اور اس کو سجدہ کرتی ہے:۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ۔ — کیا نہیں دیکھتے کہ ہر شے جو زمین میں ہے یا آسمان میں خدا کو سجدہ کرتی ہے۔

وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ — جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔ سب اسکو سجدہ کرتے ہیں اور اسکی تعظیم بجا لاتے ہیں اور اپنی حالت سے اپنی تواضع۔

خشوع خضوع اور عاجزی و انکساری و خاکساری کا اظہار بالعمل کرتے ہیں اور ہر ایک شئے کا سایہ اور ان کے اشباح صبح و شام خواہ نخواہ خاک مذلت پر جبہہ سائی اور سجدہ ریزی کرتے ہیں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ. آور جو زمین و آسمان میں ہے وہ اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے خواہ اس کا دل چاہتا ہو یا نہ چاہتا ہو اور اسکے سایے صبح و شام پیشانی خاک پہ رکھتے ہیں سجدہ بجالاتے ہیں اور اسکی بارگاہ جلال و جمال میں اپنی خاک نشینی اور خاکساری کا اظہار کرتے ہیں۔ آسمان۔ زمین۔ ہوا۔ پانی سب اس کی بارگاہ ناز میں اپنی نیازمندی کے ثبوت میں نماز ادا کرتے ہیں اور لوگ اس کو محسوس نہیں کرتے۔ کما قال بعض العارفین۔

صَلٰتِ السَّمَاءِ بِدَوَرَانِهَا وَالْاَرْضُ بِجَرَيَانِهَا وَالْمَطَرُ بِهَطْلَانِهٖ وَالْمَاءُ بِسَيْلَانِهٖ يُصَلِّيْ لَهٗ وَلَا يَشْعُرُ. آسمان اپنے چکر میں۔ زمین گردش میں بارش اپنے برسنے میں اور پانی اپنے بہنے میں اس کی نماز ادا کرتے ہیں اور کوئی نہیں سمجھتا۔ اور سب اس کی ربوبیت والوہیت اور اس کی توحید کے قائل ہیں۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید   وحدہ لاشریک لہ گوید

عَلٰى قُضُبِ الزَّبَرْجَدِ شَاهِدَاتٌ   بِاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ

وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ
جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔ خواہ نخواہ اس کا مطیع و فرمانبردار مسلمان ہے

اور ہر ایک اسی کی طرف رجوع کرنے والا۔

بعض مخلوقات صرف حالت قیام میں اس کا ذکر اور اس کی تہلیل و تسبیح بجالاتی ہیں اور بعض حالت رکوع میں اس کی تقدیس و تمجید کرتے ہیں بعض حالت سجود میں اس کی حمد و ثنا بجالاتی ہیں۔ اور بعض تینوں حالتوں میں عالیشان سر بفلک اشجار ہمیشہ قائماً اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور چھوٹے پودے اور بیلیں قیام و رکوع و سجود کے ساتھ تسبیح کرتی ہیں۔ اور یہ سر بفلک اشجار اپنے سایوں سے حق سجدہ ادا کرتے ہیں۔ اَلنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ۔ بوٹے بوٹیاں اور درخت سب ہی اس کی بارگاہ جلال و جمال میں سجدہ ریز اور نماز گذار و نیاز مند ہیں۔ اور کوئی اس فریضہ فطری کی ادائگی سے غافل نہیں۔ چرند و پرند سب علی الصباح اس کی تسبیح میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔ اگر کوئی غافل پایا جائے تو وہ کوئی انسان ہوگا جو باوجود سب سے افضل و اشرف کہلانے کے اس غفلت سے شرمندہ نہیں۔ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ۔

عبادات ملائکہ

یہ ملکوتی روحانی مخلوق عقول و ارواح و ملائکہ خاص عبادت گذار ہے۔ اور اس کا بس یہی فریضہ فطری ہے۔ کوئی تسبیح کرتا رہتا ہے۔ کوئی تہلیل و تکبیر کوئی تقدیس و تمجید اور کوئی تکریم و تکبیر کا وظیفہ خوان ہے۔ شب و روز اسی میں مصروف ہیں۔ اور ان میں جو مدبرات امر ہیں وہ اپنے فرائض بھی اسی حالت میں ادا کرتے رہتے ہیں اور ان کے یہ فرائض ان کی تسبیح کو مانع نہیں ہوتے اور نہ کبھی وہ تھکتے ہیں۔ کیونکہ نہ ان کو بھوک لگتی ہے کہ ملکوتی وجود ہیں اور نہ انکو نیند آتی ہے۔

وَمِنْ اٰيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ۔

اور رات اور دن۔ آفتاب اور ماہتاب سب اس معبود برحق رب العالمین کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ آفتاب و ماہتاب کو سجدہ نہ کرو۔ یہ واجب التعظیم نہیں ہیں۔ یہ مخلوق ہیں خالق نہیں اور اس غیبی معبود کو سجدہ کرو جس نے ان سب کو اور تم کو پیدا کیا ہے۔ اگر اس کے بندے ہو۔

فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ۔ (سورۂ سجدہ پ۲۴)

پس اگر یہ انسان اسکی عبادت سے تکبر کرتے اور بڑے بنتے ہیں اور اس کے آگے سر جھکانے کو عار سمجھتے ہیں تو (کوئی پروا نہیں) جو اس کے پاس اس کے مقرب بندے ہیں۔ رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور وہ کبھی اس سے تھکتے نہیں اور نہ تنگ ہوتے ہیں۔ ان کی غذائے حیات یہی ہے غِذَائُهُمُ التَّسْبِيْحُ وَالتَّهْلِيْلُ۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ (نحل ۵)

اور جو زمین و آسمان میں ہیں وہ سب اسکو سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے اس کو سجدہ کرتے ہیں اور کبھی تکبر نہیں کرتے ہیں وہ اپنے اس حاکم بالا سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو وہ حکم دیتا ہے اُس کی تعمیل کرتے ہیں کبھی اس میں تخلف و تخطی نہیں کرتے۔ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ۔ جو اُس کے مقرب بندے ہیں وہ ہرگز اُسکی

عبادت سے استکبار نہیں کرتے اور سرکش نہیں بنتے ہیں۔ اس کی عبادت اور اس کو سجدہ کرنے سے اگر تکبر کرتے ہیں۔ اگر اس سے کسی کو عار ہے اور اس کی بارگاہ میں سرکش ہے تو وہ کافر و مشرک انسان یا آجکل کے یورپ زدہ مسلمان۔ یہ اس کے آگے سر جھکانے کو عار سمجھتے ہیں اور اپنی شان کے خلاف جانتے ہیں بلکہ عیب سمجھتے ہیں " وھذا ھو الطغیان المبین ولا یعذب اللہ بالنار احداً الا من طغیٰ و بغیٰ۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (نساء ع ۲۴)	مسیح نے ہرگز خدا کا بندہ ہونیکو عار نہیں سمجھا اور نہ ملائکہ مقربین نے اور جو شخص اس کی عبادت و عبودیت سے عار کرے اور تکبر تو خدا جلد ان سب کو اپنے پاس اکٹھا کرلیگا۔ جو مومن صالح ہیں انکو اپنے فضل و کرم سے پورا پورا اجر دیگا لیکن جنہوں نے اس کی عبادت و بندگی سے استنکاف و استکبار کیا اسکو کبھی سجدہ

نہیں کیا کبھی اس کے آگے سر نہیں جھکایا کبھی اس کی بارگاہ میں تعظیم کیلئے خم نہیں ہوئے تو اُن کو خدا دردانگیز عذاب دیگا اور وہاں یہ اپنا کوئی ناصر و مددگار نہ پائینگے جو انہیں اس تکبر کے نتیجے اور اس کے عذاب سے بچا سکے۔

وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ	جو کوئی زمین و آسمان میں ہے اسیکا بندہ ہے اور جو اس کے پاس مقرب مخلوق ہے

عِبَادَتِہٖ وَلَا یَسْتَحْسِرُوْنَ یُسَبِّحُوْنَ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ۔ (انبیاء ۲)

وہ اسکی عبادت سے ہرگز تکبر نہیں کرتے اور نہ کبھی تھکتے ہیں۔ رات دن اسکی تسبیح کرتے ہیں اور کبھی سستی نہیں دکھاتے۔

تف ہے اس کے ناشکر گذار بندوں پر کہ ناچیز و خاکسار نطفہ گندیدہ و جیفہ مردہ ہوکر اسکی عبادت سے تکبر کرتے ہیں۔ اور جب انہیں کہا جاتا ہے۔ کہ لا الٰہ الا اللہ کہو اور اسیکو معبود برحق لائق پرستش مانو تو اس سے وہ عار کرتے ہیں

اِنَّا کَذٰلِکَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ اِنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْا اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ۔ (صافات ۱)

بیشک ہم اسی طرح مجرمین کو معذب کرینگے۔ کیونکہ جب ان لوگوں سے کہا جاتا تھا۔ لا الٰہ الا اللہ کہو تو یہ تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے۔ کیا ہم اپنے معبودوں (بتونکی عبادت) کو ایک ایسے شاعر دیوانے کی خاطر چھوڑ دیں۔

اس کے سجدہ اور اس کی عبادت سے استکبار ہی کفر اور اول کفر ہے اول کافر اس کا مرتکب ہوا۔ "اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ"۔ اسی بدبخت نے اوّل اوّل سجدہ سے انکار کیا۔ اس کے حکم کی تعظیم نہ کی اور اس کے آگے نہ جھکا تکبر کیا اور کافر ہوگیا کہ اپنے ناری وجود کو اس خاکی ہیکل سے بہتر اور افضل سمجھ بیٹھا۔ افسوس ہے کہ ہمارے خاکی بھائی کیوں اس ناری کی پیروی کرتے ہیں اور خود سجدہ باری کو اپنے لئے عار سمجھتے ہیں۔ سچ ہے ؎

ہنستی ہے قبر اہل تکبر کی شان پر
پتلے تو خاک کے ہیں دماغ آسمان پر

کیوں نہیں کہتے۔ سَجَدْتُ لَکَ یَا رَبِّ لَا مُسْتَنْکِفًا وَّلَا مُسْتَکْبِرًا عَنْ عِبَادَتِکَ بَلْ رَغْبَۃً اِلَیْکَ وَرَھْبَۃً مِّنْکَ فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ۔

ملائکہ بعض وہ ہیں جو جب سے پیدا ہوئے ہیں صف بستہ کھڑے اور حالت قیام ہی میں اس کی تقدیس و تمجید کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں سُبْحَانَ الْکَبِیْرِ الْمُتَعَالِ الْعَظِیْمِ الْاَعْظَمِ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ سُبْحَانَ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ بعض ہمیشہ سے حالت رکوع میں ہیں اور اس کی پاکی بولتے ہیں کبھی قیام نہیں کیا اور بعض ہمیشہ سے حالتِ سجود میں ذکر خدا اور اسکی تہلیل و تکبیر کرتے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

قَالَ سِرُّ اللّٰہِ فِی الْعَالَمِیْنَ وَحُجَّتُہٗ عَلٰی اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِیْنَ وَاٰیَتُہٗ فِیْ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَؑ ثُمَّ فَتَقَ مَا بَیْنَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔ فَمَلَأَھُنَّ اَطْوَارًا مِّنْ مَّلٰئِکَتِہٖ مِنْھُمْ سُجُوْدٌ لَا یَرْکَعُوْنَ وَرُکُوْعٌ لَا یَنْتَصِبُوْنَ وَصَافُّوْنَ لَا یَتَزَایَلُوْنَ وَمُسَبِّحُوْنَ لَا یَسْأَمُوْنَ لَا یَغْشٰھُمْ نَوْمُ الْعُیُوْنِ وَلَا سَھْوُ الْعُقُوْلِ

علی ابن ابی طالبؑ امیر المومنین اپنے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ زمین اور آسمان اور شمس و قمر و کواکب سیارات کی خلقت کے بعد خداوند عالم نے سماوات کو شگافتہ کیا۔ انکو قسم قسم کے ملائکہ سے پر کر دیا بعض ان میں سے سجدے میں ہیں اور کبھی رکوع میں نہیں آئے بعض رکوع میں ہیں اور کبھی سجدے نہیں ہوئے بعض صف بستہ کھڑے ہیں اور کبھی وہاں سے نہیں ہٹے۔ اور

ہمیشہ سے بیٹھے تسبیح کر رہے ہیں اور تنگ وملول نہیں ہوتے۔ نہ انکو نیند آتی ہے نہ سہو ہوتا ہے نہ ان کے بدن سست ہوتے ہیں اور نہ بھولکر غفلت طاری ہوتی ہے۔ ولاھم یستحسرون۔

اسلامی نماز

پس کل کائنات ارضی وسماوی عموماً اور بالخصوص ملائکہ مقربین وعقول قادسہ وارواح مجردہ ان تین حالتوں میں اس کی عبادت کرتے ہیں اور ان صورتوں سے اس کی تسبیح وتقدیس بجالاتے ہیں اور ان کے سوا اور کوئی حالت متصورہ نہیں ہے اور انسان بھی فطرتاً جب اپنے کسی بزرگ یا اپنے بزرگ بادشاہ کی تعظیم کا حق ادا کرتے ہیں۔ اس کے دربار میں حاضری دیتے ہیں یا درباری سلام بجالاتے ہیں تو ان ہی تین صورتوں اور حالتوں سے اس کا اظہار کرتے ہیں بعض تو سامنے کھڑے ہوکر اور سر جھکا کر سلام کرتے ہیں بعض خم ہوکر تسلیم بجالاتے ہیں۔ اور بعض اوقات زمین پر گر کر اور اس کے آگے خاک پر پیشانی رکھکر اپنی خاکساری اور اسکی عظمت وبزرگی کا اظہار کرتے ہیں اور بعض خصوصاً جسکو بہت ہی بزرگ سمجھتے ہیں تینوں صورتوں سے حق تعظیم ادا کرتے ہیں داخل ہوتے ہی دور سے ایستادہ سر جھکا کر تسلیم کی پھر ذرا آگے بڑھے تو خم ہوکر آداب بجالائے اور جب تخت یا مسند کے نزدیک پہنچگئے تو زمین پر ماتھا ٹیک دیا۔ وَقَبَّلَ الْاَرْضَ بَیْنَ یَدَیْہِ۔ زمین کو بوسہ دیا اور کوئی کلمہ تعظیمی یا دعائیہ کہا زندہ بادشاہ پائندہ باد ملک ادام اللہ ایامکم واقبالکم۔ دولت واقبال زیادہ۔ وقس علی ذالک۔ ان تین فطری صورتوں سے باہر کوئی طریق ادائے

تعظیم ذات معظم نہیں ہے۔ اسلام دین کامل ہے اور انسان کی تکمیل کیلئے
آیا ہے اور اس کی تکمیل عبادت سے ہوسکتی ہے جس کیلئے وہ پیدا کیا گیا ہے
انسان کل کائنات سے افضل ہے اور اشرف اور جو کمالات کل انواع موجودات
میں پائے ہیں وہ اس میں سب جمع ہیں مع شئے زائد۔ "والعالم انسان
کبیر والانسان عالم صغیر" پس اسلام نے مقام تکمیل عبادات میں اسکو ایسی
عبادت تعلیم دی ہے جس میں کل عبادات کائنات کو مع شئے زائد جمع کردیا ہے
اور اس لئے جس طرح یہ سب سے افضل و اکمل ہے اسیطرح اس کی عبادت بھی
سب سے افضل و اکمل ہے اور ایسی ہی ہونی چاہیے تھی۔ ورنہ اس کا اشرفیت و
اکملیت کا دعوے بیجا ثابت ہوتا۔

اس عبادت میں ہر قسم کے اسماء الٰہی جلالی و جمالی و ذکر اللہ اور ہر ایک
حالت عبادت و عبودیت کو شامل کردیا ہے تعظیم الٰہی کے ادا کرنیکی جو جو
صورتیں اور مخلوقات و خاصکر ملائکہ میں مثلاً فرداً یا طائفہ طائفہ پائی جاتی
ہیں وہ یہاں ہر فرد انسان کیلئے مجموعاً قائم کردی ہیں اور یہ جامع عبادات
عبادت اسلامی نماز ہے۔ جو اس انسان پر روزانہ پانچ وقت فرض کیگئی ہے
اور پھر دیگر اوقات میں غیر مفروض نفل و سنت ہے اور اوقات عبادات لیلی و
نہاری کو شامل ہے۔ چنانچہ اس عبادت جامعہ میں۔ اوّل طہارت بدنی (بلکہ
نفسی و روحانی بھی) شرط ہے۔ طہارت لباس بھی ہے۔ طہارت لباس اور خاص
طہارت جسمانی غسل یا وضو کے بغیر کوئی اس عبادت کے نزدیک نہیں جاسکتا
کہ وہ عبادت عبادت ہی نہ ہوگی۔ اگر وہ بندہ پہلے اس صورت سے طاہر نہیں ہے

اس میں قیام ہے۔ رکوع ہے۔ سجود ہے۔ پھر اس میں تحریم ہے تکبیر اور تہلیل ہے۔ قرأت و ترتیل کلام اللہ ہے جس میں روح کلام اللہ کی قرأت ضروری ہو یعنی فاتحۃ الکتاب سورۂ حمد۔ لا صلوٰۃ بغیر فاتحۃ الکتاب۔ یہ سورۂ فاتحہ الکتاب جامع تمام کتاب اللہ اور اس کی صورت اجمالی ہے۔ جو کچھ کل کتاب اللہ میں تفصیلاً موجود ہے۔ وہ اس میں اجمالاً موجود ہے۔ اس میں ذکر اسماء اللہ ہے۔ ذکر صفات اللہ ہے۔ حمد باری ہے۔ ثناء الٰہی ہے۔ تمجید الٰہی ہے۔ ذکر معبودیت خدا و عبودیت بندہ ہے۔ اس میں دعا ہے۔ اس میں ذکر خاصان خدا منعمان الٰہی ہے۔ اس میں ان لوگوں کا بھی ذکر نفیاً ہے جو اس کے دشمن۔ اسکی عبادت سے تکبیر کرنے والے اور گمراہ ہیں اور اس کے غضب میں آچکے ہیں اور جن سے بیزاری لازم ہے۔ اور یہ سورہ بندہ اور خدا کے درمیان مشترک اور دونو کے حالات و صفات کو شامل ہے اور انہی کی تفصیل کل کلام اللہ میں ہے۔

اس نماز میں دعا ہے۔ رکوع ہے تسبیح ہے تعظیم ہے تحریم ہے تشہد ہے قعود ہے سجود ہے۔ اور پھر تکبیر ہے۔ ایسی جامع عبادت نہ کوئی ہے اور نہ ہوسکتی ہے اور جو عبادت ان اوصاف سے خالی ہے یا ان کو جامع نہیں ہے وہ یا عبادت ہی نہیں ہے یا کامل عبادت نہیں ہے اور اسی طرح جو عبادت اس کے خلاف اور اس کے سوا ہے۔ وہ صحیح عبادت یا مکمل عبادت نہیں ہے۔

دیگر مذاہب کی عبادات اور اسلامی نماز

بنا برین دنیا میں دیگر مذاہب میں جو عبادات اپنے اپنے طریق پر ادا کی جاتی ہیں وہ سب یا محض باطل یا ناقص

محض ہیں یعنی قطع نظر اسکے کہ بوجہ کفر و شرک و انکار پیغام الٰہی ان کی عبادت متقبل ہی نہیں ہو سکتی۔ وہ جو کچھ اپنے زعم میں ادا کرتے اور اس کو اپنی عبادت کہتے اور اس سے خدا پرستی کا دعوے کرتے ہیں وہ سب حقیقی معنی عبادت یا کامل عبادت کے لحاظ یا مقابلہ میں باطل یا ناقص ہیں اور انکا کوئی ثواب بھی ایسے عبادت گذاروں کو نہیں مل سکتا۔

دنیا میں بڑے مذاہب جو اس وقت موجود یا زندہ ہیں۔ عیسائی۔ یہودی مجوسی۔ بدھ اور ہندو مذہب ہے۔ عیسائی۔ یہودی۔ مجوسی اصل میں جب ان کے ہادی موجود تھے یہی عبادت رکھتے تھے یعنی نماز پڑھتے تھے اور نماز ہمیشہ ہر دور نبوت میں فرض رہی ہے لیکن اب یہ مذہب ختم ہو چکے اور اور اسلام کے آنے کے بعد منسوخ اور پھر ان کے ہادی معدوم۔ اور کتب بلاشبہ محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ اس لئے اب ان میں صحیح نماز کا وجود نہیں رہا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ یہودی بھی اب اس کو اس کے صحیح ارکان پر ادا نہیں کرتے زیادہ تر اپنی دعا پڑھ لیتے ہیں۔ اور دعا مانگنے کے ضمن میں خواہ مخواہ اسکا نام آجاتا ہے اور باقی جو کچھ ہوتا ہے وہ سب حضرت موسیٰ اور حضرت عزیر کا ذکر اور ان کی ابن اللٰہی۔

عیسائی اب صرف اتوار کو نہ روزانہ اور پانچ وقت گرجا میں جمع ہوتے ہیں اور اس کو وہ اپنی عبادت سمجھتے اور کہتے ہیں لیکن گرجا میں جاکر دیکھو اور ایسی کتب ان کی پڑھو تو معلوم ہوگا کہ اس میں صورت نماز اور عبادت خاصہ کا کوئی ذکر نہیں۔ نہ اب رکوع ہے اور نہ سجود ہے۔ صرف کھڑے ہو کر اپنے

لئے دعا کر لیتے ہیں اور حضرت عیسیٰ کی یا د تازہ اور ان کی الوہیت کا اظہار
اور انہی سے دعائے مغفرت معبود برحق حقیقی کی تعظیم و ذکر و تسبیح و تقدیس
کا ذکر بھی نہیں۔ صرف عیسیٰ کے ذکر میں لفظ گاڈ کہیں آجائیگا۔ اور یہ ثابت
ہو چکا ہے۔ جہاں ذکر اللہ اور اس کی تسبیح و تقدیس رکوع و سجود کے ساتھ
نہیں وہ عبادت نہیں ہے۔ کمال اظہار عبودیت اور تعظیم معبود سجدہ
میں ہے اور یہی اصل عبادت روح عبادت ہے اور اس سے یہ عبادات
جو دعا کی صورت میں ظاہر کی جاتی ہیں۔ بالکل خالی ہیں۔ اسیطرح مجوسی بھی ظاہر
ہے کہ آتشکدہ میں آگ کی پرستش کر لیتے ہیں اور اسی سے دعا کرتے ہیں
اور مغفرت چاہتے ہیں معبود برحق کے سامنے نہیں جھکتے اور اس کی عظمت و
جلال کو سجدہ نہیں کرتے۔ بدھ ازم میں بھی عبادت نہیں۔ مراقبہ اور دم کشی
ان کی عبادات کا کمال ہے۔ اور یہ دو تو صورتیں صرف تصور میں ہوتی ہیں
ہاں زہد و ترک دنیا ان میں ضرور ہے لیکن یہ عبادت مصطلحہ نہیں اور یہ زہد
رہبانیت کی شان رکھتا ہے مقبول و ممدوح حقیقی نہیں ہوسکتا۔ "ولا رھبانیۃ
فی الاسلام"۔ ایسی رہبانیت دین اللہ میں درست نہیں۔ تو انکا دین دین اللہ
نہیں۔ متاہل رہکر اس کو پوجنا اور یاد کرنا اور خدمت خلق کرنا دین ہے۔ اور
اس لئے ہمارے ہادی برحق نے یہی تعلیم دی ہے اور فرمایا ہے۔ اَلدِّیْنُ
التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ۔ جہاں تعظیم الٰہی اور شفقت اور
خدمت خلق نہیں وہاں دین نہیں۔

ہندو مذہب جو ہندوستان میں مشہور ہے۔ یہ کوئی قدیم الٰہی مذہب نہیں

اور نہ یہ کسی خاص نبی یا انبیاء کی امت ہیں۔ کیونکہ یہ نبوت کے قائل ہی نہیں ہیں کچھ اپنے بزرگوں کو خدائی اوتار کہتے ہیں کہ خدا ان میں حلول کر آیا تھا۔ مگر قطع نظر اس سے کہ یہ ایک لغو اور ناممکن بات ہے۔ کہ خدا کسی انسانی وجود میں ڈیرا لگائے وہ اس نقص سے پاک و منزہ ہے۔ ان بزرگوں کی کوئی صحیح تاریخ اور حالات معلوم نہیں۔ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ خیالی اور بعید از عقل باتیں ہیں در اصل یہ مختلف ازمنہ میں مختلف زمانوں کے انبیاء کی بقیہ اور نافرمان امتوں کا مجموعہ بن گیا ہے۔ اور ان کے سنے سنائے بھولے ہوئے حالات و خیالات و اعتقادات کو لئے ہوئے ہیں۔ اور انہیں ذاتی توہمات و تخیلات شامل۔

تاہم یہ ظاہر ہے کہ وہ سب بت پرست ہیں۔ خدا کو کوئی منتھا نہیں ٹیکتا۔ اس کی پاکی نہیں بولتا۔ اس کی عظمت و جلال کے سامنے نہیں جھکتا۔ جو بھی کرتا ہے وہ اپنے فرضی معبودوں یعنی بتوں کیلئے کرتا ہے۔ چنانچہ قدیم ہندو مذہب میں ترکال سیندھیا بھی ایسی ہی ہے صبح۔ شام اور دوپہر کو ادا کی جاتی ہے اور اس میں انہی دیوتاؤں کا ذکر ہوتا ہے اور انہی سے دعا ہوتی ہے۔ انہی سے معافی مانگی جاتی ہے۔ پھر دہی دم کشی کا عمل ہوتا ہے۔ اور اس میں وشنو۔ برھما اور شیوجی کا تصور ہے۔ پھر ترپن پارٹ ہے جس میں سورج کی عظمت و جلال کا اقرار اور اس سے دعا ہوتی ہے اور پھر جل چڑھاوا اپنے منہ پر چھڑکتے ہیں کچھ پیتے ہیں۔ کچھ اپنے دیوتاؤں۔ بزرگوں۔ آباؤ اجداد کے نام پر پھینکتے ہیں۔ اور اس جل سے اپنے پاک رکھنے کی دعا کرتے ہیں اور اس کو حقیقی آب حیات سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور سیندھیا پوری ہو جاتی ہے۔ اور اس کیلئے بشرط سہولت و

امکان غسل کر لیا جاتا ہے بخصوصاً صبح کی سینڈھیا کیلئے لیکن طہارت حقیقی معنی میں شرط نہیں اور وہ نظافت و نفاست جو ہر نماز کے لئے وضو سے یا غسل سے ایک مسلمان کو حاصل ہوتی ہے وہ ان مذاہب مذکورہ میں نہیں ہے۔ قبلہ ان کیلئے نہیں وہی مورتی انکا قبلہ ہوتی ہے۔ اور یہ سب باتیں خدا پرستی سے دور ہیں۔ اور نماز کے مقابلہ میں ان کی یہ عبادت باطل یا ناقص محض ہے ہون بھی بعض ہندو بجالاتے ہیں لیکن وہ بھی دراصل اگنی پوجا ہے نہ خدا پرستی آگ کو خدائی روپ مانکر تمام اشیاء خوردنی آگ کی نذر کیجاتی ہیں کہ وہ انہیں ان اشیاء میں برکت دے اور یہ نذر قبول کرے۔ یہ قدیم قابیلی آتش پرستی کا نشان ہے۔ اور ہندوستان میں قابیلی اب بھی موجود ہیں۔ بہترین عبادات انسانی اسوقت اسلامی نماز ہی ہے جو صحیح خدا پرستی اور انسانی بندگی و عبودیت کا نقشہ پیش کرتی ہے "فَاَقِیْمُوا الصَّلوٰةَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ"۔ اے مسلمانو! نماز ادا کرو اور اسے ترک کر کے مشرک نہ ہو۔

نماز جماعت

تمام مذاہب میں جماعتی عبادت بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ کہ گرجا میں عیسائی اکٹھے ہوئے اور دعا پڑھ لی یا گالی اور ہارمونیم بھی یعنی آلہ غنا اکثر موجود ہوتا ہے۔ یا پیانو۔ اور اس عبادت سے حظ نفس کا لطف اٹھایا جاتا ہے نہ عبودیت خداوندی کا۔ اور اسیطرح مجوسیوں۔ بدھوں اور ہندوؤں میں مثلاً اکٹھے ہو کر۔ اور اسیطرح سکھوں میں جو ہندوؤں ہی کا ایک فرقہ ہے اور سوشل طور پر بالکل ہندو۔ ہاں بعض نظریات یا اعتقادات میں ان میں سے کچھ جدا ہے اور توحید کا زبانی قائل عمل سب وہی کرتے ہیں جس طرح

ہنڈ کرتے ہیں بھجن گاتے ہیں۔ زن و مرد جمع ہوتے ہیں۔ اور دلربا دُھنکی صوت و
حسن کا لطف طبلہ۔ سارنگی یا ہارمونیم کے ساتھ اُٹھاتے ہیں۔ ممکن ہے اس
میں کوئی پرمیشور کے نام کا بھی بھجن آجاتا ہو۔ ورنہ سب دیوتاؤں کے نام ہی کے ہوتے
ہیں۔ اور سکھوں میں اپنے گروجی کے نام کے۔ یہ عبادت خدا نہیں وہی حظ
نفسی ہے مسلمانوں میں جماعتی نماز بھی اسی اصول و ارکان و شرائط و وضو
سے ادا کی جاتی ہے۔ وہی طہارت وہی اظہار عظمت جلال الٰہی اول اعلانی اذان
کی صورت میں۔ اور پھر اقامت صلوٰۃ کی صورت میں اور وہی تحریم و تکبیر و قیام و
قرأت و رکوع و سجود و تشہد و تسلیم مع التعظیم۔ ان کی صورت جماعت اس
عبادت کو ادا کرتے ہوئے انکی اخوت و مساوات اور تنظیم کا نمونہ بھی پیش کرتی
ہے۔ اور یہ کہ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے سب ایک روح دو قالب
ہیں یہاں چھوٹا بڑا۔ امیر غریب۔ دولتمند و فقیر۔ محمود و ایاز سب ایک جگہ
ایک ہی صف میں شامل ہوتے ہیں (جو اور کسی مذہب میں نہیں) اور ایک پیشنماز
نماز ادا کرتا ہے اور باقی سب سنتے ہیں۔ قیام میں ایک دم یکجا آہنی دیوار ہوتے
ہیں۔ اور رکوع و سجود میں سب ایک ساتھ بارگاہ الٰہی میں اس کے پیچھے سرنگون
اس کی نماز ہوئی اس نے پڑھی اور سب مقتدیوں کی نماز ہو گئی۔ گویا جتنے
نمازی جمع ہیں سب ایک جان ہیں "وَاِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ" ایک بھائی
نے جو کام انجام دیدیا۔ گویا سب نے انجام دے دیا۔ سب کا فرض ادا ہو گیا سب
فرض سے بری الذمہ ہو گئے۔ یہی حج کا ایک فلسفہ ہے۔ کہ ساری دنیا کے مسلمان
ہر ملک کے مسلمان ایک جگہ خانہ کعبہ میں اکھٹے ہو کر با جماعت نماز ادا کریں۔

اور پیش امام کے ساتھ ان کی نماز درست اور قبول محض جماعت میں شریک ہو جانے سے۔ تو ثابت ہوا کہ کل دنیا کے مسلمان ایک روح ہیں اور چالیس کروڑ قالب ہیں۔ اس اخوت۔ اس مساوات اس اتفاق و اتحاد اور یکجہتی و یک نفسی کی مثال دنیا کے کسی اور مذہب یا قوم میں نہیں مل سکتی۔ فَادۡخُلُوا فِي السِّلۡمِ كَآفَّةً۔ اس کا ایک اور ثبوت اسلامی احکام میں موجود ہے کہ ایک مسلمان اگر مر جائے تو مسلمانوں پر اس کی تغسیل تکفین و تجہیز و تدفین فرض ہے۔ اور اسیطرح اس کے لیئے دعا اور اس کی نماز جنازہ سب پر فرض ہے لیکن اگر صرف چند مسلمان اس کو ادا کریں تو کل مسلمانوں سے فرض ساقط ہو جاتا ہے بلکہ اگر صرف ایک ہی مسلمان ادا کر دے تو بھی سب پر سے ساقط اور سب بری الذمہ جس سے صاف ثابت ہے کہ مسلمان دل و جان سے ایک ہیں خواہ وہ لاکھ ہوں یا کروڑوں۔ اور یہ اخوت و اتحاد فخر اسلامیہ ہے غرض نماز جماعت روزانہ مساوات و اخوت و اتحاد و محبت اسلامی کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ اور یہی نماز جماعت اس تنظیم و محبت و اتحاد کی تعلیم کے ساتھ شان اسلام کو بڑھاتی اور ایک پیشنماز کی پیروی و اتباع لازمی تعمیل و اطاعت امیر کا درس دیتی ہے کہ مسلمان اپنے پیشرو کے ایسے مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں کہ ہر حکم و عمل ہر حرکت و سکون میں اس کی پیروی کرتے ہیں اور اطاعت ایسی ہونی چاہیئے۔ اور نماز جمعہ ہفتہ وار اور نماز عیدین سال میں دو دفعہ اور حج عمر میں کم سے کم ایک دفعہ اس اخوت و مساوات و محبت و اتحاد کی تعلیم دیتا ہے۔ اور جمعہ کا خطبہ نماز کا جزو لازمی ہے یعنی بجائے دو رکعت کے خطبہ ہے

اور جمعہ کے دن نماز ظہر دو رکعتی رہجاتی ہے۔ اور خطبہ جمعہ شہر کے اور عیدین میں تمام قرب و جوار کے دیہاتیوں اور خطبۂ حج تمام مسلمانوں کیلئے ہدایت نامہ اور درستی اخلاق و آداب کا تازیانہ ہے۔ اور عبادت میں شامل یہہ بھی اسی عبادت کی خصوصیت ہے جو اوروں کی عبادات سے اس کو اور ممتاز مفتخر بنا دیتی ہے۔ واسرار اللہ لا توصف۔

اسلامی نماز کی صحت کے شرائط و مقدمات اور اُنکی حکمت بالاجمال

اس عبادت کی صحت کے لئے سب سے مقدم طہارت ہی ہے جیساکہ مذکور ہوا یعنی غسل یا وضو جیسی صورت ہو۔ اکثر نماز پنجگانہ میں وضو ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور کبھی کبھی غسل کی یا غسل کی بھی۔ اور یہ حاضری دربار الٰہی کی تیاری ہے حاکم یا آقا کے سامنے مصفا اور لطیف لباس و بدن کے ساتھ حاضر ہوں۔ یہی فطرت انسانی ہے اور مقتضائے عقل و شعور۔ اور عارفان الٰہی اور خاصان خدا نے اول اول ہی کیا۔ اور ان ہی سے یہ طریقہ ادائے عبادت کا مقرر ہوا اور عالم جسمانی یا عالم بشری میں اس کے عامل معلم وہادی اول ابو البشر آدم صفی اللہ ہی ہیں۔ وہ اول عبادت کیلئے خصوصاً وہ عبادت جو بعد قبول توبہ از ترک اولیٰ ادا فرمائی اور اس وقت سے در اصل وہ مکلف عبادات ہوئے۔ ورنہ بہشتی زندگی تو انکی عالم برزخی کی زندگی تھی۔ اس کی تکالیف کی صورت ہی اور تھی جبکہ انکے وجود ہی کی صورت اور تھی۔

پھر ہر نبی اس طریق طہارت عبادتی کا عامل اور معلم رہا ہے اور اس

پر خاتم الانبیاء نے عمل فرمایا اور سنن کا اضافہ کہ وہ مکمل شریعت ہیں ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عبادات و احکام عبادات و شرائط ادائے عبادات شریعت کاملہ اسلامیہ میں وہی ہیں جو وقتاً فوقتاً اپنے اپنے عہد میں ان مقربان بارگاہ الٰہی اور محبوبان خداوندی و ہادیان نوع انسانی نے اس کے جلال کے مشاہدہ کے بعد ادا کی ہیں ۔

چہرہ انسان کا اصل دیباچہ کتاب وجود ہے اور اسی سے انسان پہچانا جاتا ہے اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے اور یہ اکثر لباس سے برہنہ رہتا ہے ۔ اور تمام قوائے دماغی اس چہرہ میں ہیں اور اکثر قوائے ظاہری جسمانی بھی جیسے ناک ۔ کان ۔ آنکھ اور منہ اور عالم بیداری میں یہ سب قویٰ اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں ۔ ہاتھ اکثر مباشر کارہائے دنیویہ رہتے ہیں ۔ اور یہ بھی اکثر برہنہ ۔ اور اسیطرح پیر بھی لیکن انکی نسبت کم اور جوتا پہنے رہنے کی صورت میں صرف بالائی حصہ جس کو پشت پا کہتے ہیں ۔ اکثر برہنہ رہتا ہے ۔ اور اس لئے اکثر ان پر گرد وغبار کا اثر بھی لیس اس لئے عبادت کی تیاری میں انکا دھونا اور مسح کرنا نمازی کیلئے لازم قرار دیا گیا ۔ اور منہ اور ہاتھ کا دھونا اور پشت پا کو آب وضو کی تری سے ذرا مسح کر لینا ۔ اور اس طرح سر کا اگلا حصہ کہ وہ بھی بعض اوقات کھلا رہتا ہے یا کھل جاتا ہے ۔ اور اول حصہ دماغ اسی میں ہے ۔ ان اعضاء پر وضو جو اکثر کھلے اور مباشر کارہائے دنیویہ رہتے ہیں ۔ صحیح فلسفہ طہارت اور حکمت عقلی ہے اور پھر یہ ظاہری فائدہ بھی ۔ کہ

ان کی اس تطہیر سے جہاں ہاتھ منہ صاف ہوجاتے ہیں طبیعت میں تازگی
پیدا ہوجاتی ہے۔ اور نفس میں سکون اور قلب اس ٹھنڈک کو محسوس کرتا ہے
اور اس صورت میں اس کو عبادت میں کسالت محسوس نہیں ہوتی بلکہ دور
ہوجاتی ہے۔ اور نماز میں رجوع قلب کی جو ضرورت ہے یہیں سے اسکی
ابتدا ہوتی ہے۔ اگر یہ طہارت نہ ہو تو طبیعت ضرور اکثر منغّص اور مکدر پائی
جائیگی اور دماغ میں انتشار اور وحشت۔ اسیواسطے آب وضو کو بغیر ضرورت
رومال تولیہ وغیرہ سے خشک کرنا مکروہ ہے تاکہ تری کچھ دیر اعضا پر رہے اور
اس کا اثر دل ودماغ پر پورا ہو۔ اور خصوصاً اس لئے بھی یہ طہارت مفید ہے
کہ جب نماز کی تیاری کرنے والا یہ محسوس اور معلوم کریگا کہ یہ وہ عبادت ہے
جس میں اعضائے ظاہری کی اس تطہیر خاص کے بغیر اس کی بارگاہ میں حاضری
نہیں دے سکتے۔ اور اگر جائیں تو وہ عبادت قبول نہیں ہوسکتی۔ تو پھر اسکی
بارگاہ میں جو "اعلم بما تخفی الصدور" دلوں کے بھید جانتا ہے اور دلوں
کی گہرائیوں ہی میں رہتا ہے۔ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اگر بیدلی اور بغیر طہارت
نفسانی وروحانی کے حاضر ہوں دل میں دنیا کا خیال اور اس کی محبت غالب
ہو نفس اخلاق رذیلہ سے ملوث ہو اور ناپاک خیالات وادراکات سے تو وہ
پاک ذات ایسی عبادت کو کب قبول کرسکتی ہے۔ جو جسمانی طہارت نہ ہونیسے
اس عبادت کو رد کردیتی ہے تو وہ نمازی ضرور اپنے خیالات اور اپنے نفس
کو پاک کرنے کی سعی کریگا یا اسکو کم سے کم اس کا خیال پیدا ہوگا اور ہونا چاہیئے
اور یہی اس طہارتِ عبادتی کی باطنی علت غائی ہے۔ ولکن اکثر الناس

لَا یَعْلَمُوْنَ۔

نماز ذکر الٰہی اور اس کی یاد دل میں قائم کرنے کیلئے قائم کی گئی ہے۔ اور دل ہی خانۂ خدا ہے۔ وہ ذات لامکان اگر مکان رکھتی ہے تو بس یہی لیکن ہر ایک دل نہیں بلکہ مومن عارف کا دل۔ اور یہی معلم کامل نے پڑھایا ہے کہ زبان قدرت خود کہتی ہے "لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَسَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ" یعنی تمام زمین و آسمان میری گنجائش نہیں رکھتے اور اس لئے وہ میرا مکان نہیں ہو سکتے لیکن میرے بندۂ مومن کا دل جو مجھے پہچانتا ہے میری گنجائش رکھتا ہے۔ اور صحیح ہے ؎

دلا طواف دلے کن کہ خانۂ مخفی است

کہ آں خلیل بنا کرد و ایں خدا خود ساخت

زبان رسالت یہ بھی کہتی ہے جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتہ رحمت نہیں داخل ہوتا۔ اس کی ظاہری فلاسفی یہی ہے کہ جہاں نجس وجود کا دخل ہو وہاں سے پاک وجود نفرت کرتے ہیں اور فطرت انسان بھی یہی بتلاتی ہے۔ تو خانۂ خدا یعنی مومن کا دل۔ ناپاک خیالات و اعتقادات اور لوث محبت حطام دنیویہ سے خالی نہ ہوگا تو اس میں یاد خدا کیسے ہوگی۔ یا خدا اس میں کیسے جلوہ دکھائیگا اور درشن دیگا۔ لہذا نمازی کو عبادت قلب لازمی ہے اور یہ طہارت ظاہری یعنی وضو یا غسل نہ کہ طہارت قلب دمقدمہ طہارت ہے لہذا یہ طہارت واجب قرار پائی کہ مقدمہ واجب واجب ہوتا ہے۔ اور اس حکمت الٰہی کو حکیم ہی سمجھ سکتا ہے۔

ایضاً۔ اس وضو کی سنتوں میں ہمیشہ مثلاً ناک میں پانی ڈالنا اور اس کو صاف کرنا بھی ہے اور منہ کو اندر سے صاف کرنا اور کلی کرنا۔ اور ہر وضو میں مسواک کرنا بھی سنت ہے۔ اس عمل سے واضح ہے کہ کیسی گہری حکمت و فلاسفی اس وضو میں ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ اعضا وہ ہیں جن سے اکثر زائد و فاسد رطوبات ظاہر اور خارج ہوتی رہتی ہے۔ اور اگر انکو صاف نہ کیا جائے تو ان سے بدبو آنے لگتی ہے خصوصاً منہ سے۔ اور زیادہ دیر ناصاف رہیں تو اکثر بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور جب دن میں پانچ وقت صاف ہونگی تو اس فائدہ کے علاوہ جو مذکور ہوا یعنی طراوت قلب و فرحت طبیعت۔ یہ فائدہ تمام تر واضح ہوگا کہ منہ اور دانتوں اور اسیطرح ناک کی وہ بیماریاں جو اُن کے ناصاف رہنے سے پیدا ہو سکتی ہیں نہ ہونگی۔ جو پانچ وقت اس طرح بطور مقدمہ عبادت مسواک کریگا کیا کبھی اس کو دانتوں کی بیماری ہو سکتی ہے؟ پائریا میں مبتلا ہو سکتا ہے یا اس کے دانت کسی طرح خراب ہو سکتے ہیں یا جلد اُکھڑ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں اور یہ بڑی حکمت اس جزو وضو و نماز میں ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلامی نماز فوائد جسمانی۔ نفسانی اور روحانی کو شامل ہے! دینوں کی صفائی اور تکمیل کا ذریعہ ہے۔

اور غور فرمائیے جس کے منہ سے بو آتی ہو۔ اس کے پاس آنے اور بیٹھنے سے ہر شخص نفرت کرتا ہے اور ایسی صورت میں وہ کسی اعلیٰ افسر حاکم۔ یا آقا کی حضوری کے ہرگز قابل نہیں ہے۔ پھر وہ بارگاہ الٰہی میں حضوری کے قابل کیسے ہو سکتا ہے۔ اور کونسا عارف خدا مومن ہوگا جو گندہ دہنی کے ساتھ اس کا نام لیگا اور وہ

کبھی اس کی حضوری ہیں بلکہ ایسی حالت میں اس کے حبیب کا نام کبھی نہیں لے سکتا اور نہیں لینا چاہیئے۔

کلی کروں گا لاؤ کٹورا گلاب کا
لیتا ہوں نام پاک رسالتمآب کا

وَلَا یَعْلَمُهٗ إِلَّا الْعَاقِلُوْنَ وَلَا یَعْرِفُهٗ إِلَّا الْعَارِفُوْنَ۔

وضو کی طرح اس عبادت کیلئے کبھی غسل کی ضرورت ہے۔ وہ اسباب خاص ہیں مثلاً صدور وظہور جنابت۔ اس صورت میں نظر عارف او رنا موس الہی میں وضو کافی نہیں جسمیں بعض اعضاء جسم کی تطہیر ہوتی ہے۔ بلکہ کل اعضاء کی تطہیر لازم ہے۔ اور غسل کے فوائد فوائد وضو کے سمجھنے کے بعد ظاہر ہیں جن سے اس اسلامی غسل میں اول جسم کو اس عارضی نجاست سے پاک وصاف کرنا لازم ہے۔ اور پھر بہ نیت تقرب سر اور جسم کے دائیں اور بائیں حصہ پر آب طاہر ومطہر جاری کرنا اور قبل اس عمل کے مثل وضو تین دفعہ کلی کرنا ورناک میں تین دفعہ پانی ڈالنا سنت پیغمبری یعنی عمل رسالت ہے۔ اور اس کے فوائد وضو سے بھی زیادہ واضح اور آشکارا ور زائد ہیں اور زیادہ سکون قلب و فرحت طبع کا باعث ہے اور اس سے اس کی حکمت فلاسفی ظاہر۔ وعیاں را چہ بیان۔

لیکن شریعت آخر الزمان بوجہ ضعف طبائع واجسام انسانی طبعاً وفطرتاً شریعت سہلہ بنائی گئی ہے۔ کہ ہر شخص کو اس پر عمل آسان ہو اور ہر وقت میسر وممکن اور ہر ملک ومکان میں اس کے عمل کا امکان اور ظاہر ہے کہ غسل بمقابلہ وضو مشکل اور دشوار ہے۔ اول اس میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے۔ اور زیادہ

مصروف کام افراد کے لئے یہ تکلیف مالایطاق ناقابل برداشت ہے۔

دوم۔ اس میں پانی بہت صرف ہوتا ہے۔ اور ہر شخص کیلئے ہر وقت اور ہر جگہ اس کا امکان نہیں خصوصاً ایسے ممالک و بلاد و مقامات میں جہاں وہ کمیاب ہے۔ یا حصول دشوار۔

سوم۔ موسم کے لحاظ سے ہر روز چہ جائیکہ پانچ وقت اس کو ادا کرنا دشوار بلکہ ناممکن مثلاً شدت سرما میں یا ایک دائم المرض مکلف کیلئے اور اسی طرح بعض اوقات عارضی وقت مریض کیلئے بھی دوران مرض ہیں۔

چہارم۔ اس کی اتنی کثرت مضر صحت عامہ انسانی ہے۔ اور طب و حکمت اس کی شاہد۔ خاص افراد کیلئے۔ خاص اوقات میں خاص خاص مقامات پر اتنے غسل شاید مفید اور ممکن ہو سکتے ہوں۔ ورنہ نہیں۔ لہٰذا اقتضاء شرعی اسکو مقتضی ہے کہ جو طہارت روزمرہ اور پانچ وقت لازم ہے وہ آسان اور سہل الحصول ہونا کہ سب افراد حسب طاقت و استطاعت و حیثیت و صحت اس پر عمل کر سکیں اور ایسی طہارت وضو ہی ہے نہ غسل۔ اور اس قانون کا عام ہونا ہی موجب اتحاد عمل و تنظیم عبادتی ہے۔ اور کوئی قانون بھی افراد کے لحاظ سے نہیں بلکہ نوع یا قوم کے لحاظ سے بنتا ہے۔ اور سہولت اور مصلحت عمومی ہی مدنظر ہوتی ہے۔ اسلئے وضو کو حکمت شرع نے عام کیا۔ اور غسل کو خاص رکھا جیساکہ مثلاً جنب مرد و زن اور حائضہ عورت۔

اور وجوب غسل جنابت کی علت و حکمت یہ ہے کہ انسان کو حالت مباشرت میں جوش شہوانی پیدا ہوتا ہے۔ اس وقت سوائے اس فعل و عمل کے اور کچھ یاد

طہارت کی صورتیں وہ حکیم صرف وضو کو کافی سمجھتا ہے۔ اور وہی بندے کیلئے سہل الحصول ہے۔ ہر روز اور ہر حالت میں اور ہر مقام پہ اور ہر ملک میں اور ہر موسم میں ہے غسل آسان نہیں۔ جنابت کبھی طاری ہوتی ہے۔ اور خاص اوقات میں اس کیلئے طہارت اور رکھی ہے جو ذرا مشکل ہے اور جو کبھی کبھی ممکن وسہل الحصول ہو سکتی ہے۔ فَانْظُرُوْا اِلٰی حِکْمَتِہٖ وَاٰثَارِ رَحْمَتِہٖ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار۔ والے یورپ زدہ احباب جو کہتے ہیں کہ غسل جب بہتر طہارت اور زیادہ کامل ہے تو وہی کیوں نہ واجب کیا۔ وضو کیوں واجب کیا۔ جب ہم صبح یا دوپہر یا شام کو عام طور پہ ٹھنڈا ہونے یا کثافت دور کرنے اور گرد وغبار صاف کرنے کیلئے غسل کرتے ہیں تو اس سے کیوں نماز نہیں پڑھتے۔ اس غسل کے بعد ایک اصطلاحی عبادت وضو کی پھر کیا ضرورت ہے۔ وہ ان دلائل وان حکم الٰہی پہ غور اور اپنے نفس سرکش کی اصلاح کریں اور سمجھیں کہ ہماری عقل محدود وناقص اس عقل کامل اور عقل مجسم کو نہیں پہنچ سکتی ہے

تو کارِ زمیں را نکو ساختی

کہ با آسماں نیز پرداختی

دنیاوی قانون اور اہل سیاست کے ہر حکم وفعل کی حکمت وعلت غائی تم نہیں سمجھ سکتے اور یقیناً نہیں سمجھ سکتے تو درگاہ الٰہی کے تعلیمیافتہ معلمین اور سیاست دینی کے ماہرین کے احکام کی علتوں کو کیسے سمجھ سکتے ہو۔ تمہاری عقل محدود اگر بہت ترقی کر جائے تو کائنات کی حد تک پہنچ سکتی ہے اور مخلوقات کی کچھ

حکمتیں نہ ساری اور ان کے خواص و آثار ترکیبیہ و تحلیلیہ پہچان سکتی ہے خالق
کائنات اور اس کی صفات اور افعال کو کہاں پہچان سکتی ہے۔ وہاں تک اس
کی رسائی کب ممکن ہے۔ دین ناموس الٰہی ہے۔ اور جان دین و مذہب
الوہیت و تعلیم الٰہیات اور ہادی دین فوق عالم نوع بشری (سوپر مین) اور
وہی معلم الٰہیات تمہاری سائنس محض مادیات مرکبہ کے آثار تحلیلیہ و ترکیبیہ اور
اس کے خواص و صفات تک محدود ہے۔ مافوق مادیت سے سائنس کو کوئی
تعلق اور نسبت نہیں اور مافوق مادیہ کی بحث کر سکتا ہے یا کرتا ہے تو تمہارا
فلسفہ وہ بھی فلسفہ الٰہیات (میٹافزکس) اگر تمہیں اس دہریت و مادیت کے
زمانہ میں پڑھایا جاتا ہو تو کائنات اور ماہیات و مخلوقات کے دریافت و ادراک تک
پہنچا سکتا ہے خالق کائنات کا ادراک اس فلسفہ سے بھی محال ہے اور عقول
مخلوق کی رسائی کنہ ذات خالق بلکہ صفات خالق تک ناممکن ہے۔ لہذا جہاں
سائنس کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ وہاں سے فلسفہ کی ابتدا ہوتی ہے اور جہاں
فلسفہ انسانی کی انتہا ہوتی ہے۔ وہاں سے دین و مذہب کی ابتدا ہوتی ہے
یعنی تصدیق خالق و معرفت رب الارباب۔ بنابریں فلسفہ انسانی۔ دینی
احکام و الٰہیات کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکتا لیکن ناموس الٰہی یعنی قانون حکیم
ازلی فلسفہ انسانی اور سائنس انسانی کو محیط ہوتا ہے کہ یہ درجات علوم
اس سے تحت ہیں اور وہ اس سے فوق حقیقی حکیم خالق کائنات ہے (وھو العلی
الحکیم)
اور پھر اس کا خلیفہ مثلاً محمد مصطفےٰ کہ معلم کتاب و حکمت ہے یُعَلِّمُھُمُ

اَلْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ" وہ
ان کو کتاب وحکمت پڑھاتا ہے۔ اگرچہ وہ اس سے قبل سراسر غیر معروف
تھے۔ پھر اگر اسلام میں کوئی حکیم ہے تو وہ خلفاء اللہ جو جانشین خلیفہ اعظم خاتم
النبیین ہیں مثلاً علی ابن ابی طالب۔ وَاِنَّہٗ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ لَدَیْنَا
لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ۔ بیشک وہ ہمارے نزدیک ام الکتاب میں علی وحکیم
ہے۔ اور مظہر کامل حکیم ازلی ہے۔ پھر جو بتلائیں وہ سب سراسر حکمت ہوگی
اور جو کوئی حکم یا عمل اسلامی جو ان معلمین اور حکماء روحانی نے تعلیم دیا۔
اور تبلیغ کیا ہے حکمت پر مبنی ہوگا۔ "وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ حِکْمَتَهُمْ" تم انکی حکمت
کو کہاں دریافت کر سکتے ہو۔ اگر کر لو تو پھر ویسے ہی ہو گئے۔

ان حکماء نے یہ احکام وضو جاری کئے ہیں غسل ہر وقت آسان نہیں
ہاں کسی وقت آسان ہو سکتا ہے۔ اس کو کبھی کبھی مامور و معمول بنا دیا ہے جبکہ
ضرورت ہو جیساکہ مذکور ہوا غسل جنابت وغیرہ۔ اور کبھی کبھی سنت رکھدیا ہے
جیساکہ غسل جمعہ وغسل اعیاد اسلامیہ وغیرہا۔ اور اس میں کوئی دقت نہیں
ہوتی جمعہ کو کیونکہ بہت سے افراد جمع ہو کر نماز ادا کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کے
افراد شریک ہوتے ہیں غربا اور کثیف افراد بھی شامل ہوتے ہیں۔
جن بیچاروں کو نہ ہر ہفتہ تبدیل لباس میسر ہے نہ ہر مہینے۔ اس لئے جماعت
میں شرکت کیلئے غسل اور تبدیل لباس مصفا بھی سنت قرار دیا گیا ہے اور
خوشبو لگانا بھی کہ مجمع کے دماغ معطر ہوں اور خود بوئے کثیف سے محفوظ
رہیں۔ اور ملاقات مومنین کا حق بھی ادا ہو۔ اور ان حکمتوں کا ہماری عقلیں ادراک

اور احاطہ نہیں کر سکتیں۔ ہمارا فرض ہے ان کے ہر حکم کے آگے سر جھکا دیں جو اسلام کے معنی ہیں مصالح و حکم احکام کو وہ ہی جانتے ہیں۔

تیمم جب انسان پر ایسی حالت طاری ہو جائے مثل مرض وغیرہ کہ پانی کو استعمال نہ کر سکے یا ایسی جگہ ہو یا وقت ہو جہاں پانی میسر نہیں یا پانی کی طلب و تلاش کیلئے وقت نہیں اور نماز کا وقت جا رہا ہے۔ تو رحیم مطلق نے ایسے معذور یا مجبور یا عاجز و قاصر کیلئے اپنی رحمت سے یہہ حکم جاری فرمایا ہے کہ ایسی حالت میں اپنی معذوری میں عاجزی و خاکساری کا اظہار خاک آلودگی سے کرو اور ہاتھ اور منہ پر خاک مسح کر کے اسکی حضوری میں حاضر ہو۔ کہ یہ خاکساری اسے محبوب ہے "فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا" اور یہہ بھی شریعت محمدیہ کے شریعت سہلہ ہونے کا بہترین ثبوت ہے کہ وہ انسان پر اتنا ہی بار ڈالتی ہے جو اس کیلئے ممکن بلکہ آسانی سے ممکن ہو۔ اور اسلیئے شریعت دین کی پابندی کو مشکل بتلانے والے یا دولت عقل کے مفلس ہیں۔ اور خزینۂ دماغ اس جوہر سے خالی یا یورپ کی اندھی تقلید کی پٹی آنکھوں پر بندھی ہے اور بعض دونو صفتوں سے موصوف۔

لباس و طہارت لباس

اس طہارت کے بعد اس عبادت کیلئے جو توحید پرستی کا حقیقی آئینہ ہے عبادتگزار کے لباس کی طہارت بھی ضروری ہے۔ اگر لباس طاہر نہ ہوگا تو یہ عبادت درست اور صحیح نہ ہوسکیگی۔ بلکہ اگر نجاست کا شبہ بھی ہوگا تو اس عبادت کی صحت میں شبہ ہو جائیگا۔ لہذا لباس ایسی کھال یا اون یا پشم کا نہ ہو۔ جو حکمت شرعیہ نے نجس قرار دی ہیں۔ اور خالص زربفت اور ریشمی بھی نہ ہو کہ یہ لباس مرد کیلئے موجب غرور

ہے۔ اور نسوانی مشابہت اور عورت کیلئے لباس زربفت و ریشمی جائز ہے اور
اور اُن کی زینت ہے ؎

رشتۂ زیبا و جامۂ دیبا
ایں ہمہ زینت زناں باشد

ہاں سخت سردی یا جنگ کے موقع پر لباس ریشمی مرد کیلئے مستثنیٰ ہے۔ ایسی
مجبوری میں پہن سکتا ہے۔ اور اسی حالت میں نماز بھی ادا کر سکتا ہے لباس
ایسا باریک اور ایسی وضع کا بھی نہ ہو جس سے بدن نمایاں ہو یا رنگ بدن
کہ ایسی صورت اور وضع سے دربار جلال الٰہی میں حاضری ناپسند ہے۔ اور اس کے
ماسوا ہر قسم کا لباس جائز ہے لیکن بندگی اور خاکساری کیلئے بہتر یہی ہے کہ لباس
روئی کا اور سفید ہو۔ اس میں ثواب زیادہ ہے یعنی قدرت کو زیادہ محبوب ہے
اور یہ ہر شخص کیلئے ممکن اور سہل الحصول بھی ہے اور اس صورت میں تمام عبادت
گذاروں میں خصوصاً حالتِ جماعت میں اتحاد و یک رنگی بھی ممکن ہے اور یہی صورت
لباس حجاج میں ملحوظ کہ سب ایک جیسے لباس میں خانۂ خدا کی حاضری دیں اور
طریق دربار شاہی عام طور پر بھی یہی ہے کہ لباس دربار مخصوص وضع کا اور ایک
ہی ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی ہونا چاہئے۔

لباس طاہر بھی اور صاف و مصفا بھی ہو اور معطر ہو تو اور بہتر کہ دماغ میں فرحت
تازگی زیادہ رہیگی۔ اور زیادہ مناسب یہ رکھا گیا ہے کہ نمازی یہ حاضری پورے
لباس میں دے اور پانچوں کپڑوں سے حاضر ہو۔ صرف پیشانی کھلی رہے سب بدن
ملبوس اور آداب درباری اسیکو مقتضی ہیں۔ اور نوع انسانی میں عموماً یہی صورت

صورت حاضری دربار کیلئے پسند کی گئی ہے کبھی کوئی آقا یا بادشاہ اس کو پسند نہ کریگا کہ اس کے برعکس یا رعایا اس کے سامنے برہنہ یا نیم برہنہ حاضر ہوں۔ یہ کھلی بدتہذیبی ہے۔ دربار الٰہی میں کیونکر مقبول ہوسکتی ہے۔ افسوس ہے ہمارے اکثر برادران اسلامی پر کہ دنیاوی درباروں میں اپنے بہترین او رمکمل لباس سے حاضر ہوتے ہیں اور خدا کی حضوری اور بندگی میں لنگوٹا باندھا اور کھڑے ہو گئے۔ بلکہ باہر نکلیں تو پورے لباس سے خصوصًا بازار جائیں تو پورے لباس سے دفتر جائیں تو پورے لباس سے اور مسجد میں جائیں تو صدری اور تہبند یا کرتا اور تہبند یا خیر پائجامہ اور کرتا اور ٹوپی۔

حکم شریعت ہے کہ انسان اس دربار الٰہی کی حاضری میں جہانتک اور جو اس کو ممکن ہے مکمل لباس اور طاہر وصاف لباس سے حاضر ہو۔ ہاں مجبور معذور ہے۔ اس کے لئے جو ممکن ہو اور جیسا ممکن ہو اور جتنا ممکن ہو حتیٰ کہ اگر ایسا معذور یا مجبور ہے کہ قطعًا لباس نہیں رکھتا یا طاہر لباس نہیں رکھتا۔ یا ایک قیدی جو ہمیشہ لباس طاہر کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ تو جس حالت میں ہے۔ اس میں نماز ادا کرے۔ مگر ترک نہ کرے برہنہ اگر ممکن ہے تو پتے ہی باندھ لے۔ یا آگے پیچھے ہاتھ رکھکر فرض ادا کرے یا بیٹھکر پڑھ لے کہ کچھ پردہ پوشی ہو جائیگی۔ اور ستار العیوب اور غفار الذنوب ذات پاک اس کی عاجزی و مجبوری کی اس عبادت کو منظور فرمائیگی کہ "لا یکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعہا"

اکثر افراد مذاہب دنیا طہارت جسمانی کی طرح لباس کی طہارت میں بھی اپنی عبادات کے لئے ایسی پابندی نہیں رکھتے اور نہ وضع او رتکمیل لباس میں۔ ان فطری اور حقیقی

اصول لباس کے پابند ہوتے ہیں اور نہ اس کی عبادت کیلئے پروا کرتے ہیں اور اس سے ظاہر ہے کہ ایسا کرنے سے توہین عبادت اور تحقیر معبود کا ثبوت دیتے ہیں خصوصاً ہندی مشرک۔ بلکہ ان کے یہاں تو نیم برہنگی ہی محبوب نظر آتی ہے اور کاملین کیلئے پوری برہنگی۔ چنانچہ ان کے عباد و زہاد سادھو برہمچاری ہمیشہ نیم برہنہ نظر آتے ہیں۔ بلکہ ملک میں اس دور ترقی میں بھی کم سے کم چھ لاکھ ننگے پھرتے ہیں اور ہندو ان کو بڑا ولی سمجھتے ہیں اور انکی عورات انکو پوجتی ہیں اس سے بھی ظاہر ہے کہ صحیح خدا پرستی صرف اسلام میں ہے۔ دنیا اس سے خالی۔ خصوصاً مشرکین ہند کہ انکو خدا پرستی اور توحید پرستی سے دور کا بھی لگاؤ نہیں رہا ہے جبکہ لنگ پوجا اور...... پوجا انکا اصل دین ہے اور انکے اہل معرفت اس پر عامل۔

اگر ہندی تاریخ دیانت اور انکے جملہ فرقہ ہائے مذہبی کے اعتقادات عبادات پر نظر غائر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ سوائے خدا کے ہر چیز کو پوجتے ہیں اور ان کے کاملین زہاد و عباد ہمیشہ پلید رہتے ہیں کبھی کوئی غسل نہیں کرتے۔ بلکہ ایسے فرقے بھی سننے جاتے ہیں جیسے وام مارگی جو زنا بھوگ کرتے اور نجاسات محضہ کھاتے ہیں اور اس کو عبادت سمجھتے ہیں یعنی بول و براز۔ مار الرجال۔ دم الطمث والنفاس۔ انکی بہترین طیبات ہیں۔ معاذ اللہ سچ ہے۔

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے

یہاں ہمارے یورپ زدہ مسلمان بھائیوں کو معلوم رہنا چاہئے کہ ان کے عیسائی بھائی ان طہارات غسل وغیرہ کے قطعاً قائل نہیں ہیں۔ بلکہ اکثر مقامات کے عیسائی غسل کو سخت عیب جانتے ہیں۔ اور اس کو اسلامی نشان سمجھتے

ہیں اور اس لئے اجتناب واجب خیال کرتے ہیں اور اب تلک پکے عیسائی اگر کبھی کسی شخص کو غسل کرتے دیکھ لیں تو کہتے ہیں کہ مسلمان ہو گیا۔ بلقان سٹیٹس میں مسلمانوں کو اس بات کے معلوم کرنے اور اکثر دیکھنے کا موقع ملا ہے اور وہاں سے انہوں نے دوسرے عیسائی حضرات کے اس اصول کو معلوم کیا ہے اور وہیں سے ہمیں پہنچا۔ خود انگلینڈ میں آپکو اب تک ایسے افراد ملینگے جنہوں نے تمام عمر غسل نہیں کیا یا برسوں سے غسل نہیں کیا۔ ہاں کچھ لوگ اب ضرور غسل کے پابند اور عادی ہوتے جارہے ہیں۔ اور ہمارے یہ فرنگی آپ سمجھتے ہیں کہ ان سے زیادہ کوئی صاف و پاک نہیں رہتا۔ حالانکہ صاف کبھی رہتے ہیں پاک کبھی بھی نہیں رہتے۔ اور یہی حال تمام دنیا کا ہے۔ اگر پاک رہتا ہے تو بس مسلمان۔ اگر کامل طہارت ہے تو بس مسلمانوں ہیں۔ اور اگر عبادت خدا کسی کی قبول ہو سکتی ہے تو مسلمانوں کی۔

سمت قبلہ

اس میں شک نہیں کہ خدا ہر جگہ ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر اور اس کی ذات لامکان ہے۔ کوئی جگہ اس کی نہیں اس لئے ہر طرف اسکی عبادت میں توجہ ہو سکتی ہے لیکن عبادت بجالانے یا اس کا دھیان جمانے کیلئے یہ ناممکن ہے کہ آدمی کٹ پتلی کی طرح ہر طرف ناچے اور کبھی الٹا ہو اور کبھی سیدھا۔ اگر ایسا کرے تو وہ آدمی نہیں بندر کہلائیگا۔ یہ عبادت نہ ہو گی۔ بلکہ ناچ ہو گا یا دھیان ہٹی کا تماشہ۔ اور ساتھ ہی یہ کہ اصل مقصود توجہ الی اللہ۔ ذکر خدا اور دھیان بہ پہنچنا اس سے ہرگز حاصل نہ ہو گا بلکہ حواس ہی درست نہ رہینگے۔ لہذا لازم ہوا کہ خدا کا دھیان جمانے۔ اسکی

یاد دہیں قائم کرنے۔ اس کی بارگاہ ناز میں سر جھکانے کیلئے جو اصل بندگی و عبودیت کا نشان ہے کوئی سمت مقرر ہونی چاہیئے اور انسان چاروں سمتوں میں سے کسی ایک طرف منہ کر کے اس عبادت و بندگی کے فریضہ کو ادا کرے۔ خواہ کسی سمت کو کرے لیکن اس صورت میں ایک نقص رہیگا۔ تمام عبادتگذاروں اور بندگی کرنے والوں میں یک جہتی اور یک رنگی اور صورت تنظیم عبادتی نہ ہوگی لہذا یہ صورت بھی ہرگز پسندیدۂ عقل نہ ہوگی کہ ایک عبادتگاہ میں یا ایک میدان میں یا گھر میں سب لوگ اس عبادت کو ادا کر رہے ہیں کسی کا منہ مشرق کو اور کسی کا مغرب کو اور کسی کا شمال کو اور کسی کا جنوب کو۔ نہایت بدنما منظر ہوگا۔ بہ نسبت اس کے کہ سب خاموشی کے ساتھ ایک ہی جانب متوجہ اور ایک ہی سمت جھکے ہوئے ہوں اور سب ایک ہی رخ پر ذکر خدا کر رہے ہوں لہذا اس بندگی کیلئے سمت مقررہ ضرور ہوئی۔ اسیکو عربی میں قبلہ کہتے ہیں۔ یعنی سمت توجہ اور دین الہی میں جہت عبادت اور سمت توجہ الی اللہ مکہ قرار پایا کہ مرکز زمین ہے۔ اول جائے عبادت ہے۔ اول مقام سجدہ ہے کہ ملائکہ نے اس عالم دہری میں حضرت آدم کو جو سجدۂ تعظیمی ادا کیا تھا۔ اسی مقام پہ کیا تھا اور وہ مقام منیٰ ہے یہی سرزمین سب سے پہلے ہادیان دین کا مرکز بنی۔ اور یہیں سب سے پہلا عبادتخانہ بنا (کعبہ) اور حضرت آدم نے اس کی بنا رکھی۔ اس لئے حکمت شرعی مقتضی ہوئی کہ اس اول عبادتگاہ اور حرم خدا کو جہت توجہ و سمت قبلہ قرار دیا جائے۔ اور اس لئے ہمیشہ دین الہی کے ہادی اور ناموس الہی کے مبلغ اس طرف رخ کر کے سجدۂ الہی بجالانے اور اظہار عبودیت و بندگی کرتے

تھے۔ ہاں بنی اسرائیل کے زمانہ میں بیت المقدس سمت قبلہ رہا ہے کیونکہ
انبیاء بنی اسرائیل صرف بنی اسرائیل پر مبعوث تھے اور انہی کے ہادی انکا
قبلہ انبیاء بنی اسرائیل ہی کی مقدس عبادتگاہ بیت المقدس کو بنایا گیا۔ اور
جب بنی اسمٰعیل کا آخری پیغمبر آگیا اور اس کی تبلیغ جاری ہوگئی تو پھر وہی قدیم
عبادتخانہ جو اسی خصوصیت عبادت اور بنا ر انبیاء کی وجہ سے خانۂ خدا کہلایا۔
اور زبان قدرت نے اس کی خصوصیت کو مقبول و منظور کرکے اسکو اپنا
گھر اور اپنا حرم کہا۔ جہت عبادت و قبلہ ہوا جس کی حکمت و موزونیت
واضح ہے۔ اور اب یہ خصوصیت اور بڑھ چکی ہے کہ ہادی اسلام کا وطن
ہے اور بالخصوص منا کے کعبہ۔ اس کے نائب و وزیر یعنی علی کی جائے ولادت
ہے۔ جو اس کے بعد پیشوائے کل اور روحانی قبلۂ انام و کعبۂ اسلام ہے۔
"مَثَلُ عَلِیٍّ مِثْلُ الْکَعْبَۃِ یُؤتیٰ اِلَیْہِ وَلَا یَاتِیْ"۔ (حدیث رسول) علی کی
مثال کعبہ کی سی ہے کہ اس کی طرف لوگ آتے اور متوجہ ہوتے ہیں اس کا کام
نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی طرف جائے اور ان کی طرف متوجہ ہو۔ جو کعبہ سے منہ
موڑیگا وہ اپنا دین کھوئیگا۔ جو علی سے منہ موڑیگا وہ اپنے ایمان سے ہاتھ
دھوئیگا۔ حکمت شرعی میں اب موزون ہوا۔ کہ کعبہ اور حرم خدا سمت
قبلہ اور جہت سجدہ قرار پائے۔ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْ فَوَلُّوا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ
جہاں کہیں بھی تم ہو جس حالت میں ہو۔ سفر میں ہو حضر میں سوار ہو پیادہ ہو ریل میں
ہو یا کشتی میں۔ نماز کی نیت کے وقت ضرور مسجد الحرام کی طرف منہ پھیرو۔ اور
ادھر ہی رخ کرو۔ ورنہ یہ عبادت قبول نہ ہوگی کہ مامور ہو چکے ہو اور امر الٰہی سے

روگردانی موجب بطلان عبادت ہے۔ اور یہ خاص نشان تنظیم عبادتی ہے کہ پانچوں وقت نماز میں کل دنیا کے مسلمان اپنے مرکز اسلام کی طرف متوجہ مشغول عبادت نظر آتے ہیں۔

اور اس بیان سے یہ بھی واضح ہے کہ مسلمان کعبہ کو سجدہ نہیں کرتے بلکہ کعبہ والے کو کرتے ہیں۔ حجر اسود یا اس سنگی عمارت کو مشرکین کی طرح نہیں پوجتے۔ بلکہ مالک عمارت کو۔ کعبہ کو سجدہ نہیں کرتے۔ بلکہ کعبہ بنانے والے اور کل مخلوقات کے بنانے والے کو سجدہ کرتے ہیں جس کی ذات پاک جہت و سمت سے آزاد ہے اور مکان و زمان میں محدود نہیں۔ سمت سجدہ و عبادت اور چیز ہے اور مسجود و معبود اور سمت سجدہ یہ مکان ہی (کعبہ) اور مسجود مسجدہ گزار معبود عبادت گذار حد و مکان۔ بلکہ سرحد عقل و ادراک سے باہر ہے اور اسلئے حقیقۃً کعبہ قبلہ (مسجود) حقیقی نہیں۔ بلکہ اس قبلہ اصلی اور مسجود حقیقی کی سمت عبادت بتانیوالا قبلہ نما ہے ؎

ہے پرے سرحد ادراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہیں

لہذا ہماری یہ خالص عبادت و خدا پرستی اس شبۂ شرک سے پاک ہے اور مخالفین اسلام و معترضین کا کلام ایک قسم کی بکواس۔ وہ سخن شناس نہیں تو اسرار الٰہی کو کیا سمجھ سکتے ہیں "لَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعَالِمُوْنَ وَلَا یَعْلَمُهَا اِلَّا الْعَاقِلُوْنَ"۔

ان مقدمات کی تصحیح و تکمیل کے بعد جو شخص اس عبادت کو بہ نیت خالص

کہ اس کی عبادت کر رہا ہے اور اس لئے کر رہا ہے کہ وہ مستحق عبادت ہے نہ کسی غرض دینی یا دنیاوی کیلئے اور نہ دکھاوے کیلئے اور نہ عبادتگذار کہلانے کیلئے اور نہ محض بہشت کی طمع اور نہ محض خوف جہنم سے اس کے ارکان و احکام۔ قیام۔ قرأت۔ قنوت۔ رکوع۔ سجود۔ تشہد و تسلیم کو پورا پورا اور صحیح ادا کرے اور قرأت کرے۔ تو یہ اس کی نماز مکمل ادا ہوگئی۔ اس فرض سے سبکدوش ہوگیا۔ اور ترک صلوٰۃ کے جرم سے بری اور ہمارے اکثر نمازی ایسے ہی ہیں لیکن ان کے ساتھ کچھ باطنی شرائط ہیں جن سے نماز بارگاہ الٰہی میں قبول ہوتی ہے اور نمازی پر اس کے اصلی اسرار اور آثار مرتب ہوتے ہیں اور معراج روحانی اس کو حاصل ہوتی ہے۔ کہ اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

جائے نماز

سمت قبلہ کی طرح۔ اسلامی نماز کی ادائیگی میں نمازگذار کی نماز پڑھنے کی جگہ بھی طاہر اور جائز ہو غصبی جگہ نہ ہو اور ناپاک نہ ہو۔ اور جائے نماز کے یقینی طاہر و جائز ہونے کیلئے مخصوص عبادتگاہیں مسجد بنائی جاتی ہیں۔ اور یہ حکم ہے کہ اکثر نماز پنجگانہ مساجد ہی میں ادا کی جائے۔

ہاں سنت و نوافل بہتر ہے کہ گھر پر پڑھی جائیں۔ تاکہ شائبہ ریاکاری پیدا نہ ہو۔ دیگر مذاہب میں بھی عبادتخانہ ضرور ہوتے ہیں لیکن عبادت کے ان اصول کی ان کے لئے پابندی لازمی نہیں اور نہ ان کیلئے ممکن ہے۔ اور اس لئے بھی انکی عبادات نامقبول ہی ہیں۔ آجکل ہمارے مسلمان بھائی بھی مساجد کی طہارت کا خاص خیال نہیں رکھتے۔ اور چونکہ عام طور پر مشرکین سے مباشرت رکھتے ہیں اس سلسلہ میں انکی مساجد نجاست مشرکین سے پاک نہیں رہتیں۔ اور ایسی صورتیں

قبولیت نماز ناممکن بلکہ بعض حضرات تو اب غضب کی بھی پروا نہیں کرتے اور جہاں قابو پاتے ہیں مسجد بنا لیتے ہیں۔ ایسی صورت میں صحت نماز بھی دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ چہ جائیکہ قبولیت کا احتمال ہو۔

شرائط قبولیت نماز اسلامی اور اس کے اسرار باطنی

ان مقدمات و شرائط و ارکان اور احکام صحت نماز کی ادائیگی کے بعد قبولیت نماز کے لئے اول شرط کمال صحت عقیدہ ہے اگر عقیدہ میں اس کی نسبت یا اس کے دین کی نسبت کسی قسم کا شک ہے تو اس کی عبادت قبول نہیں اور اگر صحیح عقائد کیساتھ کچھ ایسے عقائد بھی دلمیں رکھتا ہے جو خدا نے تعلیم نہیں دیئے۔ اور درحقیقت اسکے دین میں داخل و شامل نہیں ہیں تو وہ بھی مشرک ہے اور اسکی عبادت قبول نہیں اور اگر صحیح معرفت خدا اقل درجہ بھی حاصل نہیں ہے تو اسکی عبادت بھی مثل اُس زاہد کی عبادت کے ہی جو جنگل میں اپنی جھونپڑی میں رات دن عبادت خدا کرتا تھا۔ اور یہ بھی تمنا رکھتا تھا کہ خدا اسکو قبول کرے اور اس کی مقبولیت کا نشان یہ ہے کہ وہ اپنے گدھے پر چڑھکر یہاں آئے اور یہ ہری ہری گھاس جو اس نے لگا رکھی ہے اپنے گدھے کو کھلا لے جائے۔ ایسے غیر عارف خدا کی عبادت جو خدا کو اپنے جیسا جسم اور گدھا سوار سمجھتا ہے قطعاً باطل ہے۔ اور ایسے عبادتگذار کے نامۂ اعمال میں اس کا کوئی ثواب درج نہیں ہوتا ایسے ہی اگر عبادت میں شرک کرے تو بھی وہ قبول نہیں یعنی اس طرح عبادت کرے جو اصل صورت عبادت خدائی نہیں ہے اور اس نے نہیں سکھائی اور بتلائی ہے لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔ اور ان کے عالموں اور عابدوں نے گھڑی اور سکھائی ہے۔ تب بھی یہ نماز نامقبول ہے اور اس طرح اگر عبادت میں کلاً یا جزاً کسی مخلوق کو

شامل کرے۔ تو یہ سب صریح شرک ہے اور عبادت باطل " اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ " ان لوگوں نے ایسی صورت میں گو یا اپنے زاہدوں اور عابدوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ اُنہوں نے اصل عبادت خدا کو بدلا۔ حلال کو حرام کیا اور حرام کو حلال کیا اور ان لوگوں نے ان امور میں انکی اطاعت اور پیروی کی تو یہ انہی کے عبادت گذار کہلائے (حدیث صحیح در تفسیر آیہ مذکورہ الصدر) یہ بھی خالص شرک عبادتی ہے۔ اور اس میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان بھی مبتلا ہیں۔ اور ایک ہی فرقہ ثابت ہوگا جس کی عبادت ایسے شرک سے پاک ہو۔ اگر معرفت نبی درست اور صحیح نہ ہو جو ذریعہ ہدایت اور وسیلہ عبادت اور واسطہ بین العبد و المعبود ہے۔ تب بھی نماز باطل ہے۔ اگر وہ نبی کو بالکل اپنا ہی جیسا سمجھتا ہے اور اس کے امتیازات نبوتی سے غافل یا منکر ہے۔ یا نبی کو مخلوق نہیں خالق سمجھتا ہے۔ یا مشرکین ہند کی طرح مثلاً خدا کا اوتار جانتا ہے یا صاف اسکو خدا ہی کہتا ہے یا ابن اللہ مانتا ہے " قَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ " یا آئندہ خلافت نبوی میں ایسا ہی شرک رکھتا ہو اور اس کی صحیح معرفت نہیں رکھتا۔ یا معرفت میں غلو کرتا ہے۔ اور مثلاً علی کو خدا کہتا ہے تب بھی نماز مصلی باطل ہے۔ اگرچہ رات دن نماز ہی میں گذارتا ہو۔ یہ سب نمازیں اس میں داخل ہیں " وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا " (جیسا کہ مقدمہ میں مذکور ہوا) قبولیت عبادت صحت قلب و اعتقاد قلبی پر موقوف ہے اور جس دل میں شک یا شبہ یا شرک ہو وہ دل مردہ ہے۔ قَالَ امیر المؤمنین سر اللہ فی العالمین " كُلُّ قَلْبٍ فِيْهِ شَكٌّ اَوْ شِرْكٌ

ساقِطٌ" ہر وہ قلب جس میں شک یا شرک ہو ساقط ہے۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔" اسدن نہ کیکو مال فائدہ دیگا اور نہ اولاد۔ نجات وہی پائیگا جو قلب سلیم کے ساتھ اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا۔ "ای الذی یلقی ربّہ ولیس فیہ سواہُ" یعنی وہ جو اپنے رب سے ایسے حال میں ملاقات کرے کہ اس کے دل میں بس وہی وہ ہو اور کوئی نہ ہو۔ قلب ماسوی سے پاک ہو۔ قلب مومن میں دوئی کی گنجائش نہیں وہاں تو بس وہی وہ ہونا چاہیئے اور ہوتا ہے جو فی مومن ہیں اور کسی دل میں جگہ نہیں ہوتی جتنی کہ اپنی دوئی بھی منظور نہیں اور بس اسکی یاد ہوتی ہے۔ پروردگارا بیشک ؎

مقیداں تو از یادِ غیر خاموش اند
بخاطرے کہ توئی دیگراں فراموش اند

اس سے ظاہر ہے کہ دنیا کے جتنے مذاہب اور ان کے ماننے والے ہیں۔ اس قسم کے شرک سے پاک نہیں ہیں۔ اور اس لئے اُنکی یہ عبادات قطعاً نامقبول ہیں اور ایسے ہی بہت سے فرق اسلامی بھی کہ وہ ایسے شرک میں مبتلا ہیں۔ یعنی بہتر فرقے۔ اسی طرف یہ آیت ناظر ہے۔ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ (یوسف) اور نہیں ایمان رکھتے ان میں سے اکثر خدا پر مگر اس حال میں کہ وہ شرک میں مقید ہیں۔ خالص توحید نہیں رکھتے۔ اور ناجی وہی تہتر داں فرقہ ہے جو اس قسم کے اعتقادات و آمیزش شرک سے پاک ہے۔ اور اس کی یہ عبادت اسلامی نماز مقبول بارگاہ احدیت ہو سکتی ہے

سوم۔ اسلامی نماز کی قبولیت کی سب سے بڑی اور اہم شرط توجہ و اقبال قلب ہے

جس طرح مصلی خانہ خدا میں یا اپنے مصلی پر اس عبادت کیلئے حاضر ہوتا ہے اس کا دل بھی حقیقتہً بارگاہِ ایزدی میں حاضر ہو۔ اور وہ یہ یقین حاصل کئے ہوئے ہو کہ میں اس کے سامنے کھڑا اس کا ذکر کر رہا ہوں اور وہ مجھکو دیکھ رہا۔ اور میری طرف متوجہ ہے۔ اگر مصلی نماز ادا کر رہا ہے اور دل اس کا کہیں ہے اور وساوس وخیالات میں غرق۔ تو وہ حقیقتہً بارگاہ الٰہی میں حاضری نہیں دے رہا وہ انہی خیالات ووساوس کو پوج رہا ہے بغیر رجوع قلب و اقبال قلب کوئی نماز قبول نہیں ہوسکتی۔ بلکہ مردود ہو جاتی ہے معاذ اللہ یعنی حقیقت یہ ہے کہ فطرۃ انسانی بتلاتی ہے۔ کہ انسان اگر اپنے مالک وآقا یا بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے۔ تو ہیبت وجلال شاہی سے اس کے آستانۂ عظمت پر قدم رکھتے ہی اس پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ ڈرتا ہے کہ مبادا میری حاضری وحضوری میں کوئی حرکت خلاف آداب دربار شاہی صادر ہو جائے اور بادشاہ مجھ سے ناراض ہو کر منہ موڑ لے یا فوراً نکلوا دے۔ اسلئے اسکی ساری توجہ اسی طرف رہتی ہے کہ بادشاہ سامنے ہے۔ میں جو کہوں اور جو عمل وفعل مجھ سے صادر ہو وہ صحیح موافق آداب ہو۔ جس دل میں یہ خوف طاری نہ ہوگا وہ ہرگز قلباً متوجہ نہ ہوگا اور اس کی حرکات وسکنات موافق آداب نہ ہونگی پس یہی صورت نمازی کی حضوری کی ہے۔ جن پر عظمت جلال الٰہی کا رعب ہوتا ہے انکا دل بس اسی طرف متوجہ رہتا ہے اور ہر حرکت وسکون اس توجہ سے صادر ہوتا ہے۔ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ سخت افسوس ہے ان نماز گذاروں پر جو نماز کو غفلت سے ادا کرتے ہیں اور انکے

دل اس وقت حاضر و خائف نہیں ہوتے۔ نجات پانے والے وہی ہیں جو خائف و ترسان بحضور و اقبال قلب اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں "وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (مومنون) اور یہی لوگ مومن خالص اور ناجی و متقی ہیں جو ہر عمل جو وہ کرتے ہیں حالت خوف میں کرتے ہیں۔ ان کے دل حاضر و خائف و ترسان ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف رجوع کرنے اور اس کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ "فَالْوَجَلُ حَالَةَ الْعَمَلِ مُسْتَلْزِمٌ لِحُضُوْرِ الْقَلْبِ عَلٰى اَتَمِّ وَجْهٍ۔ حالت عمل میں دل پر خوف خدا طاری ہونا پورے طور پر حضور قلب کو مستلزم ہے۔ اگر دل خائف ہوگا تو متوجہ بھی ضرور ہوگا۔

وَعَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَجْتَمِعُ الرَّهْبَةُ وَالرَّغْبَةُ فِيْ قَلْبٍ اِلَّا وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَاِذَا صَلَّيْتَ فَاَقْبِلْ بِقَلْبِكَ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى فَاِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَبْدٍ مُؤْمِنٍ يُقْبِلُ بِقَلْبِهٖ عَلَى اللّٰهِ فِيْ صَلٰوتِهٖ وَدُعَائِهٖ اِلَّا اَقْبَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِقُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَيَّدَهٗ مَعَ مَوَدَّتِهِمْ اِيَّاهُ بِالْجَنَّةِ وَمَا لَكَ مِنْ صَلٰوتِكَ اِلَّا مَا اَقْبَلْتَ عَلَيْهِ فِيْهَا۔

حضرت صادقؑ سے مروی ہے جس دل میں خوف و رجا امید و بیم جمع ہوں ضرور اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے پس جب تو نماز پڑھے تو دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ جو بندۂ مومن دل سے اس کی طرف نماز میں متوجہ ہوتا ہے تو خدا تمام مومنین کے دلوں کو اسکی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ اور انکی مودت و رفاقت میں اسکو جنت عطا فرماتا ہے اور تیری کوئی نماز نماز نہیں ہے مگر وہی جس میں تو دل سے

اُس کی طرف متوجہ ہو۔

ایضاً۔ اِذَا قُمْتَ فِی الصَّلٰوۃِ فَعَلَیْکَ بِالْاِقْبَالِ عَلٰی صَلٰوتِکَ فَاِنَّہٗ مَالَکَ مِنْھَا اِلَّا مَا اَقْبَلْتَ عَلَیْہِ وَلَا تَعْبَثْ فِیْھَا بِیَدِکَ وَلَا بِرَاسِکَ وَلَا بِلِحْیَتِکَ وَلَا تُحَدِّثْ نَفْسَکَ وَلَا تَتَثَاءَبْ وَلَا تَمْتَخِطْ۔ اِذَا کُنْتَ فِیْ صَلٰوتِکَ فَعَلَیْکَ بِالْخُشُوْعِ وَالْاِقْبَالِ عَلٰی صَلٰوتِکَ فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ (مومن)

جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو تجھ پر توجہ الی اللہ واجب و لازم ہے۔ کیونکہ تمہاری نماز وہی ہے جس میں رجوع و خشوع و توجہ قلب ہو۔ پس جب نماز پڑھو تو نہ ہاتھوں سے کھیلو اور نہ سر کھجاؤ۔ اور نہ داڑھی سے کھیلو اور نہ دل سے باتیں کرو نہ انگڑائی لو اور نہ ناک صاف کرو۔ جب نماز میں ہو تو تم پر خضوع و خشوع و رجوع قلب لازم ہے کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ مومنین مخلصین وہی ہیں جو نماز خشوع و خضوع سے ادا کرتے ہیں یعنی خوف خدا کے ساتھ توجہ سے پڑھتے ہیں اور کسی عضو کو اس کے فطری مقام اور فطری وضع سے نہیں ہٹاتے اور حرکت نہیں دیتے ہر ایک عضو اپنی اپنی حالت پر یکساں تو اضع قائم ہوتا ہے۔ اسی واسطے ہاتھوں کو حرکت دیکر خلاف فطرت سینے یا ناف پر باندھنا رجوع و خشوع و اقبال اور توجہ قلب کے خلاف ہے اور موجب بطلان نماز قبولیت ہی نہیں بلکہ صحت نماز کے بھی خلاف اور نماز صحیح ادا ہی نہ ہوئی تو پھر قبولیت کی امید کیسی۔

عَنْ امیر المومنینؑ۔ طوبٰی لِمَنْ

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ خوشحال

أَخْلَصَ لِلّٰهِ الْعِبَادَةَ وَالدُّعَاءَ وَلَمْ يَشْغَلْ قَلْبَهُ بِمَا تَرَى عَيْنَاهُ وَلَمْ يَنْسَ ذِكْرَ اللّٰهِ بِمَا تَسْمَعُ أُذُنَاهُ وَلَمْ يَحْزَنْ صَدْرُهُ بِمَا أُعْطِيَ غَيْرُهُ۔

اس بندۂ مومن کا جو اپنی نماز اور دعا کو با اخلاص ادا کرے اور اس کا دل اس چیز کی طرف نماز میں مشغول نہ ہو جسکو اسکی آنکھیں دیکھتی ہیں اور جو اسکے کان سنتے ہیں وہ اسے یاد خدا سے غافل نہ کردیں اور اس کا دل اس سے محزون وغمگین نہ ہو کہ دنیا میں اوروں کو بہت نعمات دی گئی ہیں اور اس کو نہیں دی گئیں "ان اللہ عند القلوب المنکسرۃ" خدا تو شکستہ اور عاجز دلوں ہی میں ہوتا ہے جس دل میں حسد یا غرور یا حرص ہو وہاں خدا کا کیا کام۔

وَكَانَ عَلِيُّ ابْنُ الْحُسَيْنِ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلٰوةِ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ وَإِذَا سَجَدَ لَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ حَتّٰى يَرْفَضَّ عَرَقًا وَكَانَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلٰوةِ كَأَنَّهُ سَاقُ شَجَرَةٍ لَا يَتَحَرَّكُ مِنْهُ إِلَّا مَا حَرَّكَتْهُ الرِّيحُ۔

علیؑ ابن الحسینؑ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو خوف خدا سے رنگ زرد پڑ جاتا تھا اور جب سجدہ میں جاتے تو اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک کہ عرق عرق نہ ہو جائیں اور جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو اسطرح خاموش اور سکون ووقار کے ساتھ کہ گویا تنہ درخت ہیں جو حرکت نہیں کرتا مگر جب سخت ہوا ہی اسکو ہلا دے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِنْ قَامَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ فِي صَلٰوتِهِ

رسول اللہ نے فرمایا ہے اگر بندۂ مومن اپنی نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔ تو خدا

نَظَرَ اللّٰهُ اِلَیْهِ وَ اَقْبَلَ عَلَیْهِ
حَتّٰی یَنْصَرِفَ وَ اَظَلَّتْهُ الرَّحْمَةُ
مِنْ فَوْقِ رَاْسِهٖ اِلٰی اُفُقِ السَّمَآءِ
وَ الْمَلَائِکَةُ تَحُفُّهٗ مِنْ حَوْلِهٖ
اِلٰی اُفُقِ السَّمَآءِ وَ وَکَّلَ اللّٰهُ بِهٖ
مَلَکًا یَقُوْلُ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ لَوْ تَعْلَمُ
مَنْ یَنْظُرُ اِلَیْکَ وَ مَنْ تُنَاجِیْ
مَا الْتَفَتَّ وَ لَا زُلْتَ مِنْ مَوْضِعِکَ
اَبَدًا۔

اسکو دیکھتا ہے اور اس کی طرف
متوجہ ہو جاتا ہے جبتک وہ نماز سے
مڑے۔ اور رحمت خدا اس پر سر سے لیکر
آسمان تک چھا جاتی ہے اور فرشتے
اس کے ارد گرد کے آسمان تک اس کو
احاطہ کر لیتے ہیں۔ اور خدا ایک فرشتے
کو مقرر کرتا ہے جو ندا دیتا ہے کہ اے نمازی بندے
اگر تو اسوقت جانے کہ تجھے کون دیکھ رہا ہے اور
تو کس سے باتیں کر رہا ہے تو تو کبھی کسی
طرف متوجہ نہ ہوا اور برابر نماز ہی پڑھے جائے۔

وعن الصادق علیه السلام۔
مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُحَدِّثْ
فِیْهِمَا نَفْسَهٗ بِشَیْءٍ مِنَ الدُّنْیَا
غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ ذُنُوْبَهٗ وَ عَنْهُ
مَنْ حَبَسَ نَفْسَهٗ فِیْ صَلٰوةٍ فَرِیْضَةٍ
فَاَتَمَّ رُکُوْعَهَا وَ سُجُوْدَهَا وَ
خُشُوْعَهَا ثُمَّ مَجَّدَ اللّٰهَ عَزَّ وَ
جَلَّ وَ عَظَّمَهٗ وَ حَمِدَهٗ حَتّٰی
یَدْخُلَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْاُخْرٰی

صادق آل محمد فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص
دو رکعت نماز اس طرح پڑھے۔ کہ ان
میں کوئی دنیاوی خیال نہ آئے اور کوئی
وسوسہ دل میں پیدا نہ ہو تو خدا اس کے
سارے گناہ بخشدیتا ہے۔
نیز فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز فریضہ میں اپنے
نفس کو روکے رہے اور ادھر ادھر کی باتیں
دل میں نہ کرے اور اسکے رکوع و سجود و خشوع
خضوع کو پورا پورا ادا کرے اور بیٹھ کر خدا کے

لَمْ یَبْغِ شَیْئًا بَیْنَهُمَا کَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ کَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُعْتَمِرِ کَانَ مِنْ اَهْلِ عِلِّیِّیْنَ.

پاک کی تمجید و تعظیم و حمد بجالائے تا اینکہ دوسری نماز کا وقت داخل ہو جائے تو خدا وند عالم اس بندہ مومن مخلص کیلئے ایک حاجی کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے جس نے حج کے ساتھ عمرہ بھی ادا کیا ہو۔ اور یہ شخص ساکنان علیین میں ہے۔ وَمَا اَدْرَاكَ مَا عِلِّیُّوْنَ کِتَابٌ مَّرْقُوْمٌ یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ۔

ایضًا۔ وَمِنَ الصَّلٰوةِ مَا یُقْبَلُ نِصْفُهَا اَوْ ثُلُثُهَا اَوْ رُبُعُهَا خُمُسُهَا اِلٰی عُشْرِهَا وَاِنَّ مِنْهَا مَا تُلَفُّ کَمَا یُلَفُّ الثَّوْبُ فَیُضْرَبُ بِهَا وَجْهُ صَاحِبِهَا فَمَا لَكَ مِنْ صَلٰوتِكَ اِلَّا مَا اَقْبَلْتَ عَلَیْهِ۔

بعض نمازی کی نصف نماز قبول ہوتی ہے بعض کی تہائی بعض کی چوتھائی اور اسی طرح کسی کی دسواں حصہ (جہاں توجہ قلبی ہو جائے وہی مقبول ہوتی ہے باقی مردود) اور بعض نمازیں وہ ہیں جو کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہیں۔

غرض نماز صرف وہی مقبول بارگاہ ہے۔ جو کامل توجہ قلب کے ساتھ ہو کہ حقیقتًا اس کے سامنے کھڑا اس کی بندگی بجالا رہا ہے۔ اور یہ اسکو دیکھ رہا ہے اور وہ اس کو دیکھ رہا ہے یہ ادھر متوجہ ہے۔ اور وہ ادھر بلکہ وہ زیادہ متوجہ ہے کہ بندہ اگر اس کی طرف قدم توجہ بڑھائے تو وہ اس کی طرف زیادہ جھک جاتا اور متوجہ ہو جاتا ہے اور حدیث قدسی میں ارشاد فرماتا ہے:۔

اِذَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ الْعَبْدُ شِبْرًا	جب بندہ مجھ سے ایک بالشت نزدیک
تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا	ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ یا ایک گز اس
وَاِذَا جَآءَ اِلَیَّ مَاشِیًا جِئْتُ	سے نزدیک ہو جاتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف
اِلَیْہِ ھَرْوَلَۃً ۔	چلکر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر جاتا ہوں بندہ

جتنا اس سے نزدیک ہو وہ بیشک کی طرف جھکتا ہے۔ یہانتک کہ اپنے پاس ہی بلالیتا ہے۔ "دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی" بندہ نزدیک ہوا تو وہ جھکا اور دونوں میں دو کمان کا فاصلہ رہ گیا۔ بلکہ اس سے بھی کمتر
وَالصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ" نماز ہی میں مومن کو معراج ملتی ہے۔
پس اسلامی نماز موجب معراج روحانی ہے۔

اسلامی نماز حقیقۃً موجب قرب الٰہی ہے۔

اسلامی نماز میں دیدار خدا حاصل ہوتا ہے۔

چشم بصیرت دل کی آنکھ جلوہ الٰہی دیکھ لیتی ہے۔ اور اگر دیدار کوئی چیز ہی تو بس یہی ورنہ اس کی ذات دید کی لوث سے پاک ہے۔ "لَاتُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ" اور یہی مدعا ہے شاعر کا جو کہتا ہے:

کاش میری جبین شوق سجدوں سے سرفراز ہو
یار کی خاکِ آستاں تاج سر نیاز ہو
سامنے روئے یار ہو سجدے میں ہو سر نیاز
یوں ہی حریم ناز میں آٹھوں پہر نماز ہو

بشرطیکہ اس کو حقیقت میں لیا جائے اور مجاز سے کنارہ کیا جائے۔ کہ عشق حقیقی کے مقابلہ میں عشق مجازی خالص شرک ہے۔ جب ماسوی اللہ سے محبت ہوئی تو اخلاص توحید نہ رہا۔ اور عاشق کا دل قلب سلیم نہ ہوا فافہم وتدبر ولاتکن من الغافلین۔

اسلامی نماز۔ موجب جلاء قلب ہے۔ کیونکہ اسی سے دیدار و رویت حبیب حاصل ہوتی ہے اور حضرت سر اللہ فی العالمین امیر المومنین ارشاد فرماتے ہیں۔ "رُؤْیَۃُ الْحَبِیْبِ جِلَاءُ الْقَلْبِ"۔ "دیدار حبیب سے دل روشن ہو جاتا ہے"۔

ایضاً۔ نماز میں توجہ لازم ہے۔ اور توجہ کے لئے خوف خدا واجب اور خوف خدا موجب جلاء القلب ہے۔ "وَخَوْفُ اللّٰہِ یَجْلِی الْقَلْبَ" خوف خدا دل کو جلا دیتا ہے۔ جاہل ہیں اور زیور عقل سے عاری جو کہتے ہیں کہ خوف خدا دل کو کمزور کر دیتا ہے اور آدمی دنیا میں کام کرنے کیلئے آزاد نہیں رہتا۔

حالانکہ بدیہی ہے کہ اگر قلب مومن خائف نہ ہو تو نہ وہ فرائض عبادت ادا کر سکتا ہے۔ اور نہ فرائض عبودیت اور شفقت علی الخلق جو نصف دین ہے۔ بغیر خوف خدا و بغیر اس کے کہ مومن کے دل پر اس کی عظمت و جلال کا رعب قائم ہونا ممکن ہے۔ "وَالدِّیْنُ التَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ" (عن رسول اللہ) خالق اور حکم خالق کی تعظیم اور مخلوق پر رحم و شفقت کا نام ہی دین ہے۔ اور خلق خدا پر وہی ظلم کرتے ہیں اور رحم نہیں کھاتے

جو خدا سے نہیں ڈرتے یا اس کا اعتقاد ہی نہیں رکھتے۔ اور اس لئے تمام گناہوں اور بداخلاقیوں اور جرائم کے وہی مرتکب ہوتے جو خدا پر اعتقاد نہیں رکھتے یا اعتقاد رکھتے ہیں لیکن بوجہ عدم معرفت اس کا خوف دل میں نہیں رکھتے۔ یا کفر و گناہ سے ان کے دل سیاہ ہو گئے ہیں اس لئے وہ نور خدا کی ضیا پاشی سے محروم ہیں۔ دنیا میں لوگ جرائم کے مرتکب تب ہی ہوتے ہیں جب ان کے دل سے حاکم وقت کا خوف اٹھ جاتا ہے۔ یا اس کی سزا کی پروا نہیں کرتے۔ اور اس سے نہیں ڈرتے۔ اور کامل الایمان اشخاص اسی سے گناہوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور خاصان خدا پر چونکہ ہر آن اس کی عظمت و جلال کا رعب قائم رہتا ہے۔ اور ہر وقت خائف و ترسان وہ کبھی بھی اس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور ہر ایک گناہ سے پاک رہتے ہیں اور اس کے مسکین یتیم اور اسیر کی خبرگیری اور ان پر رحم اسی خوف سے کرتے ہیں۔ اور اس کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا۔ وہ مسکین یتیم و اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا۔ ہم تو بہ شفقت و رحم محض خوشنودی خدا کے لئے کرتے ہیں اور تم سے اس کا نہ بدلا چاہتے اور نہ شکریہ۔ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ہم اپنے رب کی طرف سے حساب و کتاب بازپرس کے سخت دن سے خوف کھاتے ہیں۔ اور اسی لئے اپنے عہدوں اور نذروں کو پورا کرتے ہیں۔ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا

سچے عبادت گذار کو یادِ خدا اور خوف خدا دنیا کی فنا اور اپنی موت بھی ضرور یاد
آتی ہے۔ اور ذکر موت خوف خدا کی طرح موجب جلائے قلب ہے۔ "ذِکْرُ
الْمَوْتِ جِلَاءُ الْقَلْبِ (عن علیؑ) نَوِّرْ قَلْبَكَ بِالصَّلٰوةِ فِي الظُّلَمِ"
رات کی تاریکی اور عالم تنہائی میں نماز ادا کر کے دل کو روشن کرو۔
اسلامی نماز۔ دلوں کے میل کو صاف کرتی ہے اور اس کی سیاہی
کو دور اور موجب صفائے قلب ہے۔ اور نمازی کو ظلمت سے نکالکر نور میں لاتی
ہے۔ "وَيُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ" یعنے گناہوں کی سیاہی سے
دلوں پر جو میل آجاتا ہے اور آئینہ قلب مکدر ہو جاتا ہے۔ "كَلَّا بَلْ رَانَ
عَلٰى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ" ہرگز ایسا نہیں ہے جو یہ خدا کے
نافرمان بندے کہتے ہیں بلکہ ان کی بداعمالیوں سے ان کے دلوں پر میل
آگیا ہے۔ اور آئینہ ہائے قلب مکدر ہو گئے ہیں"۔ اور یہ نماز ہی ہے جو خالص
ذکر الہی کے لئے ہے۔ "وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي"

قَالَ بَاقِرُ عِلْمِ الْأَوَّلِينَ وَ
الْآخِرِينَ مَا مِنْ عَبْدٍ إِلَّا وَ
فِي قَلْبِهِ نُكْتَةٌ بَيْضَاءُ فَإِنْ
أَذْنَبَ ذَنْبًا خَرَجَ فِي النُّكْتَةِ
نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَإِنْ تَابَ ذَهَبَ
ذَالِكَ السَّوَادُ وَإِنْ تَمَادَىٰ
فِي الذَّنْبِ زَادَ ذَالِكَ السَّوَادُ

حضرت باقر العلوم ارشاد فرماتے ہیں
ہر ایک بندے کے دل پر ایک سفید نقطہ
ہوتا ہے پس جب بندہ گناہ کا مرتکب
ہوتا ہے تو اس سفید نقطہ میں سیاہی پیدا
ہو جاتی ہے پس اگر توبہ کرے تو وہ سیاہی
دور ہو جاتی ہے۔ اور اگر گناہ میں بڑھتا
رہے تو وہ سیاہی بڑھتی جاتی ہے یہانتک

حَتّٰی یُغَطِّی الْبَیَاضَ فَاِذَا غَطَّی الْبَیَاضَ کہ اس کے دل کی سفیدی پر چھا جاتی ہے لَمْ یَرْجِعْ صَاحِبُہٗ اِلَی الْخَیْرِ اَبَدًا اور جب بندہ کی یہ نوبت آ جائے تو پھر وہ کبھی عمل خیر کی طرف مائل نہیں ہو سکتا اور خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور گویا دل سیاہ ہو کر مردہ ہو جاتا ہے نہ اس کو نیکی میں لطف آتا ہے اور نہ بدی سے دل ملول ہوتا ہے۔

وَقَالَ الْقُلُوْبُ ثَلٰثَۃٌ۔ قَلْبٌ مَنْکُوْسٌ لَا یَعِیْ شَیْئًا مِّنَ الْخَیْرِ وَھُوَ قَلْبُ الْکُفَّارِ وَ قَلْبٌ فِیْہِ نُکْتَۃٌ سَوْدَآءُ فَالْخَیْرُ وَالشَّرُّ فِیْہِ یَخْتَلِجَانِ فَاَیُّمَا کَانَ فِیْہِ غَلَبَ عَلَیْہِ وَقَلْبٌ مَفْتُوْحٌ فِیْہِ مَصَابِیْحُ تَزْھَرُ لَا یَنْطَفِیْ نُوْرُہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

نیز فرماتے ہیں دل تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو اُلٹا دل جو کوئی خیر کی بات محفوظ نہیں رکھتا اور یہ کامل کفار کا دل ہے (وہی ختم اللہ والے) ایک وہ دل ہوتا ہے جس میں سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں خیر و شر متنازعہ رہتے ہیں جسکا غلبہ ہوا اسی کا اثر ظاہر۔ اور ایک قلب مفتوح جس میں نور الٰہی کی شمعیں روشن ہوتی ہیں جو قیامت تک گل نہ ہونگی بلکہ وہاں بھی روشنی دینگی۔ وَنُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ "اُن کا نور اُن کے آگے آگے ضیا پاشی کرتا ہوا رواں ہوگا۔

اسلامی نماز ۔ دلوں سے وساوس شیطانی اور شرورات شیطانی کو دور کرتی ہے۔ کیونکہ یہ بہترین ذکر اللہ ہے۔ اور ذِکْرُ اللّٰہِ مِنْ اَقْوٰی مَدَافِعِ الشَّیْطٰنِ "ذکر اللہ شیطان کو دفع کرنے کا سب سے قوی آلہ ہے۔ وَقَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ — بیشک وہ لوگ جو خدا پر یقین رکھتے ہیں
طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا — جب ان پر شیطانی اثر ہوتا ہے تو خدا کو یاد کرتے ہیں
فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔ — اور انکی چشم بصیرت روشن ہو جاتی ہے اور
وہ شیطانی گمراہی سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت
ہوا کہ **اسلامی نماز** موجب حصول اطمینان قلب ہے۔ جس کا مرتبہ ایمان و
یقین سے بالا ہے۔ کیونکہ یہ نماز حقیقی ذکر اللہ ہے۔ اور ذکر اللہ موجب
اطمینان قلب۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

اسلامی نماز باعث شفاء قلوب ہے۔ اجسام کی طرح دل بھی مریض
ہو جاتے ہیں۔ "فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا" ان دلوں
میں مرض ہے اور ان کی کرتوتوں سے خدا نے ان کے مرض کو اور زیادہ کر دیا
اس نماز میں ذکر اللہ اور تلاوت کلام اللہ واجب ہے۔ "وَلَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ
الْکِتَابِ"۔ اور کلام اللہ موجب شفاء قلب ہے۔ "وَفِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ"۔
اس کلام پاک سے لوگوں کیلئے ہر قسم کے مرض جسمانی نفسانی اور روحانی سے
شفاء حاصل ہوتی ہے۔ وَقَالَ اَمِیْرُ الْمُوَحِّدِیْنَ "وَشِفَآءُ الْجِنَانِ مِنْ
قِرَاءَةِ الْقُرْاٰنِ"۔ دلوں کی شفاء قرأت قرآن سے حاصل ہوتی ہے۔ وَکَلَامُ
اللّٰهِ دَوَاءُ الْقَلْبِ"۔ کلام خدا ہی دل کی دوا ہے۔ "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ
مِنَ الْقُرْاٰنِ۔

اسلامی نماز مانع منہیات و منکرات ہے۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ
اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ" بیشک نماز روکتی اور

منع کرتی ہے فحش کاموں اور ناپسند کاموں سے جو ان شرائط صحت و قبولیت کے ساتھ نماز ادا کریگا اور خوف خدا حالت نماز میں دل میں رکھتا ہوگا اور موت گویا دتو وہ کبھی ان منہیات کی طرف متوجہ نہ ہوگا اور شیطان کو یہ نماز دفع کرتی رہیگی۔ اور اس کے وساوس کو مانع جیساکہ ذکر خوف خدا میں مذکور ہوا۔ ولذکر اللہ اکبر۔ بے شک یہ ذکر خدا بہت ہی بڑی چیز ہے۔

اسلامی نماز۔ موجب غفران سیئات ہے۔ "ان الحسنات یذھبن السیئات" یہی وہ نیک عمل ہے جو بدکاریوں کو بخشوا دیتا ہے۔ اور مصلی دو نمازوں کے درمیان جو گناہ بھولے سے کر بیٹھتا ہے۔ تو جب دوسری نماز ادا کرتا ہے۔ وہ بدیاں معاف ہوجاتی ہیں۔ اور وہ پاک و صاف قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ یَعْلَمُ مَا یَقُولُ فِیْھِمَا انْصَرَفَ وَلَیْسَ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ اللّٰهِ ذَنْبٌ۔ جو شخص اس طرح دو رکعت نماز ادا کرے کہ جو کچھ اس میں پڑھ رہا ہے اس کو جانتا اور سمجھتا ہے اور دل ادھر متوجہ تو اس حال میں نماز سے پھریگا کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی گناہ باقی نہ رہیگا۔

اسلامی نماز۔ نمازی کے دل سے علم و حکمت کے چشمے جاری کر دیتی ہے۔ یہ نماز پرہیزگاری کا نشان اور حقیقی مقام تقوے ہے۔ اور جب مقام تقوے پر پہنچ جائے تو انسان مستحق تعلیم باطنی الہی ہو جاتا ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰهُ۔ خدا سے ڈرو اور تقوی اختیار کرو۔ خدا تعلیم دیگا اور علم سکھائیگا وَمَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا جَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ

علیٰ لسانہ (عن المعصوم) جو چالیس دن با اخلاص یہ عبادت ادا کرے
اور شرائط قبولیت پورے تو اس نمازی کے دل سے علم وحکمت کے چشمے
پھوٹ کر اس کی زبان پہ سے جاری ہو جاتے ہیں۔ اور یہ اسلامی نماز کے
اسرار باطنیہ ہیں۔ جو کسی دوسری عبادت میں ممکن نہیں۔ ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہیے
کہ وہ صحیح نماز ادا کرے اور اس کے آثار و اسرار مشاہدہ کرے اسوقت جو عموماً نمازیوں
میں اسرار و آثار نماز نظر نہیں آتے۔ بلکہ برعکس مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کا سبب
یہی ہے کہ اول تو جیسا کہ ثابت کیا گیا نماز صحیح نہیں ادا کی جاتی۔ اور اگر
کہیں کی جاتی ہے تو توجہ قلبی سے نہیں کی جاتی۔ اس لیے آثار برعکس مرتب
ہوتے ہیں لیکن دور حاضرہ کے خیالات کے مطابق اس کے یہ معنی نہیں
کہ جب نماز توجہ قلب سے ادا نہیں کیجاتی تو پڑھنے ہی کا کیا فائدہ۔ کیونکہ ادا
کرنے میں فوائد واضح ہیں سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ نمازی باغیوں میں شمار
نہیں ہوتا۔ فرمانبردار بندہ ہے۔ اگرچہ ناقص العمل ہے۔ نافرمان نہیں دوسرے
اگر ادا کی جائے تو کبھی نہ کبھی امید ہو سکتی ہے کہ توجہ قلب پیدا ہو جائے اور اگر
تمام عمر میں کبھی ایسی صورت پیدا ہو گئی تو وہ نماز گذاروں میں شمار ہو جائیگا اور پھر
نجات کی امید بخلاف اس کے جو پڑھتا ہی نہیں۔ اس کو یہ امید کبھی نہیں
ہو سکتی ہے۔ وہ اپنی بغاوت پر باقی ہے۔ اور عذاب خدا حقیقتاً باغی اور نافرمان
ہی کیلئے ہے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُعَذِّبُ بِالنَّارِ اَحَدًا
اِلَّا مَنْ طَغٰی وَبَغٰی۔" اس کے علاوہ قدرت نے اپنی رحمت کاملہ شاملہ سے زائد
از فرائض نوافل وسنن نمازیں قرار دیکر اس کمی کی تلافی کا انتظام کر دیا ہے اگر

فریضہ میں کوئی نقص رہ جائے تو ایکسٹرا امپورل ڈیوٹیز (اعمال زائدہ) اس کی تلافی کر دینگے۔ اور یہی مضمون حدیث نبوی ہے۔ ایسی صورت میں نماز گذار پر صحیح اسرار و آثار نماز کا مرتب ہونا ممکن ہو جائے گا۔ بلکہ اُن کی تکمیل و زبان قدرت حدیث قدسی میں گویا ہے۔ لَمْ یَزَلِ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اَکُوْنَ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِیْ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِیْ وَلِسَانَهُ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِیْ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِیْ وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِیْ بندہ مومن برابر بوسیلۂ نماز ہائے نافلہ میرا تقرب حاصل کرتا ہے یہانتک کہ وہ مجھ تک پہنچ جاتا ہے اور پھر میں ہی اس کا کان بن جاتا ہوں کہ وہ میرے ذریعہ سُنتا ہے۔ اور میں اُس کی آنکھ بن جاتا ہوں کہ وہ میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور میں ہی اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں کہ اس سے میری مدد سے حملہ کرتا ہے۔ اور میرے ذریعہ سے چلتا پھرتا ہے حقیقی منزل تقرب اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اور نماز ہائے سنت و نافلہ کے بعد وظائف و اوراد و ادعیہ اگر اقبال اور توجہ قلب سے پڑھی جائیں۔ تو ان کا ثواب بھی فریضہ کے ثواب کی کمی کو پورا کرتا ہے۔ لہذا نماز کا ترک کرنا کسی حال میں درست نہیں جس طرح ممکن ہو ادا کرے اور نقص و کمی کی تلافی نوافل و سنن و ادعیہ و اوراد سے کرے۔ اور خدا سے دعائے قبولیت۔ تارک الصلوٰۃ مشرک ہے اور نماز گذار اگرچہ ناقص ہی ہو۔ شرک و کفر سے پاک اور جرم نافرمانی سے بری۔ بغاوت سے دور۔ بندۂ خدا پرست ہے۔ اور یہ درجہ ہر ایک کیلئے ممکن ہے اور اس طرح ادائے نماز ہر مقام پر ہر موسم میں

ہر ایک انسان کیلئے ممکن الحصول ہے۔ تندرست بیمار حاضر مسافر اپنی اپنی وسعت و طاقت کے مطابق اگر کسی مقام پر پانی میسّر نہیں یا عذر کی وجہ سے غسل یا وضو ممکن نہیں تیمم ہی سے ادا کر سکتا ہے۔ اگر مریض کھڑا نہیں ہو سکتا تو بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ یہ ممکن نہیں تو مریض جان بلب محض اشارے سے ادا کر سکتا ہے۔ مجاہد میدان جنگ میں اگر کھڑا ہوا ہے۔ تو اسی طرح ہتیار بند نماز ادا کر سکتا ہے۔ اگر سوار اترنے کا موقع نہیں پاتا تو گھوڑے کی زین ہی پر ادا کر سکتا ہے۔ اور ہر نہ زین پر سجدہ خالق ادا کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ سہل الحصول عبادت مذاہب دنیا میں میسر نہیں ہے۔ افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ اقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین۔

چہارم۔ تطہیر روح و تزکیہ نفس اور تطہیر ظاہری جسمانی کی طرح تطہیر باطنی جسمانی بھی قبولیت نماز کی شرط ہے۔ ہر ایک قلب جس میں شک یا شرک ہو ساقط ہے نفس پاک نہ ہو تو عبادت قبول نہیں۔ "اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ" سوائے اس کے کچھ نہیں ہے کہ خدا متقی اور پرہیزگاروں کے عمل کو قبول فرماتا ہے۔ اور جسم اگر اندر سے طاہر نہ ہو۔ اور انسان حلال و طیب غذائیں نہ کھاتا ہو۔ بلکہ خبیث و حرام کھاتا ہو تو بھی عمل قبول نہیں۔ اس لئے کلام پاک میں اسکی سخت تاکید فرمائی ہے۔ "کُلُوا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا" زمین کی حلال و طیب غذائیں کھاؤ "کُلُوا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا" ۔ اس رزق میں سے کھاؤ جو خدا نے حلال و طیب

بنایا ہے۔ وَرِزْقُ کُلِّ شَیْءٍ مَا یَتَقَوَّمُ بِهِ الشَّیْءُ ہر شئے کا رزق وہ ہے جو اس کا قوام وجود ہو۔ بدل ما یتحلل ہو سکے۔ خون پیدا کرے اور جزو بدن بنے۔ اس لئے مٹی اور دھواں مثلاً چونکہ رزق نہیں ہو سکتے۔ ان سے قوام وجود نہیں ہوتا۔ یہ بدل ما یتحلل نہیں ہوتے۔ یہ جزو بدن نہیں ہوتے اور خون نہیں بنتے۔ انکا کھانا اور استعمال کرنا جائز نہ ٹھہرا۔ اور علیٰ ھذا القیاس ہر وہ چیز جو اس صفت سے متصف ہو وہ اکلاً حلال نہیں۔ اور اس امر میں اسلام نے نہایت احتیاط برتی ہے۔ اور وسیع حدود قائم کی ہیں۔

یَا اَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ وَاِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ (مومنون ۳)	اے پیغامبرو طیب چیزیں کھاؤ (پاک حلال) کھاؤ۔ اور عمل نیک بجا لاؤ بیشک تم جو عمل کرتے ہو۔ میں اس کو خوب جانتا ہوں۔ اور یہ تم سب کی امت ایک امت ہے۔ ایک ملت اور ایک دین اللہ کی پیروی ہو۔ اور میں تمہارا پالنے والا ہوں پس مجھ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔

اگر نمازی کی غذا پاک اور حلال نہ ہو تو اس کا عمل مقبول نہیں۔ اسی واسطے مروی ہے جو شخص ایک دفعہ شراب پی لے تو چالیس دن تک اس کی دعا و عبادت مقبول بارگاہ نہ ہوگی۔ کہ شراب نجس ہے۔ اور اس لئے حرام۔ اور جو چیزیں نجس نہ ہوں۔ مگر اسکا استعمال حلال نہیں ہے تو ان کے کھانے کا بھی یہی حکم ہے۔ جو نجس کے کھانے کا ہے مثلاً چوری غصب۔ خیانت۔ سود۔

اور رشوت وغیرہ کا مال۔ اسکا کھانے والا حرام کھاتا ہے۔ اور حرام کھانے والے کی عبادت قبول نہیں۔ کہ اس صورت میں باطن جسم میں حرام غذا شامل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے اثر سے نفس کثیف و مکدر ہو جاتا ہے۔ اور آئینہ دل پر غبار آجاتا ہے۔ اور دار قدس و جوار الٰہی (بہشت) میں داخل ہونیکے لئے جسم کی طہارت ظاہری و باطنی ضروری ہے۔ اَیَطْمَعُ کُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ یُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِیْمٍ كَلَّا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ (معارج) کیا ان میں سے ہر ایک شخص یہ طمع رکھتا ہے کہ اسکو جنت نعیم میں داخل کر دیا جائیگا۔ ہرگز نہیں بیشک ہم نے انکو ایسی چیز سے خلق کیا ہے کہ یہ سب اسکو جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ابتدا ان کے وجود جسمانی کی کہ ایک نطفہ گندیدہ ہے اور انتہا جیفہ مردار نجس آدمی خانۂ خدا میں نہیں جا سکتا۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ بلکہ پاک مسلمان اگر اس پر عارضی نجاست طاری ہو جاتی ہے۔ تو مسجد میں جانے کے قابل نہیں رہتا۔ یہ انسان اگر اسی طرح نجس الوجود رہے جس طرح کہ نجس پیدا ہوا ہے۔ اور طاہر و طیب اغذیہ سے اس کی اس طرح تطہیر نہ ہو جائے کہ اجزائے طاہرہ غالب آجائیں اور اجزا نجسہ مضمحل و مستحیل ہو جائیں جس طرح آب کثیر میں آب قلیل نجس۔ تو انسان ہرگز اس دار قدس الٰہی میں داخل ہونے کی قابل نہیں ہو سکتا جس کو دار النعیم یا دار الخلد کہتے ہیں اور بہشت عنبر سرشت سے تعبیر کرتے ہیں اور جس کیلئے انسان کو خلق کیا گیا ہے۔ لہذا قبولیت عمل کے لئے اکل طیبات لازم و واجب ہے۔

اس وقت مذاہب عالم اصولاً حرام کھانے سے اجتناب نہیں کرتے انکے یہاں مذہباً یہ چیز اصول میں داخل نہیں ہے کہ اگر ناجائز اور حرام مال کھالیا تو ان کے دین و مذہب میں نقص واقع ہوگا۔ یا شرافت وانسانیت کو دھبہ لگیگا اور ان کے اعمال قبول نہ ہونگے۔

سود عام ہے۔ اور اب کوئی مذہب اس کو عملاً حرام نہیں جانتا۔ رشوت چوری۔ خیانت اور غصب کا بھی یہی حال ہے۔ جہانتک قانونی گرفت کا اثر ہے۔ ان سے اجتناب کیا جاتا ہے۔ یہ قطعاً نہیں سمجھا جاتا کہ ایسے مال کھانے سے آخرت میں جوابدہ ہونگے اور اعمال باطل ہو جائیں گے یعنی جوہر انسانیت کی آب جاتی رہیگی اور آئینۂ دل سیاہ ہو جائیگا۔ یہ صرف اسلامی قانون ہی ہے جو انکو بدترین جنایات قرار دیتا ہے۔ اور سختی سے اس کی پابندی کراتا ہے۔ کافر اور دشمن خدا کے مال کو بھی چرانے۔ خیانت کرنے۔ غصب کرنے اور مار لینے کی اجازت نہیں دیتا۔ اور اس لئے بھی ان تمام مذاہب کے اعمال بوجہ حرام خوری نامقبول بارگاہ الٰہی ہیں۔ اور اگر یہ اعمال قبول ہیں تو صرف پابند اصول مسلمانوں کے وَذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔" حرام خوری کی طرح نجس کھانے سے بھی ان مذاہب میں اجتناب نہیں کیا جاتا بلکہ نجاست وطہارت اشیاء کا ان کے یہاں سوال ہی نہیں ہے اور یہ ترقی معکوس عروج مادی کے دور میں پارینہ اور بوسیدہ خیالات سمجھے جاتے ہیں حتیٰ کہ ام الخبائث شراب اب عموماً حلال سمجھی جاتی ہے اگر کوئی نہیں پیتا تو اپنی طبیعت یا عادت سے یہ نہیں کہ اس کے پینے کو خدا کا گناہ جانتا ہو اور اس عمل سے اپنے کو مجرم سمجھتا

ہو۔ پھر ان کے اعمال مذہبی جو کبھی بھولے سے کر بھی بیٹھے ہوں تو انکی قبولیت
کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

افسوس ہے کہ اس مادہ پرستی اور دہریت نے مسلمانوں کے عقائد
کو بھی متاثر بلکہ پلپلا کر دیا ہے۔ اور عقائد کے ساتھ عمل کا گندہ ہو جانا لازمی ہے۔
مسلمان بھی اب اس کی پروا نہیں کرتے کہ حلال کھانا کھاتے ہیں یا حرام
نجس کھاتے ہیں یا پاک جنکو بدقسمتی سے اللہ نے کھانے کو خوب دیدیا ہے
وہ اب کسی چیز سے بھی اجتناب نہیں کرتے اور ان تمام کفار کے قدم بقدم
چل رہے ہیں اور اسکو فخراً اور اس کو اپنی تہذیب خیال کرتے ہیں اور وسیع
النظری اور روشن خیالی سے تعبیر۔ ممالک اسلامی عموماً ان احکامات حلال و
حرام و نجس و پاک کو عملاً و اعتقاداً ترک کر رہے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے یہی
روشن خیالی ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی پیدا ہو رہی ہے۔ سو بھی کھاتے
ہیں جنکو مل جاوے۔ رشوت بھی لیتے ہیں غصب بھی کرتے ہیں خیانت بھی
کر لیتے ہیں اور جنہیں ممکن ہے وہ چوری بھی۔ وَلَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ
اکثر تعلیم یافتہ شراب خوب پینے لگ گئے ہیں۔ اور جنہیں توفیق ہوا اور کسی بڑی
جگہ دعوت مل جاتی ہے تو سور بھی کھا لیتے ہیں اور ایسے مسلمان اس وقت
عموماً یا تو نماز پڑھتے ہی نہیں اور اگر پڑھتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کی نماز ہی
کی قبولیت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

اس باب میں افراد فرقہ حقہ بھی برابر کے شریک ہوتے جاتے ہیں بلکہ
اوروں سے بھی کچھ بڑھے ہوئے۔ اب حقوق عباد خصوصاً حقوق مالی ادا کرنے

میں شیعہ سنیوں پر بھی سبقت رکھتے ہیں۔ زمیندار غصب اراضیات کے عام
مرتکب رہتے ہیں۔ ملازمین کو رشوت مل جاتی ہے۔ تو ضرور کھا لیتے ہیں خیانت
سے دریغ نہیں کرتے۔ اور سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ کبھی کسی کا قرض لیکر
نہیں دیتے۔ اور کسی کا حق واجب الاداء ادا نہیں کرتے بلکہ قرض حسنہ
کا ادا کرنا قرض ہی نہیں سمجھتے اور ان تمام امور میں عوام و خواص عموماً شریک
ہیں علماء میں سے بھی اخص الخواص مستثنیٰ اور محفوظ ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے
کہ حضرات شیعہ عموماً صرف گریہ حسینی ہی کو نجات کیلئے کافی سمجھتے اور اس کے بعد
کسی فریضہ کی ادائیگی کی پرواہ نہیں اور حقوق مالی کا ذکر ہی فضول ہے وہ تو
ان کے یہاں کسی شمار ہی میں نہیں۔ وہ گویا اب یہ اعتقاد ہی نہیں رکھتے کہ ہم
سے ان حقوق کی وہاں کوئی بازپرس ہوگی۔ کوئی شاذ و نادر فرد اس کلیہ سے
مستثنیٰ ملیگی۔ وَمِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ
اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔

اس کے علاوہ دو صورتیں حرام اور نجس کھانے کے مسلمانوں میں
قدامت اختیار کر چکی ہیں۔ ایک حقوق خدا و مال خدا کا کھانا (خمس زکوٰۃ) کھانے
سے نہ صرف یہ کہ عبادت قبول نہیں بلکہ اولاد بھی حرام کی ہوتی ہے۔ حرام غذا
سے جو نطفہ بنتا ہے۔ وہ حرام زادہ کہلاتا ہے۔ اور یہ بات اب عام ہو گئی
ہے صاحب استطاعت مسلمان عموماً اب نہ اپنے مال سے خمس ادا کرتے
ہیں۔ جو مساکین اولاد رسول کا حق ہے اور نہ زکوٰۃ جو عام فقراء و مساکین
اہل اسلام کا حق ہے۔ اس دور میں شاذ و نادر ہی کوئی ان حقوق کو ادا کرتا ہے

اور وہ بھی اکثر بے قاعدہ اور اس میں بھی اب افراد فرقہ حقہ ناجیہ بھی شامل ہو رہے ہیں۔ اور یہ وبا اب عام ہے۔

دوسری چیز معاشرت کفار و مشرکین اور ان کی ملوث اشیاء کا استعمال یہ بھی عام ہو رہی ہے۔ اور بہت پرانی ہو گئی ہے خصوصاً دور حنفیت سے۔ دنیا میں دو شخصوں نے دنیا کو نجس کر دیا۔ اور طہارت کا سوال اُٹھا دیا۔ ایک پولوس نے یہ مسئلہ ایجاد کرکے کہ جو چیز پیٹ میں چلی جائے پاک ہو جاتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ و علمائے حنفیہ نے یہ مسئلہ ایجاد کرکے کہ کفار مشرکین سے جو چیز دام دیکر خرید لی جائے طاہر ہو جاتی ہے۔ اور نیز یہ تاویل کرکے کہ نجاست مشرکین سے مراد ان کی روحانی نجاست ہے۔ ان کے جسم نجس نہیں ہیں۔

نجاست کفار و مشرکین

حالانکہ نجاست کفار مشرکین نصی ہے اور آیت نجاست مشرکین آیت محکمہ غیر محتاج تاویل

لیکن کفار مشرکین کی کثرت معاشرت سے ان مسلمانوں کے قلوب بھی چونکہ نجس ہو گئے۔ اس لئے ان کی نجاست کو پاک سمجھنے لگ گئے۔ اور اپنے مذاق کے مطابق آیت کو توڑ موڑ کے اس کی تاویل لازم سمجھنے لگ گئے اور اصل حقیقت نجاست مشرکین و کافرین سے انکار اور اسی طرف خداوند اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے "ثُمَّ کَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاءُوا السُّوْءٰۤى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ" پھر انجام ان لوگوں کا جو بدکاری اور سیئات کے مرتکب ہوتے اور گناہ کرنے لگتے ہیں یہی ہوتا ہے کہ وہ آیات الٰہی کی تکذیب کریں اور

اُنکے مضمون اور اُنکے حکم کو جھٹلائیں تاکہ انکا فعل ممنوع مباح دکھائی دے۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ" جو وہ حکم نہ دے جو خدا نے دیا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف تو وہ کافر ہے۔ ایسی صریح الدلالت اور محکم آیات قرآن میں کم ہی ہیں کہ خداوند عالم تحقیقی اور حصر کے طور پر فرماتا ہے کہ بس اس کے سوا نہیں کہ مشرکین نجس العین ہیں جس طرح بعض حیوانات مثلاً کتے اور سوئر نجس بفتح جیم۔ یا صفت مشبہ ہے۔ بر وزن حَسَنٌ تب بھی اس کے یہی معنی ہیں کہ نجاست ان کی ذات کے ساتھ ہے۔ اور یا یہ مصدر ہے اور مصدر جب محمول ہو جیسا کہ زَيْدٌ عَدْلٌ میں تو مقصود حکم میں مبالغہ ہوتا ہے یعنی زید عین عدالت و عین عدل ہے۔ لہٰذا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ کے صاف یہی معنی ہوئے کہ مشرکین عین نجاست و مجسم نجاست یا نجس العین ہیں اور آیت کے یہی معنی قرن اول میں معروف تھے اور اصحاب رسول میں مشہور اور پھر تابعین و تبع تابعین میں بھی۔

وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَعْيَانُهُمْ نَجِسَةٌ كَالْكِلَابِ وَالْخَنَازِيْرِ"[1] — مشرکین کے اجسام کتوں و سوئروں کی مانند نجس العین ہیں۔

وَقِيْلَ وَهِيَ أَنْجَاسُ الْعَيْنِ كَالْكَلْبِ وَالْخِنْزِيْرِ[2] — اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشرکین کے اجسام کتے اور سوئر کی طرح نجس العین ہیں۔

اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجِسٌ بِخُبْثِ بَاطِنِهِمْ"[3] — مشرکین کے اجسام انکے خبث باطنی کی وجہ سے نجس ہیں۔

۱۔ تفسیر کشاف جلد دوم ص۲۹ ۲۔ کتاب التاویل ص۶۲ ۳۔ اعظم التفاسیر ص۲۰

وَایضاً عَن ابن عباس ۔ اِنَّ اَعیانُھُم نَجِسَۃٌ کَالکِلابِ وَالخَنَازِیرِ	مشرکین کے جسم کتے اور سوئر کی طرح نجس العین ہیں ۔
وَاِنَّمَا المُشرِکُونَ نَجَسٌ لِخُبثِ بَاطِنِھِم؛	اور وہ خبث باطنی کے باعث نجس ہو گئے ۔

اُن کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے اجسام نجس قرار پائے ہیں ۔

اِنَّمَا المُشرِکُونَ نَجَسٌ لِخُبثِ بَاطِنِھِم اَو لِاَنَّھُم یُجتَنَبُ عَنھُم کَمَا یُجتَنَبُ الاَنجَاسُ ۔	شرک باطنی کے باعث انکے اجسام نجس ہیں ۔ یا یوں کہئے کہ انسے اسطرح اجتناب واجب ہے جسطرح دیگر نجاسات مثل کتے و سوئر وغیرہ سے واجب ہے ۔

بعینہٖ یہی مضمون تفسیر حسینی ہیں اور یہی توجیہات وعلل نجاست مشرکین کفار ۔ مشرکین پلید اند بسبب خبث باطن و ناپاکی عقیدت یا بسبب آنکہ از نجاسات اجتناب نمے نمایند یا از جنابت غسل نمیکنند انتہی

یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ کافر کوئی بھی شرک سے خالی نہیں ہو سکتا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ۔ خواہ شرک ذاتی ہو یا صفاتی ہو یا فعلی یا عبادتی ۔ اور شرک عبادتی میں تو تمام کفار شریک ہیں ۔ اس لئے آیہ اِنَّمَا المُشرِکُونَ نَجَسٌ ۔ تمام مشرکین و کفار کو شامل ہے ۔ اور اسی لئے ہم ہر جگہ کافر و مشرک کو نجس کہتے آئے ہیں اور یہی تحقیق علماء ہے اور مشرکین

۱؎ تفسیر نیشاپوری صـ۱۳۶ ؎۲ تبیان فی اعراب القرآن و تفسیر کبیر جلد ۴ صـ۴۱۸

؎۳ تفسیر بیضاوی صـ۲۳۱ ۔ تفسیر حسینی صـ۲۵۳

کی طرح عام کفار نجس العین سمجھے جاتے اور ان کو ان کی مس شدہ اشیاء کو مس کرنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔

امام فخر الدین الرازی فرماتے ہیں:-

وُقُوعُ اِسْمِ الْمُشْرِكِ عَلَى الْكَافِرِ لَيْسَ مِنْ اَسْمَاءِ اللُّغَوِيَّةِ بَلْ مِنَ الْاَسْمَاءِ الشَّرْعِيَّةِ كَالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَغَيْرِهِمَا وَاِذَا كَانَ كَذَالِكَ وَجَبَ اِنْدِرَاجُ كُلِّ كَافِرٍ تَحْتَ هٰذَا الْاِسْمِ. وَقَالَ الْاَكْثَرُوْنَ. لفظ الْمُشْرِكِيْنَ يَتَنَاوَلُ عبدة الاوثان. قَالَ قَوْمٌ بَلْ يَتَنَاوَلُ جَمِيْعَ الْكُفَّارِ.

کافر کو مشرک لغوی معنی میں نہیں کہا جاتا۔ بلکہ یہ اصطلاح شرعی ہے جیسے صلوٰۃ و زکوٰۃ وغیرہ مصطلحات شرعیہ ہیں اور جب ایسا ہے تو جملہ کفار اس اسم کے ماتحت ہیں۔ و کل کافر مشرک صحیح ہے۔ یعنی یہودی۔ مجوسی۔ نصارے۔ غالی مجسمہ۔ خارجی و ناصبی و مرتدین سب اسمیں شامل ہیں۔ تفسیر کبیر جلد ۴۔

اور اجتناب ان سے واجب۔

وَنَقَلَ ابو الشيخ ابن مردويه قال رسول الله مَنْ صَافَحَ مُشْرِكًا فَلْيَتَوَضَّاء.

رسول نے فرمایا ہے کہ جو شخص مشرک سے ہاتھ ملائے تو چاہیئے کہ ہاتھ دھولے۔ اَوْ يَغْسِلْ كَفَّهٗ یا صرف ہتھیلیاں دھولے[1]

وَكَذَالِكَ عَنِ الْحَسَنِ رَضِىَ اللهُ عَنْهُ. اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَمَنْ صَافَحَهُمْ فَلْيَتَوَضَّاءُ.

حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ بس مشرکین نجس العین ہیں اگر کوئی انسے مصافحہ کرے تو ہاتھ دھولے

[1] درمنثور۔ جلد ۳ صـ ۲۲۶ تا ۲۲۹

یہی ابن عباس روایت کرتے ہیں۔ اور یہی حسن بصری حسن بن صالح۔ لباب التاویل میں ان سے عجیب تر واقعہ مروی ہے کہ ابن مردویہ نے ہشام بن عروہ سے اور اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ

اِسْتَقْبَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ جِبْرَئِیْلَ فَنَاوَلَہٗ یَدَہٗ فَاَبٰی اَنْ یَتَنَاوَلَھَا فَقَالَ یَا جِبْرَئِیْلُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَاْخُذَ بِیَدِیْ فَقَالَ اِنَّکَ اَخَذْتَ بِیَدِ یَھُوْدِیٍّ فَکَرِھْتُ اَنْ تَمَسَّ یَدِیْ یَدًا قَدْ مَسَّتْھَا یَدُ کَافِرٍ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰہِ بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ (درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۲۷ مصری)۔	رسول اللہ جبرئیل سے ملے تو اپنا ہاتھ مصافحہ کو بڑھایا تو حضرت جبرئیل نے انکار کیا۔ تو آپ نے فرمایا اے جبرئیل ہاتھ کیوں نہیں ملاتے تو کہا آپ کے ہاتھ یہودی کے ہاتھ سے مس ہوئے ہیں تو میں نے اس کو برا سمجھا ہے کہ میرا ہاتھ اس ہاتھ کو مس ہو جو کافر کے ہاتھ سے مس ہوا تب رسول اللہ نے پانی منگایا اور ہاتھ دھوئے

اس روایت میں نجاست مشرکین کے ساتھ نجاست کفار کی تشریح ہے اور یہ کہ ان سے مصافحہ بھی مکروہ اگر ہاتھ خشک ہوں جیساکہ اکثر ہوتا ہے۔ اگر ہاتھ تر ہوں تو حرمت واضح۔ ائمہ اہل بیت کا مذہب بالاتفاق نجاست مشرکین و کافرین ہے۔ اور حیوانات میں اعیان نجسہ تین ہی ہیں مشرک و کافر۔ کتا۔ اور سور۔ اور اسی پر علمار شیعہ کا اتفاق ہے۔ اور اختلاف حکم شاذ رکھتا ہے جو کالمعدوم ہے بلکہ عمل عموم علمار شیعہ یہی رہا ہے اور ہے کہ مشرکین و کفار نجس العین ہیں محقق نے شرائع الاسلام میں دس نجاستوں میں تین یہی شمار کی ہیں۔ کتا۔ سور اور کافر۔

اَلْعَاشِرُ اَلْكَافِرُ وَالضَّابِطَةُ مَنْ خَرَجَ عَنِ الْاِسْلَامِ اَوِ انْتَحَلَهُ وَجَحَدَ مَا يُعْلَمُ مِنَ الدِّيْنِ ضَرُوْرَةً كَالْخَوَارِجِ وَالْغُلَاةِ وَمَا عَدَا ذَالِكَ فَلَيْسَ بِنَجِسٍ مِنْ نَفْسِهٖ وَاِنَّمَا يُعْرِضُ لَهُ النَّجَاسَةُ.	دسویں نجس چیز کافر ہے۔ اور اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اسلام سے خارج ہی یا مسلمان کہلاتا ہی مگر وہ اصل ضروریات دین کا منکر ہی جیسے خارجی اور غالی تو وہ کافر اور نجس ہو اور انکے علاوہ اور اجسام نجس العین نہیں ہیں بلکہ بعض اوقات نجاست انکو عارض ہو جاتی ہی۔

(اور دھونے سے دور ہو جاتی ہے اور نجاست عینی کے یہی معنی ہیں کہ وہ دھل نہیں سکتی مثل عین بول و براز وغیرہ)

وَالْكُفَّارُ اَنْجَاسٌ يُنَجِّسُ الْمَائِعَ بِمُبَاشَرَتِهِمْ لَهُ سَوَآءٌ كَانُوا اَهْلَ حَرْبٍ اَوْ اَهْلَ ذِمَّةٍ.	اور کفار نجس العین ہیں اور جس تر چیز کو وہ چھو جائیں تو وہ نجس ہو جائیگی یا انکا تر ہاتھ چھو جائے خواہ یہ کافر حربی ہوں یا ذمی مثل یہود و نصارے وغیرہ اہل کتاب۔
وَلَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُ اٰوَانِيْهِمُ الَّتِيْ اِسْتَعْمَلُوْهُ فِي الْمَائِعَاتِ.	اور ان کے ان برتنوں کا بھی استعمال مسلمان کیلئے جائز نہیں ہی جو انہوں نے تر چیزوں میں استعمال کئے ہوں

ہاں جو ظروف انہوں نے خشک اشیاء میں استعمال کئے ہیں جیسے کہ غلہ وغیرہ میں تو انکا استعمال منع نہیں۔ یا مثلاً وہ ظروف فروخت کرتے ہیں تو وہ غیر مستعمل ہیں۔ اور مسلمان انکو عاریتاً بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

یا اگر وہ برتن جو مشرکین نے استعمال کئے قابل طہارت ہیں تو پاک کر کے
مسلمان انکو استعمال کر سکتے ہیں اور ایسے ہی وہ ظروف ہو سکتے ہیں جنکی
بابت قبل نزول آیہ جناب رسول خدا کا استعمال کر لینا روایت کیا گیا ہے
وَلَا بَاسَ بِہٖ۔ بعینہٖ یہی مبسوط میں ہے۔

وَاَوَانِي الْمُشْرِكِيْنَ مَا يُعْلَمُ مِنْهَا
اِسْتِعْمَالُهُمْ لَهَا فِي الْمَائِعَاتِ
لَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُهَا اِلَّا بَعْدَ
غَسْلِهَا وَاِذَا اِسْتَعْمَلُوْهَا فِي
مَائِعٍ طَاهِرٍ وَبَاشَرُوْهَا بِاَجْسَامِهِمْ
جَرٰى ذٰلِكَ مَجْرَى الْاَوَّلِ لِاَنَّ
مَا بَاشَرُوْهُ بِاَجْسَامِهِمْ مِنَ
الْمَائِعَاتِ يَنْجُسُ بِمُبَاشَرَتِهِمْ
وَمَا لَمْ يَسْتَعْمِلُوْهَا اَصْلًا اَوْ
اِسْتَعْمَلُوْهَا فِي شَيْءٍ طَاهِرٍ
وَلَمْ يُبَاشِرُوْهَا بِاَجْسَامِهِمْ
فَلَا بَاسَ بِاِسْتِعْمَالِهِ وَحُكْمُ
سَائِرِ الْكُفَّارِ فِي هٰذَا الْبَابِ
سَوَاءٌ كَانُوْا عُبَّادَ الْاَوْثَانِ اَوْ
اَهْلَ الذِّمَّةِ اَوْ مُرْتَدِّيْنَ

مشرکین کے برتن جنکا علم ہے کہ انہوں نے
تر استعمال کئے ہیں مسلمان کو ان کا
استعمال جائز نہیں مگر پاک کرنے کے
بعد اور اگر اسکو پاک تر چیز میں استعمال
کیا ہے لیکن اسکو ہاتھ لگایا ہے یا انکا
بدن اس سے مس اور مباشر ہو گیا ہے۔ تو
اس کا حکم بھی وہی حکم اول ہے کہ نجس
ہے۔ کیونکہ جس تر چیز کو کفار کا جسم چھو
جائے وہ نجس ہو جاتی ہے۔ ہاں ایسی
صورت میں کہ اس سے بدن مس
نہیں ہوا تو اس کے استعمال کا کوئی
حرج نہیں۔ اور اس حکم میں تمام کفار
مساوی ہیں۔ خواہ مشرک ہوں یا
اہل ذمہ ہوں۔ یا مرتد ہوں یا بد
اعتقاد مسلمان جیسے خارجی۔ فرقہ

اَوْكُفَّارٍ مِلَّةٍ مِنَ الْمُشَبِّهَةِ وَالْمُجَسِّمَةِ وَالْمُجَبِّرَةِ وَغَيْرِهِمْ وَالْكَلْبُ نَجِسُ الْعَيْنِ نَجِسُ السُّؤْرِ نَجِسُ اللُّعَابِ لَا يَجُوْزُ اَكْلُ وَشُرْبُ مَا وَلَغَ فِيْهِ الْكَلْبُ.

مشبہ مجسمہ اور مجبرہ وغیرہا۔ اور کتا نجس العین ہے۔ اس کا جھوٹا نجس ہے۔ اس کا لعاب نجس ہے۔ جس چیز میں کتا منہ ڈالدے اُس کا کھانا پینا ہرگز جائز نہیں ہے۔

اور ایسے ہی سوئر اور یہی حکم کفار و مشرکین کیلئے ثابت ہوا۔

اِذَا لاقى الكلب اوالخنزير اوالكافر ثوبًا او جسدًا وهو رطبٌ غسل موضع الملاقات وجوبًا اجماعًا نصًّا وفتوى.

(شرح کبیر)

جب کتا یا سوئر یا کافر کپڑے یا جسم کو لگ جائے اور وہ تر ہو تو اس جگہ کا دھونا واجب ہے جہاں ہاتھ یا بدن لگا ہو اور یہ نص معصوم ہے۔ یہ سب علماء کا اتفاق و اجماع ہے اور یہی فتویٰ ہے۔ والشاذ کالمعدوم

ان روایات واحادیث اور ان اقوال و فتاوائے علماء سے ثابت ہے کہ مشرکین کے اجسام نجس ہیں۔ اور یہ تاویل کہ ان کے اجسام نجس نہیں۔ ارواح نجس ہیں باطل ٹھہری ان کے کفر و شرک کی وجہ سے ان کے اجسام نجس ہیں۔ "ظاہراً و باطناً" اور دخول مسجد الحرام سے ممانعت اسی نجاست جسمانی کی وجہ سے ہی ہے ورنہ ان کو اس سے روکنا اور منع کرنا کہ وہ مسجد حرام میں قدم نہ رکھیں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ حکم نجاست جسمانی ہی کی وجہ سے دیا جاسکتا ہے کہ ان کے نجس جسم پاک مسجد کو نہ چھوئیں اور مس نہ ہوں کہ وہ نجس ہو جائیگی۔

مسلمان پاک ہے جنب ہو جائے تو اس پر حکم نجاست جاری ہو جاتا ہے۔ اور وہ بھی مسجد میں نہیں ٹھہر سکتا۔ اور گویا اس وقت اس کے لئے یہ حکم ہو جاتا ہے۔ کہ مسجد الحرام ہی نہیں بلکہ کسی مسجد میں قدم نہ رکھیں قیام نہ کریں تو ظاہر ہے کہ یہ حکم ان کی نجاست روحانی کی وجہ سے نہیں ہے روح تو جنب مسلمان کی پاک ہے۔ یہ حکم ان کی نجاست جسمانی ہی کی وجہ سے ہے۔ تو بلا اشتبہ ممانعت دخول مسجد کفار کے لئے ان کی نجاست جسمانی ہی کی وجہ سے ہے۔ اور علت حکم انکا کفر و شرک ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک انسانی وجود کی اصلیت نطفہ انسانی ہے۔ اور نطفہ نجس ہے۔ اور اس سے جو جسم بنا وہ اصلاً نجس ہے۔ اعتقاد توحید اس پر حکم طہارت لگاتا ہے۔ اور بچہ مسلمان بہ تبعیت والدین پاک قرار دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص مسلمان نہیں ہوا توحید کا قائل نہیں ہے اس کیلئے حکم طہارت نہیں وہ اصل نجاست کے حکم باقی ہے۔ توحید سے حکم طہارت ہوتا ہے۔ اور بعد اس کے اکل طیبات کی ضرورت ہے کہ غذا ہائے طیبہ و طاہرہ اصل نجاست کو مضمحل و مستحیل کر دیں۔ اس پر غالب آجائیں اور پھر جسم ظاہراً و باطناً طاہر ہو کر پاک بہشت دار قدس اور جوار الٰہی میں جانے اور داخل ہونے کے قابل ہو جائے۔

اَیَطۡمَعُ کُلُّ امۡرِیٍٔ مِّنۡهُمۡ اَنۡ یُّدۡخَلَ جَنَّةَ نَعِیۡمٍ کَلَّا اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّمَّا یَعۡلَمُوۡنَ۔	کیا ان میں سے ہر ایک شخص یہ طمع رکھتا ہے کہ اسکو جنت نعیم میں داخل کر دیا جائیگا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہم نے انکو ایسی چیز سے

پیدا کیا ہے جس کو وہ خود جانتے ہیں۔ اس نطفۂ گندیدہ میں کہاں قابلیت
ہے کہ پاک گھر میں قدم رکھ سکے۔ جب تک اول معرفت خدائی سے روح
کی تطہیر اور اس سے حکم تطہیرِ جسمانی اور بعد از کل طہارت سے اس کی تکمیل تام
اور اعمال حسنہ سے نفس کی تطہیر کرلے۔

پاک گھر میں کتا داخل نہیں ہو سکتا اور جس گھر میں نجس کتا ہوگا۔ فرشتۂ
رحمت وہاں داخل نہیں ہو سکتا۔ اللھم اجعلنا من التوابین و اجعلنا
من المتطہرین۔ خداوندا ہمیں تائب اور پاک بنادے۔ اِنَّ اللہ
یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ۔

علتِ نجاست کفار

مذکورہ بالا روایات اصحابؓ و احادیث
رسولؐ و اقوال علماء میں علت نجاست کفار
مسلسل مذکور ہے۔ لِخُبْثِ بَاطِنِہِمْ"۔ ان کے شرک و کفر کی وجہ سے
ان کے اجسام پر نجاست کا حکم لگایا گیا ہے جس کی حقیقت ہمارے
بیان کے ضمن میں آچکی کہ اصل وجود جسمانی انسانی جس کی اصل نطفۂ نجسہ
نجس ہے۔ طہارت کا حکم اس کے اعتقاد توحید سے عائد ہوتا ہے جس
نے اعتقاد کر لیا وہ حکم طاہرین میں آگیا جس نے اقرار توحید نہ کیا۔ دین اللہ
کو قبول نہ کیا۔ اس کی فرمانبرداری منظور نہ کی وہ اصل نجاست پر باقی رہا
اور یہ حقیقت واضح ہے۔

راز اس میں یہ ہے کہ فی الواقع نجس وہ ہے جس سے قدرت
نفرت کرے اور دوری چاہے۔ خواہ وہ اشیاء جسمانی ہوں یا روحانی

تمام نجاسات جو اسلام میں تعلیم دی گئی ہیں۔ ان میں یہ صفت ضرور پائی جاتی ہے اور اس لئے کہہ سکتے ہیں۔ كُلُّ مَا يُقَرِّبُ الْعَبْدَ إِلَى اللهِ فَهُوَ طَاهِرٌ وَكُلُّ مَا يُبْعِدُ الْعَبْدَ عَنِ اللهِ فَهُوَ نَجَسٌ۔ ہر وہ شے جس سے خدا بندے کے نزدیک ہو وہ طاہر ہے اور جس سے خدا دور ہو وہ نجس ہے۔ اور کافر و مشرک اول وہ وجود ہیں جن سے قدرت نفرت کرتی اور دوری چاہتی ہے وہ نجس ہیں اور وہ ان کو اپنے سے دور رکھتا ہے۔ انکا قرب نہیں چاہتا اور اسی لئے ان کے اجسام سے دوری چاہتا ہے حتیٰ کہ اپنے عبادتخانہ میں انکا قدم آنا پسند نہیں کرتا۔ بلا شبہ تمام اشیاء نجسہ وہی ہیں جو قابل نفرت ہیں وہ ذات پاک ان سے نفرت کرتی ہے اور دوری چاہتی ہے اور چاہتی ہے کہ اس کے بندے بھی ان سے دور رہیں۔ ورنہ وہ میرے نہیں ہیں۔

تذکر۔ مومن پاک پر ایک حالت غلبۂ شہوانی غالب ہوتی ہے اور وہ خدا کو بھول جاتا ہے اور اس سے دور ہو جاتا ہے اور قدرت اس سے دور۔ اس پر غسل واجب اور غسل میں شرط کہ قُرْبَةً إِلَى اللهِ کرے یہ شرط بتلا رہی ہے کہ وہ بارگاہ الٰہی سے دور ہو گیا ہے۔ اس لئے اس پر حکم نجاست بار ہے۔ اور طہارت بغرض حصول قرب واجب۔ فافہم تدبر۔

دوسری علت نجاست کفار مذکورہ بالا احادیث میں یہ مذکور ہوئی ہے کہ وہ غسل جنابت نہیں کرتے اور نجاسات سے اجتناب نہیں رکھتے۔ یہ علت اگرچہ نجاست کفار کی حقیقی علت نہیں ہے حقیقی علت اولیٰ ہے جو

مدلل مذکور ہوئی۔ کیونکہ اگر کفار اصول اسلامی کے مطابق غسل جنابت
بھی کریں۔ اور نجاسات سے اجتناب بھی تب بھی وہ نجس ہی رہینگے جب
تک کلمۂ توحید کے قائل نہ ہوں۔ اور قرب الہی میں نہ آئیں لیکن یہہ امر
واقعہ ضرور ہے۔ کہ اسلام کچھ اصول طہارت و نجاست رکھتا ہے۔ جو تمام
فطری ہیں اور انہی اصول کے استعمال سے مسلمان پاک رہ سکتے ہیں
اور رہتے ہیں اور اگر مسلمان ان اصول کے پابند نہ ہوں غسل جنابت نہ
کریں جسم کو مادۂ نجسہ منویہ سے پاک نہ کریں اور بول و براز و خون وغیرہ کے
ذرات و قطرات سے جسم کو پاک نہ رکھیں شراب سے پرہیز نہ کریں اور انکے
منہ اور ہاتھ اس سے ملوث ہوتے رہیں تو شریعت اسلامیہ میں ایسے اجسام پر
ضرور نجاست عارضی ظاہری کا حکم عائد ہوگا اور ہوتا ہے۔ وہ مسلمان جو اس طرح
نجاسات سے پرہیز نہیں کرتے ہیں اور اس باب طہارت میں لاابالی ہیں انکے
ساتھ اکل و شرب مکروہ ہے۔ اور ان کے کپڑے میں پاک مسلمان نماز نہیں
پڑھ سکتا۔ ایسے ہی وہ پیشہ ور جن کو اکثر نجاست سے ملوث رہنا پڑتا ہے جیسے
دھوبی اور دائی وغیرہ تو ان کے گھر کا کھانا بھی شریعت میں مکروہ ہے اور
اس سے اجتناب لازم اور اسیطرح ان کے کپڑے مسلمان کو نماز میں استعمال
کرنا مکروہ لیکن یہ نجاست اصلی نہیں جو دور نہ ہو نجاست عارضی ہے نہانے
دھونے سے یہ پاک ہو سکتے اور رہ سکتے ہیں۔ بخلاف کفار و مشرکین کہ ان کی
نجاست اصلی ہے اور وہ نجس العین ہیں اور اس نجاست سے وہ صرف نہانے
دھونے سے پاک نہیں ہو سکتے۔ بلکہ نہانے دھونے کے ساتھ دین حق میں

داخل ہونے اور قرب خدا کی حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اور اس سے
واضح ہوگیا ہے کہ نجاست کفار کی علت اصلی وہ کفر و شرک ہے۔ اور عدم پابندی
اصول طہارت اسلامی سے ان پر اور نجاست عارض ہوتی ہے۔ اور ایسے
کفار تیم چڑھا کر لیا۔ اور وہ آتشہ عرق حرام ہیں مسلمان اگر غیرت رکھتے ہوں۔
تو یقیناً ان سے ایسی معاشرت میں نفرت کریں۔ کہ یہ نجاست عارضہ اُن کفار پر
نجاست پہ نجاست ہے اور ضرور ہے۔

بلا شبہ تمام مذاہب کفر و تمام اقوام کفار ان نجاسات کو ایسا نہیں
سمجھتی ہیں جیسا کہ اسلام۔ بول و براز سے طہارت ضرور کرتے ہیں خصوصاً براز
سے لیکن یہ عقیدہ نہیں رکھتے کہ اگر کوئی نمی یا قطرہ یا ذرہ لگا رہ گیا یا کپڑے کو لگ
گیا تو ہم نجس رہینگے۔ اور ہماری عبادت صحیح نہ ہو سکیگی۔ خون کو بھی وا س
طرح نجس نہیں جانتے کہ پکس کی برابر بھی لگ گیا تو حکم نجس اس پہ عائد ہوگیا
شراب کی نجاست کا ان کے یہاں سوال ہی نہیں ہے۔ ان کے ہاتھ ان کا منہ
اور پھر کپڑے اس سے ملوث رہیں تو انہیں پاک نہیں کرتے اور وہ نہیں رہتے ہیں
شراب اکثر ہاتھ کو بھی لگتی ہے۔ منہ کو لگتی ہے ظروف نجس ہوتے ہیں۔ کپڑے بھی
ضرور نجس ہوتے ہیں اور وہ ان کو ہرگز اصولاً پاک نہیں کرتے اور نہ کر سکتے ہیں
پھر ان کے نجس ہونے میں کیونکر شبہ ہو سکتا ہے۔ سوئر و کتا ان کے یہاں نجس
العین نہیں۔ ان کی نجاست کا وہاں وہم و گمان بھی نہیں۔ بلکہ آجکل دیکھو۔ تو
کتوں سے مصاحبت و مباشرت عام ہو رہی ہے اور لعاب دہن سگ سے
ان کے جسم اور لباس نجس ہوتے رہتے ہیں۔ اسلام میں کتا جس چیز کو منہ لگا دے

وہ ناپاک ہے اور اس کو مٹی سے پاک کرنے کی ضرورت۔ کیونکہ لعاب دہن سگ میں ایک زہریلا بال آجاتا ہے۔ جو بغیر مٹی گویا نہیں چھٹتا۔ اور وہ سم قاتل ہے۔ مشرکین ہند اپنے برتن بھی بعض اوقات کتوں سے صاف کراتے ہیں۔ یا وہ کر جاتے ہیں تو اس کو نجس نہیں سمجھتے۔ بازاروں میں مشرک حلوائیوں کی دکانوں کے سامنے یہہ منظر صاف نظر آتا ہے۔ کیا دین پاک اس کو نظر انداز کرسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ قدرت اس سے سخت نفرت کرتی ہے اور مسلمان اسکو دیکھ نہیں سکتا۔ یورپ و امریکہ یعنی برعکس مہذب و ترقی یافتہ ممالک میں اور اکثر علاقہ ہائے ہند میں یہی صورت ہے۔ سوئر کی بھی یہی حالت ہے۔ ان مقامات پر عام طور پر مثل بھیڑ بکری کے پالے جاتے ہیں اور اس طرح ان سے وہ مباشر رہتے ہیں۔ آنکھیں کھولو غور کرو۔ اور چشم بصیرت سے کام لو۔ اور پاک مسلمان کہلانے کی شرم کرو۔ غسل جنابت عملاً بلاشبہ اب کسی قوم میں رائج نہیں بعض نفاست پسند افراد اگر نہا بھی لیتے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ غسل اصولی کر لیتے ہیں۔ وہ اسے جانتے ہی نہیں اور نہ ازالہ نجاست بدن اور اس کپڑے سے کرتے ہیں جس میں جنب ہوئے تھے۔ مشرکین ہند عموماً اسی نجس دھوتی میں غسل کرتے جس میں جنب ہوتے ہیں۔ اور اس صورت میں اور اکثر حصہ بدن نجس ہو جاتا ہے۔ اگر مسلمان ایسا غسل کرے تو وہ بھی اس نجاست سے طاہر نہیں کہلا سکتا اور نہ کہلاتا ہے اور ایسے بہت جاہل مسلمان ہیں جنکی طہارت جسمانی کا یہی حال ہے۔ تو یہ کفار ایسے

حالات میں ان نجاسات عارضیہ ظاہریہ سے کیسے پاک فرض کئے جاسکتے
ہیں۔ جس کو آج مسلمان رشک کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کو اپنے سے
زیادہ پاک سمجھتے ہیں۔ بلکہ یورپ زدہ یا محض انگریزی دان مولوی بھی اس
بے غیرتی میں شامل ہو رہے ہیں۔ بلکہ بعض ہمارے بھی ایسے ملا ہیں اور اب
انہیں یہہ تمیز بھی نہیں رہی ہے کہ وہ صاف اور پاک میں فرق کرسکیں اور
نظافت و نفاست و طہارت میں تفریق۔ صاف رہنا اور ہے اور پاک
رہنا اور۔ ان کی بابت یہ تو بعض اوقات کہا جاسکتا ہے۔ کہ صاف ستھرے
رہتے ہیں اور وہ بھی بعض یہہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ پاک اور طاہر رہتے ہیں
اور ہمیں تو ستھرے رہنے میں بھی شک ہے۔ یہ غسل مذکور یا آجکل کا ٹب
باتھ خدا جانے کس طرح اُن کو ستھرا رکھ سکتا ہے۔ جبکہ وہ بیت الخلا سے آ کر
اس میں صابون گھول کر بیٹھ گئے اور وہ نجس اور یقیناً نجس پانی سارے
بدن اور منہہ کو مل لیا۔ بلکہ شاید اس سے کلی بھی کرلی۔ یہ نفاست ہے؟ یہہ
نظافت ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

تجھے تو ہے مرغوب مجنوں کو لیلے
پسند اپنی اپنی نظر اپنی اپنی

یہ نفاست صاحبان جس کو آجکل کے مسلمان جنٹلمین بھی برابر عمل میں لا
رہے ہیں حسن لیلی ہے۔ مجانین تہذیب تو اس کو پسند کریں۔ ہم پسند نہیں
کرسکتے۔ تہذیب کفر اس کو پسند کرے۔ تہذیب اسلامی اس کو ہرگز پسند
نہیں کرسکتی۔ تہذیب اسلامی تو ان حالات سے یہی حکم لگاتی ہے کہ آجکل کفار

ڈبل نجس رہتے ہیں۔ نجاست اصلیہ کے ساتھ نجاست عرضیہ میں بلاشبہ اکثر مبتلا رہتے ہیں۔ اور اسیطرح نجاست حکمیہ میں بھی جو نجاست جنابت حیض و نفاس ہے پس ہمارے وہ مسلمان بھائی جو مشرکین و کفار کو نجس نہیں سمجھتے اور آیت کی غلط تاویل کرتے ہیں۔ اور یہ سب دیکھتے ہوئے ان مشرکین سے خلا و ملا و معاشرہ و مباشر رہتے ہیں۔ ان کی ہر قسم کی تر چیزیں کھاتے ہیں۔ وہی نجس چیزیں مساجد میں بھی لے جاتے ہیں۔ ایسے ہی نجس دودھ و شربت فرش مسجد پر قطرہ ریز ہوتے ہیں۔ بلکہ خاص نذر و نیاز میں بھی انہی کی نجس مٹھائیاں مساجد میں تقسیم ہوتی ہیں۔ اور گھر پر بھی وہ سب نجس رہتے ہیں۔ ان کے لباس نجس۔ ان کی مسجدوں کے فرش نجس رہتے ہیں۔ خصوصًا جو مشرکین ہی کے پانی سے وضو بھی کر لیتے ہیں۔ اور ریلوں میں یہ اکثر دیکھا جاتا ہے۔ انکی جانمازیں نجس رہتی ہیں۔ اور اس لئے ان کی نمازیں صحیح نہیں ہوتیں یا طل محض ہیں قبولیت کی تمنا بھی نہیں کیجا سکتی۔ توقع کیسی۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم۔

تتمہ کفار و مشرکین سے اجتناب اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسے ایسے تعلقات میں ان کی اعانت ہے۔ اور لاکھوں اور کروڑوں کی مسلمانوں کی کمائی اُنسے اجتناب نہ کرنے میں ان کی نذر ہو جاتی ہے۔ اور ساری تجارت ان کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے جیسا کہ اس وقت مشاہدہ ہو رہا ہے۔ اور یہ آیہ صریح الدلالۃ کے خلاف ہے۔ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ نیکی اور

پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ اور ظلم وگناہ میں کسی سے تعاون نہ کرو یقیناً مشرکین و کفار سے معاشرت کرنے اور ایسے تجارتی تعلقات رکھنے میں اعانت کفر وشرک ہے۔ اور اسی لئے اس کو منع کیا گیا ہے حتیٰ کہ خشک اشیار کی خرید فروخت بھی ان کے ساتھ جائز نہیں ہے۔ اور آیت کا مفہوم بتلا رہا ہے کہ اس کے نزول کے بعد تمام ایسے تعلقات مشرکین سے خود بخود منقطع ہو گئے تھے۔ اور اسی واسطے بعض لوگوں کو اسوقت بھی یہ شبہ ہوا تھا کہ مشرکین کا مکہ آنا بند ہو گیا۔ اور تعلقات تجارت منقطع ہو گئے تو ہمیں تکلیف ہو گی اور معیشت تنگ اور اس شبہ کے جواب کے طور پر آخر آیہ کا نزول ہے۔ کہ اگر تم کو خوف ہے کہ تمہیں تنگی ہو گی یا محتاج ضروریات زندگی ہو جاؤ گے تو جان لو کہ خدا تم کو اس صورت سے اپنے فضل سے ان سے مستغنی کر دیگا۔ اس طرح خود بخود تمہاری تجارت تمہارے ہاتھ میں آجائیگی اور تمہیں اس کی احتیاج نہ رہیگی۔ اور یہ واقعہ ہے ایسا ہی ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں میں مسلمانوں نے اپنی تجارت خود سنبھال لی اور ان کے محتاج نہ رہے۔ اور اپنے افراد کی کمائی اپنے ہی پاس رہنے لگی اور مستغنی ہو گئے اب بھی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ ان سے ترک تعلقات تجارتی و خورد ونوش میں یہ تمام تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں آسکتی ہے۔ اور یہ صورت پیدا ہو جائے تو کوئی مسلمان مفلس نہ رہیگا۔ تقریباً نصف افراد کی معاش اس تجارت سے حاصل ہو جائیگی۔ کیونکہ ہر سو کی آبادی میں علم اقتصاد کے رو سے دس دوکانداروں کی ضرورت ہے۔ جو مختلف قسم کی دوکانیں کھولیں۔ اور ہر دوکاندا

کو بالاوسط ایک نوکر کی ضرورت ہے۔ اور ہر دوکاندار کے کم سے کم دو متعلقین بیوی۔ بچے۔ یہ چالیس افراد ہوئے اور نوکر کے متعلقین بھی اسی پر گذارہ کرینگے تو بلاشبہ بالاوسط ۵۰ فیصدی افراد کی روزی تجارت سے پیدا ہو جائیگی اور ہر ایک شخص سے دو کانداروں کو کم از کم عہ سالانہ وصول ہوگا اور باقی پچاس صنعت و زراعت و ملازمت سے باسانی اپنی روزی مہیا کرسکینگے پس یہ خیال قطعاً غلط اور محض باطل ہے کہ مشرکین سے ایسے تعلقات قطع کرنے میں معیشت تنگ ہو جائیگی نہیں بلکہ کھل جائیگی۔ فَاِنْ خِفْتُمْ عَیْلَةً فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔

ایضاً مشرکین و کفار کی اشیاء سے اور ان کی معاشرت سے اجتناب اسلئے بھی واجب ہے کہ ان کے ساتھ معاشرت نشان ولاء و تولاء مشرکین ہے اور کوئی اہل عقل اس سے انکار نہیں کرسکتا بیشک یہ تعلقات انکی معاشرت اور محبت ہی سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ دعوے خود ہی اپنی دلیل ہے۔ اور یہ عمل اس آیت کے حکم کی صریح مخالفت ہے۔ لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ (آل عمران ۳) چاہیئے کہ مومنین کافرین کو اپنا ولی اور دوست نہ بنائیں۔ ولاء کفار ضعف و نقص ایمان کی نشانی ہے۔ اور اس مضمون کی آیات کلام پاک میں متعدد ہیں اور صریح نہی کی صورت میں جہاں کوئی تاویل کسی طرح کی چل نہیں سکتی۔ بلکہ اہل ذمہ کیلئے بھی یہی حکم ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ (مائدہ) اے ایمان والو یہود و نصارے کو اپنا ولی نہ بناؤ۔ اسی واسطے ان سے بھی بیع

تعلقات ممنوع ہیں۔ ہاں بوجہ ضرورت خشک اغذیہ کی خرید و فروخت انکے ساتھ جائز ہے جس کی بابت صریح حکم یہ ہے۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ۔ اہل کتاب کے غلہ جات و میوہ جات وغیرہ تمہارے لیے حلال ہیں۔ اور ان سے خرید سکتے ہو اور تمہارا انکے لئے حلال ہے۔ ان کے ہاتھ بیچ سکتے ہو۔ اہل کتاب کے سوا اور مشرکین سے خشک غلہ بھی نہیں خرید سکتے۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (عبس)

پس چاہیئے کہ انسان اپنے طعام (غذا) کی طرف نظر ڈالے کہ ہم نے ہی خوب پانی برسایا پھر زمین کو شق کیا۔ اور اس میں غلہ۔ انگور۔ کھجور۔ زیتون۔ اور گھنے باغ اور میوہ جات اور سبزیاں اگائیں جو تمہارے سرمایہ حیات رزق ہیں اور تمہارے چوپایوں کیلئے بھی

پکی ہوئی اور تر اشیاء خوردنی اہل کتاب سے بھی لی اور کھائی نہیں جاسکتیں جیسا کہ اوپر مفصل گذرا۔ انگلش زدہ مسلمان ان حقائق و دلائل میں غور کریں اور غیرت سے کام لیں۔ غلہ جات۔ میوہ جات اور سبزی وغیرہ کی خرید و فروخت کا یہ حکم بھی اس کی دلیل اور تاکید ہے کہ عام مشرکین سے یہ چیزیں نہیں خریدی جاسکتیں اور آیہ انما المشرکون کی طرح یہ آیت بھی صاف دال ہے کہ مشرکین کے ساتھ تجارت بھی بالکلیہ ممنوع ہے۔

اور یہ چھوت ہرگز تنگ دلی نہیں ہے۔ یہ چھوت واجب ہے۔ غیر اور دشمن

خدا سے ضرور ہونی چاہیئے۔ یہ در اصل چھوت یا تنگ دلی نہیں۔ بلکہ حقیقی قوم پروری ہے۔ اور نیز قوم کو جو ہمیشہ اقلیت میں رہی ہے اور اب بھی ہے آن میں معاشرت کے تحت جذب ہو جانے سے بچانا ہے جو فرض عین ہے اور در اصل ہر ایک قوم یہ قوم پروری رکھتی ہے۔ اور یہ ان کیلئے باعث فخر قومی ہے۔ اور مشرکین ہند اس میں دوسروں پر بھی سبقت رکھتے ہیں اور وہ آج بھی ہر ایک شئے تابہ امکان اپنوں سے ہی خریدتے ہیں اور مسلمانوں کو اچھوت ہی کی طرح ملیچھ سمجھتے ہیں اور یہی چیز ان کو اور ان کی قومیت اور مذہب کو بچائے ہوئے ہے۔ اور یہ تاریخی حقیقت ناقابل انکار ہے کہ مسلمان جس ملک میں گئے۔ وہاں کی تمدن، تہذیب، مذہب اور معاشرت سب کو بدل دیا اور اپنے اندر جذب کر لیا۔ ایران ترکستان افغانستان فلسطین وغیرہ جہاں جہاں پہنچے۔ ملک کا ملک بدل گیا لیکن ہزار سال حکومت کر کے ہندوستان کو مسلمان نہ بنا سکے۔ اور اہل ہند کا تمدن اور مذہب نہ بدل سکے انکو اپنے اندر جذب نہ کر سکے۔ اس کا کیا باعث ہے؟ محض اہل ہند کا مسئلہ چھوت۔ کہ وہ برابر معاشرت میں مسلمانوں سے الگ تھلگ رہے اور رہتے ہیں۔ اور یہی چیز انکو ہزارہا برس سے دوسری اقوام میں جذب ہو جانے سے مانع رہی ہے۔ اور ہزارہا برس کی ہندویت ہند میں چلی آ رہی ہے۔ درانحالیکہ اسی دور میں دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور اتنے ہی ان کے اوصیاء و اولیاء آئے اور تبلیغ کی اور ہر دور میں اور ہر ایک قرن میں ان خدائی ریفارمروں نے اقوام کا تمدن و مذہب بدلا اور ناخدا پرستی اٹھا کر اس کی جگہ خدا پرستی کو دی مگر دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا آسمانی ریفارمر ہندویت کو ہند میں نہ بدل سکا۔

اور یہ صرف چھوت کی بدولت تھا۔

ہاں یہ چھوت چھات اس نقطۂ نظر سے بری تھی اور ہے کہ اہل حق کے ساتھ کی جاتی رہی ہے ہم اہل حق سے چھوت نہیں رکھتے۔ اہل باطل سے رکھتے ہیں خدا کے دشمنوں سے رکھتے ہیں۔ ایسے رکھتے ہیں۔ جو حقیقۃً قابل نفرت و چھوت ہیں۔ غرض آپس میں اور اہل حق میں چھوت چھات نہ ہونی چاہیئے۔ اور یہی حقیقۃً تنگ دلی ہے اور اصول مساوات کے خلاف ہے لیکن غیر سے ضرور ہونی چاہیئے۔ اور مشرکین ہند میں جو اب اس چیز کو برا کہا جا رہا ہے محض اسی لئے کہ ان میں اپنوں سے بھی ہے۔ کیونکہ شودر بھی انہی کی قوم و مذہب کا جزو ہیں اور انہوں نے ان کو اچھوت قرار دے رکھا ہے مسلمانوں سے پرہیز کرنے اور اچھوت رکھنے کو کوئی پکا مشرک ہندی برا نہیں سمجھتا۔

غرض ہندوستان میں مسلمان برسہا برس کی شاندار حکومت میں ہندوؤں کو اپنے اندر جذب نہ کر سکے۔ صرف معدودے چند افراد بعض علماء اور صوفیوں کی صحبت سے البتہ مسلمان ہو گئے۔ ورنہ زیادہ مسلمان آبادی انہی کی ہند میں اب ہے جو اپنی ولایت سے آئی ہیں۔ خصوصاً چار مشہور ذاتیں۔ (شیخ صدیقی و فاروقی اور انصاری سب عرب ہیں) سید تمام عرب واصل عرب اور اولاد پیغمبر عربی ہیں مغل ترکستانی ہیں اور یہاں افغانستان و ایران سے آئے اور کچھ ترکستان سے پٹھان پختون کابلی و سرحدی ہیں۔ ہاں کچھ راجپوت البتہ مغلوب ہو کر اسلام قبول کر بیٹھے ہیں۔ اور بس۔

بلکہ اسی مسئلہ معاشرت و مباشرت مشرکین و کفار کی بدولت ہندوستان

میں بہت کچھ اپنی تہذیب چھوڑ بیٹھے۔ اور بہت کچھ ہندی تہذیب میں جذب ہوگئے۔ سینکڑوں رسومات اسلامی ترک کرکے ہندوانہ رسمیں قبول کر بیٹھے! اور ان کو اب جزو دین سمجھتے ہیں۔ اوران کی نہایت سختی سے پابندی اور یہ صورت اکبر اعظم کی پالیسی کا نتیجہ ہے۔ جس نے کفار و مشرکین سے برادرانہ معاشرت اختیار کرلی تھی مسلمانوں سے کفر و شرک کی نفرت دور ہوگئی اوراس میں عملاً جذب ہوگئے۔

اس وقت مسلمانوں کے مرض اقتصادی کا واحد علاج صرف اسی چھوت میں ہے۔ اس معاشرت کو ترک کریں اور کل تجارت اپنے ہاتھ میں لیں دنیا بھی درست ہوجائیگی۔ اور دین بھی عبادات بھی قبول ہونگی اور کھانے کو بھی اچھا ملیگا بھوکے نہ مرینگے اور جہنم میں اس کی بدولت نہ جائیں گے۔ خدا کرے کہ مسلمانوں میں یہ چھوت اور تنگ دلی مکمل آجائے جو قوم پروری کی روح ہے اور اپنی تطہیر ظاہری و باطنی کا واحد وسیلہ۔

عبادت۔ ہمارے برادران اسلامی کی اس وسیع النظری و روشن خیالی یا کفار نوازی نے ہماری عبادات کو بھی تباہ کردیا ہے۔ کہ گو ہم نجاست مشرکین کے قائل ہیں اوران سے اجتناب رکھتے ہیں لیکن ہم ہر مسلمان کو پاک سمجھتے ہیں ان سے معاشرت رکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں۔ انہی سے عموماً اکثر و بیشتر اشیاء خوردنی وغیر خوردنی تر اور خشک خریدتے ہیں اوران پر اعتماد رکھتے ہیں کہ دست مسلم و سوق مسلم ہمارے یہاں پاک ہے۔ اور مسلمان مشرکین کو طاہر و اطہر جان کر ان کی نجاسات تک کھا جاتے ہیں۔ اور انہیں

سے عموماً ہر ایک چیز خریدتے ہیں۔ اکثر تمام تر اشیا بھی مثلاً دودھ دہی تیل اور گھی وغیرہ انہی سے لیتے ہیں۔ اور ایسے مسلم دوکاندار عملاً مثل مشرکین ہیں۔ اور ان کو برادر مشرکین کہا جاسکتا ہے۔ ہم ان سے کیونکر پرہیز کر سکتے ہیں اور نہیں کرتے تو ہمیں اپنے جسم اور لباس کی طہارت کا یقین کب ہر وقت حاصل رہ سکتا ہے۔ خصوصاً اکل طیبات صحیح معنی میں نہیں کیونکر میسر آسکتا ہے پھر ہماری عبادات کیسے مقبول ہوں۔ اور یہی وجہ ہے کہ باوجود مشرکین سے اجتناب کرنے اور اصول طہارت و نجاست پر عامل ہونے اور اعتقاد صحیح رکھنے کے ہماری عبادات کا اثر ہم پر ظاہر نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے۔ کہاں ہیں اس کا مصداق کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔ بیشک صلوۃ منع کرتی ہے فحش اور ناپسند کاموں سے الخ۔

اہل بصیرت عبرت حاصل کریں۔ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰھَا۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا۔ قسم ہے نفس اور اس کے پیدا کرنیوالے کی۔ بے شک صلاح و فلاح دارین اسیکو حاصل ہے جس نے تزکیہ نفس کر لیا ورنہ نعمات و رحمات الٰہی سے خائب و محروم ہے۔ مشرکین کے ساتھ کھانا پینا یقیناً تقویٰ اور تزکیہ نفس کے خلاف ہے۔ پس قبولیت نماز کیسی اور نجات کب ممکن۔ این خیال است و محال است و جنوں۔ خدا شرک کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ تو اس شرک نوازی اور شرک پرستی اور شرک پروری کو کیونکر معاف کردیگا۔ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ۔ پناہ بخدا۔

باب اوّل

اختلاف اہل اسلام و تغیرات احکام

اسلامی نماز اور اختلاف اہلِ اسلام

یہ اہم ترین فریضہ اسلامی جس کی شان اور جس کے اسرار و آثار ظاہری و باطنی مختصراً اوپر بیان ہوئے۔ نہایت تاسف اور تعجب کا مقام ہے کہ اس کو مسلمان بے پروائی سے ادا کریں اور محسوس نہ کریں کہ صحیح ادا ہوتی ہے یا غلط۔ یہ ایک فریضہ اسلامی ہے۔ یہ ایک عبادت شرعی ہے۔ یہ مخصوص ذکر اللہ ہے۔ یہ خاص نشان عبودیت ہے۔ یہ اول علائم ایمانی و اسلامی ہے جو بامر اللہ ادا کی جاتی ہے جس کو پیغمبر اسلام نے سب عبادات سے پہلے عملاً تعلیم دیا ہے۔ ناممکن ہے کہ اس عبادت کی صورتیں مختلف ہوں۔ اور متعدد طرق سے ادا کی جاتی ہو۔ یقیناً وہ ایک ہی صورت ہے۔ نماز ایک حکم شرعی ہوا اور پیغمبر خود اس طریق شرعی پر مامور ہے۔ وَكَذَالِكَ جَعَلْنَاكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا۔ اے ہمارے پیغامبر ہم نے تجھکو ایک شرع امری پر مامور کیا ہے یا ہم نے اپنے حکم سے ایک شریعت تیرے لئے قرار دی ہے۔ پس تو اسی شریعت کی پیروی کر۔ تجھے کوئی حق نہیں ہے کہ اس کو بدل دے یا اس میں تغیر پیدا کرے

وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر کیونکہ ممکن ہوسکتا ہے کہ یہ عبادت جس کو نہ صرف پیغمبر عربی بلکہ اس سے قبل کے تمام انبیاء ابتدا آفرینش سے ادا کرتے آئے ہیں اس کو اپنی امت میں مختلف صور و طرق سے پیش کرے عبادت خدا کو بھان متی کا تماشہ بنائے قطعاً نہیں۔ اسلامی نماز ضرور بالضرور ایک ہی صورت رکھتی ہے۔ ایک ہی ہیئت رکھتی ہے۔ اس کو مسلمانوں نے اپنی بے پروائی۔ بے اعتنائی اور خود رائی سے اتنا مختلف فیہ بنا دیا ہے کہ اب معلوم کرنا دشوار ہو گیا ہے کہ نماز پیغمبری کیسی اور کونسی تھی؟ اور جب یہ صورت ہے کہ نماز اسلامی کی حقیقی ہیئت و صورت ادا ہی معلوم نہیں تو اسکی صحت کیسی۔ جب صحیح ہی نہ پڑھی گئی تو امید قبولیت کیسی؟ قبولیت تو صحیح ادا ہونیکے بعد بھی اہم شرائط پر موقوف ہے جو مذکور ہوئیں قبول وہی ہو سکتی ہے جو اسکی سکھائی ہوئی اور بتائی ہوئی بلکہ پڑھائی ہوئی ہو۔ کیونکہ نماز ایک عمل ہے اعمال دین سے اور عمل عمل ہی سے آتا ہے اور سکھایا جاتا ہے اور اس اصول فطرت پر رسول نے نماز اول قولاً نہیں سکھائی۔ بلکہ فعلاً پڑھائی۔ خود پڑھنے لگے اور دوسروں کو حکم دیا کہ اسی طرح تم نماز پڑھو۔ "صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِىْ اُصَلِّىْ" (کتاب الشہاب باب صاد) بس اسی طرح نماز پڑھو جس طرح مجھکو پڑھتے دیکھتے ہو۔ پس نماز میں اطاعت رسول واجب ہے۔ اور جو نماز میں اطاعت رسول نہ کرے اس کی نماز باطل ہے۔ کہ وہ در اصل عبادت دین سے خارج ہے۔ عاصی رسول مسلمان نہیں رہ سکتا۔ پس نماز میں جب مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور اس اختلاف کے لحاظ سے تقریباً انیس[19] طریقہ سے ادا کی جاتی ہے جس کی تفصیل آئے گی

تو ہر ایک شخص کی نماز کی صحت کیونکر تسلیم ہو سکتی ہے۔ اگر صحیح ہو گی تو صرف ایک ہی صورت ہو گی۔ اختلاف دلیل بطلان صلوٰۃ ہے۔ اور اگر مسلمان اس کی تصحیح نہ کریں تو یہ محض بیکار اور ایسے نماز پڑھنے والے اس آیت کا مصداق وَعَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً بعض نفوس ہیں جو عمل کرتے ہیں اور اس میں رنج و تکلیف برداشت کرتے ہیں اور وہی عمل ان کیلئے آتش جہنم بنتے جاتے ہیں ہر ایک ایسی نماز ایک قدم جہنم سے نزدیک کر دیتی ہے۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا. اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا الآیہ (الکھف ۹) کہدو کہ کیا ہم تمہیں خبر دیں ان لوگوں کی جو از روئے اعمال خسارے میں ہیں۔ وہ لوگ جنکی کوشش عمل اس دار دنیا ہی میں ضائع گئی اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ وہ نیک اعمال کر رہے ہیں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ نماز پڑھنے سے قبل یہ دیکھ لے کہ اس کا عمل ہباءً منثورًا ہونے والا تو نہیں ہے۔ ایسا تو نہیں ہے کہ محنت بھی کی اور پھل بھی نہ پایا۔

اسلام میں اختلاف دینی کی وجہ

قرآن اول مرجع احکام ہے۔ اور اس میں اختلاف نہیں۔

وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا" اگر قرآن کلام اللہ نہ ہوتا اور غیر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب ہوتی اسمیں بہت اختلاف پاتے لیکن یہ یقیناً کلام خدا ہے اور اس کی کتاب برحق۔ وَذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ" تو اس میں اختلاف نہیں ہے پس قرآن موجب اختلاف نماز مسلمین نہیں

ہو سکتا۔ قرآن سے رسول نے نماز عملاً سکھائی اور یقیناً ایک ہی سکھائی۔ اس سے یہ اختلاف ہرگز پیدا نہیں ہوا اور یہ خود تاریخی ثبوت ہے کہ زمانہ رسالت میں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ اور قطعی طور پر معلوم ہے کہ تمام مسلمان خواہ ان میں بعض یا اکثر اہل مدینہ منافق بھی تھے سب ایک ہی طریقہ پر نماز ادا کرتے تھے۔ کوئی اختلاف نہ تھا۔ یہ اختلاف بعد وفات رسول پیدا ہوا۔

لیکن کیا یہ اتفاقیہ پیدا ہوا مسلمان اتنی جلدی نماز رسول کو بھول گئے۔ کہ کیسے پڑھتے تھے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ جو فعل رسول اللہ نے کم سے کم تئیس ۲۳ برس شب و روز دن میں پانچ مرتبہ ادا کیا ہو۔ گھر پر مسجدوں میں میدانہائے جنگ و جدال میں اور اکثر جماعت سے کیا ہو اس عمل کو انسان بھول جائے اور اتنی جلدی اور وہی انسان جو تئیس برس رسول کے ساتھ موجود رہا ہے اور اس نماز میں شریک سفر میں بھی اور حضر میں بھی قطعاً ناممکن ہے۔ اگر یہ عمل اس طرح بھولا جا سکتا ہے تو دنیا کا کوئی عمل بھی باقی نہیں رہ سکتا اور علم تاریخ قطعاً باطل ہو جاتا ہے اور کسی واقعہ پر بھی اعتبار نہیں رہ سکتا۔ اور پھر اسلام کے وہ احکام یا عبادات جو سال میں ایک مرتبہ ادا ہوتے تھے یا عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ ادا ہو گئے۔ یا صرف چند دفعہ ہوئے یا وہ اقوال احادیث رسول جو اکثر رسول کی زبان حقائق ترجمان سے ایک ہی دفعہ ادا ہوئی وہ کیونکر یاد رہ سکتی ہیں اور کیونکر ان پر اعتبار کیا جا سکتا ہے کہ واقعتاً یہ رسول کا فعل یا قول ہے تو اس طرح دین اسلام باقی نہیں رہ سکتا اور اسکی حقانیت مشتبہ بلکہ صاف باطل ہو جاتی ہے لیکن یہ قطعاً ناممکن ہے کہ بعد وفات رسول فوراً مسلمان نماز رسول کو بھول گئے اور اس لئے اختلاف پڑ گیا بلکہ اس حقیقت واقعہ کے پیش نظر ہر شخص یقین کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ

اختلاف مسلمانوں نے عمداً ڈالا ہے یا بھولے ہیں تو عمداً بھولے ہیں۔ رسول کے مرتے ہی دین کو بھولے تو لازمی طور پر نماز کو بھی بھولے۔ کہ اول عبادت دینی ہے۔ دراصل یہی بھول گئے کہ پیغمبر عربی دین لیکر آیا تھا یا صرف دنیا کی بادشاہت ہمیں انسان بنانے آیا تھا یا ڈاکو۔ ہماری آخرت درست کرنے آیا تھا یا ہماری صرف دنیا بنانے۔ بیشک مسلمان رسول اور دین رسول کو بھول گئے۔ اور آجتک بھولے ہوئے ہیں کہ رسول کیا تھا اور کیا لایا تھا لیکن جان بوجھکر دیدہ و دانستہ۔

اختلاف عقل و فہم

رسول کے بیان میں اختلاف نہ تھا لیکن انسانی علم و عقل میں اختلاف لازمی ہے۔ ہر ایک کی فہم یکساں نہیں رسول سے سنکر سمجھنے میں اختلاف ہوتا تھا اور قرآن پاک کے معانی دریافت کرنے میں اختلاف ہوتا تھا۔ متشابہات قرآنی کی تاویلات معلوم کرنے میں اختلاف ہوتا مگر وہ اختلاف رسول کے پاس پیش کرتے تھے اور رسول اس کو رفع فرما دیتے تھے کہ وہ اصل حقیقت کے جاننے والے تھے۔ اور منشاے الٰہی کو سمجھا نیوالے۔

یہ اختلاف فطری ہمیشہ نوع انسانی میں لازمی ہے کہ ان کی فطرت بدل نہیں گئی۔ اس لئے لازم ہے کہ بعد رسول اللہ کوئی ایسا مرکز علم موجود ہو جو حقیقی عالم قرآن اور منشاء الٰہی کو سمجھنے والا ہو۔ اور نیز سنت نبوی کا عالم ہو۔ ناسخ و منسوخ کا کلی علم رکھتا ہو۔ تاکہ وہ بعد رسول امت رسول میں جو ایسے فطری اختلافات اعتقادات یا عبادات یا معاملات میں پیدا ہوں بھولکر پیدا ہوں یا عمداً پیدا کئے جائیں۔ ان سب کو رفع کرنے کا حق اور اس کی قدرت رکھتا ہو۔ ایسا حکم ناطق ہو اور فیصلہ نافذ۔ اور یہ حق اس کو حاصل ہو سکتا ہے جس کے علم میں غلطی

کا احتمال نہ ہو اور علم اس کا کامل ہو اور نیز سہو و نسیان سے پاک ہو۔ جان بوجھکر بھی غلطی نہ کر سکتا ہو ورنہ ممکن ہے کہ کسی غرض ذاتی و شخصی کیلئے غلط فتوی دیدے غلط حکم لگادے اور یہ شخص وہ ہو سکتا ہے جو علم الہامی رکھتا ہو۔ جہاں نقص و غلطی کا احتمال نہیں رہتا۔ اور یہ شخص معصوم ہو سکتا ہے کہ وہ سہو و نسیان اور خطائے عمدی و خطائے اجتہادی سے پاک ہوتا ہے۔ کہ یہاں اجتہاد رائے کا دخل نہیں ہوتا ہے ایسے وجود طاہر کی ہمیشہ ضرورت ہے کہ وہ بعد رسول موجود رہے اور یہی جانشین کہلائے اور خلافت رسول کے قیام کی علت داعیہ درحقیقت یہی رفع اختلافات ہے۔ اور بقاء دین اسی خلافت کے وجود سے وابستہ۔ اسی لئے ارشاد نبوت ہے "لَا یَزَالُ ھٰذَا الْاَمْرُ عَزِیْزًا یَنْصُرُوْنَ عَلٰی مَنْ نَاوَاھُمْ اَثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ"۔ "لَا یَزَالُ ھٰذَا الْاَمْرُ صَالِحًا"۔ "لَا یَزَالُ الْاَمْرُ مَاضِیًا مَا وَلِیَھُمْ اَثْنَا عَشَرَ رَجُلًا"۔ "اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ لَا یَنْقَضِیْ حَتّٰی یَمْضِیَ فِیْہِ اَثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ"۔ "لَا یَزَالُ اَمْرُ اُمَّتِیْ قَائِمًا حَتّٰی یَمْضِیَ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً"۔ "لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰی یَکُوْنَ عَلَیْکُمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً"۔ "لَا یَزَالُ ھٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی یَمْضِیَ فِیْھِمْ اِثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَۃً کُلُّھُمْ مِنْ قُرَیْشٍ"۔ وغیرہا من الروایات (مطالب السؤول و تاریخ الخلفاء و صحیح مسلم و ینابیع المودت)

ان تمام روایات کا مدعا یہ ہے کہ قیامت تک دین محمدی کا قیام خلافت محمدی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور قیامت تک بارہ خلفاء رسول ہونگے جو دین کو قائم رکھینگے اور امت کی نصرت کرینگے اور اختلاف و ہلاکت سے بچائیں گے

اور ہر ایک دین کا قیام اس نبی کے خلفاء اور اوصیاء ہی کے وجود سے ہوتا ہے جو انہی اوصاف کے مالک ہوتے ہیں جو مذکور ہوئے۔ دین موسوی صورت اصلی میں اسی وقت تک قائم رہا جس وقت تک کہ اس میں اوصیاء و خلفائے موسیٰ موجود رہے۔ اور اسیطرح دین عیسوی۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى	بے شک ہم ہی نے توریت کو نازل کیا
وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ	ہے۔ جس میں ہدایت اور نور علم ہے۔
اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ	اس سے انبیاء مرسلین یہودیوں پر حکم کرتے
وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ	اور فیصلہ دیتے مسئلہ بتاتے اور علماء
كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ	ربانی اور احبار کیونکہ یہی کتاب اللہ کے
(المائدہ)	محافظ بنائے ہیں اور اس پر شہید ہیں۔

توریت میں ہدایت اور نور ہے لیکن یہ ہدایت اور نور ہر ایک یہودی خود حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ اس توریت کے ذریعہ انبیاء ہدایت کرتے اور تعلیم دیتے اور احکام بتلاتے اور نافذ کرتے تھے اور ان کے بعد ان کے اوصیاء علماء ربانی اور راسخون فی العلم احبار۔ وہی محافظ توریت تھے اور وہی اس پر شہید بنائے گئے۔ اور جس وقت تک یہ شہدا اور محافظ توریت باقی رہے۔ ہدایت توریت جاری رہی۔ اور علم صحیح کی تبلیغ ہوتی رہی۔ جب یہ اٹھ گئے۔ ہدایت ختم ہو گئی۔

قرآن کتاب اسلامی ہے اور اس میں ہدایت اور نور ہے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ

اور یہ ہدایت اور نور مسلمان خود بخود حاصل نہیں کر سکتے۔ بلکہ رسول اللہ اس سے

ہدایت کرتے اور اس کی تعلیم دیتے تھے اور اس سے حکم کرتے اور فیصلہ دیتے تھے۔

وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔

اے محمد ہم نے تجھ پر اس کو نہیں نازل کیا مگر اس لئے کہ تو ان سے وہ باتیں بیان کردے جس میں وہ اختلاف رکھتے ہیں او اختلاف مٹادے اور رفع اختلاف مومنوں کیلئے ہدایت و رحمت ہے۔ اختلاف رحمت نہیں اتفاق و اتحاد رحمت ہے۔

اور بعد رسول اللہ موافق سنت الہی اس سے حکم دینا اور ہدایت کرنا۔ اس کے ذریعہ اختلاف مٹانا اور احکام فقہ کا اجراء کرنا۔ اس کے ان اوصیاء ہی کا کام ہے جو علماء ربانی ہیں۔ اور چونکہ دین محمدی قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ اوصیاء محمد قیامت تک باقی رہیں اور وہ اس کی حفاظت کریں۔ اس پر شہید رہیں اور اس کے ذریعہ ہدایت امت کریں۔ احکام نافذ فرمائیں اور اختلاف امت رفع کریں اور رفع اختلاف داخلی رفع اختلاف خارجی سے کہیں اہم ہے۔ اور ایسے علماء ربانی صاحبان علم الہامی راسخون فی العلم ائمہ اطہار امت طاہرین عترت محمدی ہی ہیں۔ وہ روحانی طور پر وارث علم محمدی ہیں۔ انھوں نے علم القرآن اول الہام ربانی سے حاصل کیا ہے اور یہہ علم ان کو ان کی فطرت کے ساتھ دیا گیا ہے۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ۔ بیشک قرآن انہی سینوں میں آیات بینۃ ہے جنکو

علم انکی فطرت و خلقت کے ساتھ دیا گیا ہے اور پیدا ہوتے ہیں تو قرآن پڑھتے ہوئے
دوسرے سے تعلیم پانے کے محتاج نہیں۔ جبرئیلؑ کی وساطت بھی ضروری
نہیں۔ وہ خود بچپن میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے اور اس کو پڑھتے اور وہاں
سے علم حاصل کرتے ہیں (بخاری شریف حدیث صدقہ و ذکر امام حسنؑ) یہی
حقیقۃً کتاب اللہ کے وارث ہیں جو انکو وراثت باطنی پہنچتی ہے! اور وراثت
ظاہری بھی لازماً انہی کی سپرد کیگئی۔ "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا
مِنْ عِبَادِنَا" پھر ہم نے الکتاب کا وارث بنایا ہے ان لوگوں کو جن کو تمام
بندوں میں سے ہم نے انتخاب کیا اور مصطفٰے و مجتبےٰ و مرتضےٰ بنایا ہے۔ قُلْ
اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ" کہدو اے محمد
کہ مجھکو یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ذریعہ تمکو ہدایت کروں تمکو
ڈراؤں اور (میرے بعد) وہ شخص اس سے ہدایت کرے اور انذار فرمائے
جس کو یہ قرآن پہنچا اور جو اس کا وارث بنے۔ وقت انتقال محمدؐ قرآن جو
کاتبان وحی نے لکھا اور رسولؐ نے بحکم خدا جمع کیا تھا۔ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ
وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ۔ علیؑ کی
سپرد کیا گیا۔ اور انھوں نے موافق تنزیل ترتیب دیا لکھا اور اس لئے کہ رسول
کے بعد ہدایت امت تعلیم امت تبلیغ دین اور رفع اختلافات امت کی ضرورت
تھی اور یہ ضرورت اس کی اس عترت سے ہی پوری ہوتی تھی جو وارث کلام اللہ
ثانی ثقلین اور تالی کتاب اللہ ہے۔ بارہا رسولؐ نے فرمایا اور امت کو مطلع
کیا۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ

مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ الخ"۔ بعد رسول اللہ رفع اختلاف امت اور ہدایت امت انہی ثقلین۔ کتاب اللہ اور ان اہل بیت نبوت و رسالت (جو اصل و نسل رسول سے ہیں) سے وابستہ و منوط و مربوط تھی۔ اور انہی پر موقوف تھی۔ ان ثقلین میں کتاب اللہ ثقل صامت ہے۔ وہ اپنی حقیقت کا اظہار خود نہیں کر سکتی اور خود اپنے معانی آپ نہیں بیان کر سکتی۔ اس کے معانی میں حسب اختلاف فہوم انسانی اختلاف لازم ہے۔ وہ اس اختلاف فہوم کو خود نہیں مٹا سکتی۔ یہ کام ثقل ناطق کا ہے جو اہل بیت نبوت و رسالت ہیں پس بعد رسول اوصیاء رسول جو اہل بیت رسول ہیں اختلاف امت کو مٹا سکتے اور راہ صواب دکھا سکتے ہیں۔ اگر انکا اتباع نہ کیا جائے تو ہدایت خود بخود کتاب اللہ سے حاصل نہ ہوگی۔ اور اختلاف رفع نہ ہوگا۔ دیگر افراد امت اسکی اہلیت نہیں رکھتے کیونکہ انکا علم ناقص ہے۔ ان کے علم میں غلطی کا امکان ہے اور غلطیاں ہوئی ہیں۔ وہ خود غلط راستہ پہ چل سکتے ہیں کہ خطا و غلطی سے معصوم نہیں ہیں اور چلے ہیں اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اس حدیث میں بجائے عترتی سنتی کا اضافہ جو وضع کر لیا گیا ہے خود اپنی غلطی ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ سنت صامت بھی کتاب اللہ سے ملحق ہے اور خود اس کے تحت جو کتاب اللہ اختلاف مٹانے کی قابلیت نہیں رکھتی سنت بھی نہیں رکھتی۔ رفع وہ کر سکتا ہے۔ جو حیات علم قدرت اور ارادہ رکھتا ہو اور کتاب اللہ و سنت رسول دونوں ان صفات سے خالی ہیں۔ غرض بعد رسول اللہ ہدایت امت اور رفع اختلاف کیلئے قرآن مجموعہ احکام علم ہے اور اہل بیت نبوت اس کے

عالم اور اس کے مبین اس کے ذریعہ ہدایت کرنے اور اختلاف مٹانیوالے ہیں یہی خلفاء رسول ہوئے اور انکو اسیلئے بحکم خدا رسول نے مقرر کیا اور انہی کی بقا کے ساتھ دین محمدی قیامت تک مربوط و منوط ہوا۔

لیکن بعد وفات رسول اللہ قوم رسول نے اُن خلفاء برحق کی اطاعت سے انکار کر دیا۔ اور اس عہد رسالت پر قائم نہ رہے جو اُن سے اسکی بابت لیا گیا تھا۔ اور اخذ احکام اور رفع اختلاف و ہدایت میں ان کی طرف رجوع نہ کیا۔ بلکہ اپنی طرف سے اور خلفاء مقرر کر لئے۔ مرکز ہدایت امت بدلگیا۔ اختلاف پڑگیا اور اس سے تمام احکام دین میں اختلاف سرایت کر گیا ایک مختصر گروہ اس عہد رسول پر قائم رہا۔

وَمِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا ۔	اور مومنین میں سے تھوڑے افراد ہیں جنہوں نے عہد الٰہی کو پورا کیا بعض ان میں سے شہید ہوگئے اور بعض اس کے منتظر ہیں اور انہوں نے اس عہد میں ذرہ بھر تبدیلی کی

انہوں نے اپنے علم قرآن اور ہدایت قرآن کو انہی خلفاء برحق سے لیا اور دوسری جماعت جس کی کثرت ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے بنائے ہوئے خلفاء کو اپنا مرجع دینی آمر و امیر دینی قرار دے لیا اور تمام امور دین میں اُنکی طرف رجوع کرنے لگے۔ اور گویا اب دو مرکز علم قرآن و رفع اختلاف قائم ہو گئے۔ اور یہ اول وجہ اختلاف مسلمین اور اختلاف احکام دین کی ہے۔ نیک بندوں نے اسی مرکز الٰہی کو اپنا مرجع قائم رکھا اور بندوں نے اپنے الگ بنا لئے اور اس کی بھی رسول اللہ

خبر دیے گئے تھے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ	رسول اللہ ارشاد فرماتے تھے۔ امراء
واٰلہ وسلم الامراء من قریش	مسلمین میرے بعد سب قریش سے ہونگے
ابرارھا امراء ابرارھا	لیکن دو قسم کے نیک و بد۔ نکوکار صالح نیک
وفجارھا امراء فجارھا	مومنوں کے امیر و امام ہونگے اور بدکار و فاجر
(تاریخ الخلفاء صـ ۶)	بدکار مسلمانوں کے امیر و امام ہونگے۔

اہل بیت رسالت صالحین بلکہ معصومین ہیں۔ یہی امام بنے اور انکو مومنین صالحین نے اپنا امام اور امیر المومنین بنایا اور انکی پیروی کی اور ان سے علم قرآن لیا۔ ہدایت پائی اور اختلاف مٹایا۔ اور بقاعدۂ اصول تضاد دوسرا گروہ جو دوسروں نے بنایا۔ وہ فاجرین کا ہوا۔ اور بنانیوالے بھی فاجرین۔ ان دو گروہوں میں مرکزیت اسلام یا خلافت رسول تقسیم ہو کر امت بھی تقسیم ہو گئی اور اختلاف پڑ گیا۔ اور اسی کی بدولت مسلمان تہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک ان میں سے ناجی اور کل ناری اور ناجی ظاہر ہے کہ وہی ہے جس کے پیشوا و امام صالح نکوکار و معصوم ہیں۔ مگر جس کے پیشوا فاجر و فاسق ہوں۔ کہ فاجر و فاسق اہل جہنم ہیں۔ "ھُمُ الْفَجَرَۃُ الْکَفَرَۃُ" جہنم میں دو ہی گروہ جائیں گے۔ کافرین اور فاجرین۔ کافرین غیر مسلمین ہیں اور فاجرین وہ مسلمین ہیں جنہوں نے بعد رسول اللہ فاجر امراء و ائمہ بنا کر اپنے دین کو خراب کیا اور ہدایت کے بجائے ضلالت خریدی اور رفع اختلاف کے بدلے اختلاف مول لیا۔ اور آج تک لیا جا رہا ہے۔ اور آج بھی اسی بنا پر روز بروز نئے سے نیا اختلاف مسلمانوں میں پیدا ہو رہا ہے کبھی کوئی مسئلہ نیا نکلتا ہے

اور کبھی کوئی فرقہ نیا بنتا ہے۔ کوئی اہل الحدیث ہے تو کوئی اہل القرآن وغیرہما
ولا یخفی علی البصیر وفیہ عبرۃ لاولی الابصار۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں جب حکم خدا و رسول کے خلاف خلیفہ رسول و پیشوائے دین خود تراشنے کیلئے میٹنگ ہوئی تو بھی یہ حدیث رسول ایک پارٹی یعنے مہاجرین نے پیش کی تھی اور ان کے متکلم حضرت ابوبکر ہی تھے۔

قَالَ وَلَقَدْ عَلِمْتَ یَا سَعْدُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَاَنْتَ قَاعِدٌ قُرَیْشٌ وُلَاۃُ ھٰذَا الْاَمْرِ فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّھِمْ وَفَاجِرُھُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِھِمْ قَالَ لَہٗ سَعْدٌ صَدَقْتَ نَحْنُ الْوُزَرَاءُ وَاَنْتُمُ الْاُمَرَاءُ۔ تاریخ الخلفا ص۴۸

ابوبکر نے کہا اور بیشک ای سعد بن عبادہ تو جانتا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اور تو بھی اسوقت بیٹھا ہوا تھا کہ ولاۃ الامر اولی الامر خلفاء رسول قریش ہیں پس جو نیک بخت ہیں وہ انہیں سے نیکوں کی پیروی کرینگے اور جو بدکار ہیں وہ انہیں بدکاروں کی پیروی کرینگے تب سعد نے کہا تم نے سچ کہا۔ تو اچھا تم امیر بنجاؤ اور ہم وزیر ہوجائینگے

یہ دیکھنا اہل عقل و بصیرت کا کام ہے کہ ان دو سلسلہ ہائے خلافت میں نیک خلفاء و امراء کا سلسلہ وہ ہے جس میں معاویہ و یزید اور مروان اور اسکی اولاد فساق و فجار شامل۔ یا وہ جس میں سید الاولیاء۔ سید الاوصیا۔ سید شباب اہل الجنۃ ہیں۔ مالکم کیف تحکمون۔

بہرحال امارت اسلامی و خلافت محمدی صالحین و فاجرین میں تقسیم ہوگئی اور بحکم الجنس یمیل الی الجنس۔ ہر ایک گروہ نے اپنی جنس سے میل کیا اور اس کی طرف فطرتاً رجوع فاسق و فاجر۔ ان خود ساختہ امراء اور پیشواؤں کے

ساتھ ہو گئے۔ اور نیک اور صالحین امت محمدی انہی صالحین عترت محمدی کے تابع ہے۔ اور اس اختلاف نے امت محمدی کو تباہ اور دین محمدی کو برباد کر دیا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

تاریخ شاہد ہے کہ جو گروہ خلافت الٰہیہ کا قائل اور اس کے مرکز پر قائم رہا اور صالحین امت طاہرین عترت رسول کی پیروی کو اپنا فریضہ قرار دیا وہی گروہ شیعہ کہلاتا ہے یعنی شیعہ علی و اولاد علی اور رسول اللہ نے اسی واسطے اسکی رستگاری اور نجات کی بشارت دی ہے۔ کہ علی و طاہرین اولاد علی ہی بعد رسول اللہ ایمانی کسوٹی ہیں جس نے انہیں چھوڑ دیا اس کا ایمان کھوٹا ہے اور جو ان کے ساتھ رہا اور انکی طاعت اور اتباع میں پورا اترا اس کا ایمان کھرا۔

قال رسول اللہ یا علیُّ انتَ وَ الاَطهارُ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ مَنْ اَنكَرَ واحِداً مِنهُم فَقَدْ اَنكَرَنِي (کتاب الشہاب القاضی ابو عبداللہ القضاعی المغربی)

اے علی تو اور تیری ذریت کے طاہرین ہیں سے اگر کسی نے ایک کا انکار کیا اور انکی امامت و اطاعت نہ مانی تو اس نے میرا انکار کیا۔ وہ میری نبوت کا منکر ہے۔

یا علی لولاک لما عُرِفَ المؤمنون بعدی۔

اے علی اگر تو نہ ہوتا تو میرے بعد مومن نہ پہچانے جاتے۔

مومن و منافق خلط ملط رہتے اور معلوم نہ ہوتا کہ سچا مسلمان (مومن کون ہے) اور جھوٹا مسلمان منافق کون ہے (کتاب الشہاب المذکور)

اور ارشاد فرماتے ہیں "علی منی بمنزلۃ راسی من جسدی" علی کو مجھ سے وہ مرتبہ حاصل ہے۔ جو میرے سر کو میرے جسم سے۔ علی راس نبوت ہیں انسان

سرہی کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔ رسول علی کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔ اور نبی پر ایمان لانے والے وہی ہیں جو اس راس نبوت و معیار اسلام و ایمان کی اطاعت و تبعیت میں رہے اور رہیں۔

قَالَ النَّبِیُّ ؐ لِعَلِیٍّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ تَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رَاضِیْنَ مَرْضِیِّیْنَ وَیَاْتِیْ عَدُوُّکَ غَضْبَانَ (صواعق محرقہ روایت ابن عباسؓ)

رسول نے فرمایا اے علی قیامت کے دن تو اور تیرے شیعہ ہی خدا سے راضی اور وہ ان سے راضی ہوگا اور تیرے دشمن ناراض اور ناخوش۔

ایضاً۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفَرَ لَکَ وَ لِذُرِّیَّتِکَ وَ لِوُلْدِکَ وَ لِاَھْلِکَ وَ لِشِیْعَتِکَ وَ مُحِبِّیْ شِیْعَتِکَ فَاَبْشِرْ فَاِنَّکَ الْاَنْزَعُ الْبَطِیْنُ (مناقب صواعق)

اے علی اللہ تعالے نے تجھکو تیری ذریت، اولاد اہل اور تیرے شیعوں اور شیعوں کے دوستوں کو بخشدیا ہے پس تم کو بشارت ہو کہ تم ہی سب سے بڑے عالم اور پاک باطن ہو۔

ایضاً عَلِیٌّ وَشِیْعَتُہٗ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

قیامت کے دن علی اور اس کے شیعہ ہی رستگار ہونگے۔

ایضاً۔ اے علی تو اور تیرے شیعہ حوض کوثر پر تر و تازہ اور سیراب وارد ہونگے اور تیرے دشمن پیاسے بدرو۔ (صواعق)

ایضاً۔ اے علی کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور حسنین اور ہماری ذریت ہمارے پیچھے۔ اور ہماری پاک ازواج ہماری ذریت کے پیچھے اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں۔

ایضاً۔ فرماتے ہیں کہ جبرئیل نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ علی کو سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ اور خدا کی جب تسبیح کی جاتی ہے تو ہر تسبیح سے خدا ایک ملک پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے دوستوں اور شیعوں کے لئے طلب مغفرت کرتا ہے۔

علی کے شیعوں کو حقیر نہ جانو۔ یہ روز قیامت نہ صرف خود بخشے جائیں گے بلکہ بڑے بڑے قبائل کی سفارش و شفاعت کرینگے۔ بقدر قبیلہ ربیعہ و مضر۔

یہ حقیقت بین المسلمین متفق اور مسلّم ہے کہ فرقہ ناجیہ شیعہ علی ہے کہ یہی متمسک بالثقلین ہے اور اتباع ثقلین (کتاب اللہ و عترت رسول) ہی میں نجات ہے۔ اور اسی لئے ہر عالم محقق مسلم سنّی ہو یا شیعہ یہ دعوےٰ کرتا ہے کہ وہ شیعہ علی ہے۔ (اس مضمون کی واقعیت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور شاہ ولی اللہ کی کتب مثل تحفہ اثنا عشریہ اور ازالۃ الخفا ملاحظہ و مطالعہ ہو) اور یہ خود معلوم ہے کہ شیعہ علی وہ ہے جو انکی پیروی کرتا ہے۔ انکی روایت کو لیتا ہے۔ اس پر عمل کرتا ہے اور ہر امر دینی میں علی اور آل علی ہی کی طرف رجوع کرتا ہے نہ وہ جو اس کے نام سے جلتے ہیں اور اس کی روایات سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے اتباع سے گریزاں ہیں اور اسی لئے انہوں نے خلافت محمدی کیلئے اپنے خودساختہ خلیفہ چن لئے اور اپنا مرکز دین اور پیشوا علیحدہ بنا لئے۔ اطفاء السراج فقد ظلم الصبح۔

صور اختلاف دین و احکام دین

مرکز دین اسلام بدلنے اور خلافت الٰہیہ کے اپنے مرکز و معدن سے ہٹنے کے نتیجہ کے طور پر حسب ذیل اسباب اور صورتیں اختلاف

دین و احکام دین کی پیدا ہو گئیں۔
سبب اول۔ جب مسئلہ خلافت نبوی میں نص خدا و رسول سے اعراض کر کے اپنی رائے اور قیاس سے خلیفہ مقرر کر لیا۔ اور اپنا سلطان المسلمین علحدہ بنا لیا۔ اور اس کا نام اجماع رکھا اور اس غلطی کو صحیح ثابت کرنے کیلئے اسکو ایک اصل دین قرار دے لیا۔ اور مثل کتاب و سنت اجماع بھی ایک مدرک احکام بن گیا جس طرح مسئلہ دینی کتاب اللہ اور سنت نبوی سے اخذ و مستنبط کیا جاتا تھا اور کیا جانا چاہیئے تھا۔ اس طرح اجماع سے بھی مستنبط ہونے لگا۔ جو مجمع نے کہدیا وہی ایک حکم شریعت اور مسئلہ دینی بنگیا۔ بلکہ اجماع کے ایک اصل مقرر ہو جانے پر یہی اصل دین بنگیا یعنی کتاب اللہ و سنت سے احکام اخذ کرنے چھوڑ دئے گئے۔ اور پنچایت کی رائے ہی صرف مدرک احکام دین رہ گئی اور یہ مذہب بنگیا کہ اجماع ناسخ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے۔
کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ایک حکم دے اور اجماع اس کے خلاف حکم دے تو کتاب یا سنت رسول اللہ کا حکم نہ مانا جائیگا۔ بلکہ اجماع کا مانا جائیگا۔ اور کہا جائیگا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو اجماع نے منسوخ کر دیا۔ اور اس پہ قطعی عمل ہو گیا۔ اور کتاب اللہ جہاں پنچایت کی رائے کے خلاف ہو اس کی تاویل کر کے پنچایت کی رائے کے مطابق کر لیا جائے۔ اس اصول اور عمل کے ساتھ چونکہ اس کی بنا محض خود رائی پرتھی اور حقیقت کتاب اللہ کا علم نہ تھا اور سنت محو کر دی تھی۔ جہالت سے ایک جزئی مسئلہ کا دوسرے پر قیاس کر کے حکم لگانے لگے۔ اور اس طرح رائے اور قیاس

خود ایک اصل دین قرار پاگئی عمل ہونے لگا اور کہا جانے لگا کہ قیاس ناسخ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے۔ پہلے تو پنچایت یا اجماع کی طرف نسبت دیکھائی تھی اور مجمع کی رائے ایک سند دینی اور مدرک احکام بن گئی۔ اور ان عیوں نے اپنا نام مجتہد رکھ لیا۔ اور اب اجماع و قیاس دونو مدرک احکام قرار پاگئے اور رسول اللہ کی وہ پیشینگوئی ان کے وفات پاتے ہی ظہور میں آگئی۔ جو ایک طولانی حدیث کے ضمن میں یوں بیان فرمائی تھی۔

یا علی فاعد للخصومة فانک مخاصم فقلت یا رسول اللہ تو بینت لی قلیلا فقال ان امتی ستفتن من بعدی فتتأول القرآن وتعمل بالرائی وتستحل الخمر بالنبیذ والسحت بالھدیۃ والربا بالبیع وتحرف الکتاب عن مواضعہ وتغلب کلمۃ الضلال فکن جلیس بیتک حتی تقلدھا۔

(ابن ابی الحدید و رواہ اکثر المحدثین)

اے علی خصومت کیلئے تیار ہو کہ تجھ سے میرے بعد ضرور مخاصمت کیجائیگی (علی) میں نے عرض کیا اے رسول اللہ کچھ بیان تو فرمایئے فرمایا میری امت میرے بعد ہی فتنہ میں پڑ جائیگی پس قرآن کی تاویلیں کریگی اور اپنی رائے پر عمل شراب کو نبیذ پر قیاس کرکے اور رشوت کو ہدیہ پر اور سود کو بیع پر قیاس کرکے حلال بنائیگی۔ اور کتاب اللہ کی تحریف کردیگی اور معانی بدل دیگی۔ اور ضلالت اسوقت ان پر غالب آجائیگی۔ تو صبر کرکے گھر بیٹھ تا اینکہ وہ پھر تیرے گلے ڈالی جائے۔

چنانچہ سلاطین ثلثہ اور ان کے ہم جماعت سب خود رائے بنگئے اور اسکا نام اجتہاد رکھ لیا اور کتاب اللہ اور سنت رسول کو ترک کرکے صرف اجماع اور قیاس ہی پر عمل کرنے لگے

اور اب بھی ویسا ہی ہے۔

مدارک احکام میں کتاب اللہ اور سنت نبی کا ذکر زبانی یا تحریری ضرور کیا جاتا ہے مگر عمل اجماع اور قیاس پہ ہوتا ہے اور کتاب اللہ اور سنت وہی قابل عمل سمجھی جاتی ہے جو ان کی رائے کے مطابق ہو۔ جہاں رائے کے خلاف ہو تو متروک و منسوخ ہے چنانچہ یہ مذہب بنگیا کہ قیاس ناسخ کتاب اللہ ہے۔ اجماع ناسخ کتاب اللہ ہے۔ ابو العباس بن شریح جو اصحاب شافعی سے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قیاس سے مطلقاً وعموماً نسخ کتاب اللہ جائز ہے کیونکہ قیاس مثل تخصیص بیان ہے۔ تو جب تخصیص سے نسخ کتاب اللہ جائز ہے تو قیاس سے بھی جائز ہوا۔ یہی ابو القاسم الاناطی نے بیان کیا ہے اور یہی مستفے میں امام غزالی نے شرح بزودی (ن ن ر)۔

ایضاً اسی طرح ہمارے بعض بزرگوں کے نزدیک جیسا کہ عیسی بن ابان اور بعض علمائے معتزلہ نے تصریح کی ہے کہ قیاس کی طرح اجماع بھی ناسخ کتاب اللہ و ناسخ سنت رسول اللہ ہے۔ الخ (شرح بزودی) اس خیال میں بعض کی تخصیص غیر مفید ہے۔ کیونکہ عمل سب کا یہی تھا اور ہے اور ظاہر بھی اس مسلک سے یہی ہوتا ہے کہ جب ایک شخص کی قیاسی رائے کتاب اللہ کے حکم منسوخ کر سکتی ہے تو جماعت کی رائے تو بدرجہ اولیٰ ان کے نزدیک ناسخ حکم خدا و رسول ہوگی اور ہے۔ شرح بزودی تفصیل مصحف ناطق میں دیکھنی چاہیے) یعنی مدرک دین و احکام کتاب و سنت نہ رہے بلکہ ان کی جگہ اجماع و قیاس نے لے لی۔ اور ہزاروں مسائل و احکام قرآن و سنت اجماع و قیاس سے منسوخ کر دئے گئے۔ جناب شیخین اس کے بانی اور اس کے اول عامل تھے۔ اور اسی سیرت شیخین کے اتباع کی شرط پر بعد

حضرت عمر جناب عثمان کو مجلس شوریٰ کے عمر ی نے تخت خلافت عطا کیا تھا۔ اور علیؑ نے اسی لئے سیرت شیخین پہ چلنے کی شرط کو منظور نہ کیا تھا کہ سیرت شیخین کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف تھی۔ بلکہ شرط کا یہ فقرہ۔ کہ کتاب اللہ سنت رسول اور سیرت شیخین پر عمل کرو تو خلافت دیجائے۔ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول کچھ اور تھی اور سیرت شیخین کچھ اور۔ اگر سیرت شیخین کتاب و سنت رسول کے مطابق ہوتی یہ جزو شرط میں اضافہ کرنے کی ضرورت نہ تھی اور علی جو کتاب اللہ و سنت رسول کے عامل تھے انکو خلافت دیدیجاتی۔ لہذا یقینی طور پر سیرت شیخین کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کے خلاف تھی اور وہ یہی کہ وہ احکام و مسائل و قضایا کتاب اللہ و سنت رسول سے نہ لیتے تھے۔ بلکہ اپنی رائے یا پنچایتی رائے پر عمل کرتے تھے چنانچہ اس کی تصریح کتب تواریخ و سیر میں موجود ہے۔ کتاب تحفۃ الاخیار شرح نوادر الاثر میں منقول ہے۔ ان ابابکر لم یکن معتاداً بالروایت۔ حضرت ابوبکر احکام میں روایت پر عمل کرنے کے عادی نہ تھے بلکہ اپنی رائے قیاس اور پنچایتی رائے پر عمل کرتے تھے۔ اور تاریخ الخلفاء میں ہے۔ جب کوئی معاملہ پیش آتا تھا۔ اور کتاب و سنت میں کوئی اصل نہ پاتے تھے تو کہتے تھے کہ میں اجتہاد کرتا ہوں اور اپنی رائے پر عمل۔ اگر درست ہو تو خدا کی طرف سے اگر غلط ہو تو میری طرف سے خدا و رسول کے حکم کے خلاف اجتہاد اور اپنی رائے پر عمل حسب ارشاد پیغمبری حضرت ابوبکر ہی سے شروع ہوا ہے۔ یہ عذر بارد کہ جب کتاب و سنت میں کوئی اصل نہ پاتے تھے تو اجتہاد کرتے تھے اور اپنی رائے پر عمل خود دلیل بطلان ہے۔ کیونکہ قرآن تفصیل کل شے ہے۔ اور ہر خشک و تر کا بیان اس میں موجود ہے کتاب

أُحْكِمَتْ اٰیَاتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ" اور سنت کل احکام کی تفصیل کر چکی ہے۔ کوئی حکم جزوی بھی نہیں ہے جس کو رسول نے نہ بیان کر دیا ہو۔ اور اسی وجہ سے تکمیل دین ہوئی اور نبوت آپ پر ختم قرآن و سنت میں ہر ایک اصل اور ہر ایک حکم موجود ہے۔ اور ائمہ اہل البیت فرماتے ہیں۔ "مَا مِنْ شَیْئٍ اِلَّا وَلَہٗ اَصْلٌ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ" کوئی چیز نہیں ہے جس کی اصل کتاب اللہ میں موجود نہ ہو۔ اس سے انکار تکمیل شریعت محمدی سے انکار بلکہ اصل دین سے انکار ہے ضرور ہر ایک حکم اور اس کی اصل کتاب و سنت میں مجمل یا مفصل موجود ہے۔ حضرت ابوبکر اگر کوئی نہ پاتے تھے تو اس کے یا یہ معنی ہیں کہ وہ دراصل کتاب اللہ اور سنت رسول دونوں سے بے خبر تھے اور یہ حقیقت ہے لیکن اس صورت میں وہ قطعاً اس عہدہ خلافت کے اہل ثابت نہیں رہتے۔ جو شخص اس قانون ہی کا عالم نہ ہو یا نہ ہو سکے جس کو وہ جاری کرنے اور جس کی تبلیغ و تنفیذ پر مامور ہے تو اس عہدہ و منصب کا اہل کیونکر کہلا سکتا ہے تو اس کو اہل سنت قبول نہ کریں گے کہ وہ قرآن و حدیث کے عالم نہ تھے۔ لہذا لازم ہوا کہ وہ دیدہ و دانستہ کتاب و سنت کو ترک کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ اس میں اصل نہ پاتے۔ بلکہ اس سے نہ لیتے تھے۔ اور احادیث تو حضرت نے جہاں پائیں پھونک دیں۔ اور یہ اس کی تائید ہے کہ وہ ان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

چنانچہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ بعد انتقال رسول اللہ کے حضرت ابوبکر نے لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ رسول خدا سے ایسی حدیثیں نقل کرتے ہو جن سے اختلاف پڑتا ہے۔ پھر تمہارے بعد والے تو تم سے بھی زیادہ اختلاف کریں گے۔ لہذا تم لوگ

آنحضرتؐ کی کوئی حدیث بیان نہ کیا کرو۔ اور جو کوئی سوال کرے تو کہہ دیا کرو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن موجود ہے۔ یہاں لوگوں کو جہاں حدیث رسول بیان کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حسبنا کتاب اللہ کو بھی دوہرایا ہے لیکن کتاب اللہ پر عمل کبھی نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کو اپنی رائے کے مطابق تاویل کر لیا جاتا تھا۔ چنانچہ بیان رسول اللہؐ میں گذرا۔

جناب عائشہ بیان فرماتی ہیں کہ میرے باپ نے پانچسو حدیثیں جمع کیں اور پھر سب نذر آتش کر دیں۔ میں نے عرض کیا کیوں جلا دیں۔ فرمایا کہ مبادا اس میں غیر معتبر روایت ہو۔ میں نے راوی کو ثقہ سمجھ کر لی ہو اور وہ غیر ثقہ ہو (تذکرۃ الحفاظ۔ کنز العمال و ریاض نضرہ) ان احادیث رسول اللہؐ کو پھونک دینے والی حکایت عائشہ میں ایک عجیب لطیفہ ہے کہ آپ نے اس شبہ میں پھونک دیں کہ مبادا کوئی غیر موثق راوی سے لی ہو۔ حضرت ابوبکر اول صحابی اور اہل سنت کے اول خلیفہ یار غار۔ ہر وقت رسول کے ساتھ رہنے کے مدعی براہ راست احادیث رسول سُننے والے انکے اور رسول اللہ کے درمیان سلسلہ رواۃ کیسے قائم ہو گیا؟ کیا آپ نے خود تیئیس برس کی صحبت رسول میں پانچسو حدیثیں بھی نہ سُنی تھیں جبکہ ڈیڑھ سال میں حضرت ابوہریرہ صاحب نے پانچسو سے زیادہ اڑا لی تھیں۔ صدیق رسول صادق امین سے روایت کریں۔ اور اس کے معنی سنیں اور رواۃ غیر ثقہ ہوں سبحان اللہ ایں چہ بوالعجبی است نہیں بات یہی ہے جیسا کہ بیان ہوا کہ آپ حدیث رسول پر عمل کرنے کے عادی نہ تھے اور قرآن کو اپنی رائے اور قیاس پر تفسیر کرتے۔ "وَمَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ خلاصہ یہی ہے کہ یہ بزرگ اپنی ہی رائے اور قیاس پر عمل کرتے تھے۔

اور بس اور یہیں سے یہ اجتہاد جاری ہوا۔ ورنہ دین میں اجتہاد کیسا۔ اگر اجتہاد
شرعی کوئی معنی رکھتا ہے وہ تو صرف قرآن اور حدیث سے استنباط کرنے کا نام ہے
قرآن اور حدیث کے بالمقابل رائے اور قیاس کیا معنی۔ یہ تو صرف انکار قرآن و حدیث
ہے۔ اور یقیناً ہے۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ
جو قرآن کے سوا حکم کرے وہ کافر ہے ظالم ہے۔ فاسق ہے۔ اور جو سنت رسول
کو چھوڑ دے بلاشبہ وہ خارج از اسلام اور منکر رسالت ہے بلکہ رائے قیاس پہ
عمل کرنا شرک ہے۔ واول من قاس ابلیس جس نے اول دین میں قیاس پہ
عمل کیا وہ شیطان ہے اور وہ مشرک۔ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ۔
کیا دیکھا تم نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ وہ
نہیں کرتا جو خدا کہتا ہے۔ بلکہ وہ کرتا ہے جو اس کی رائے ہوتی ہے۔ جو اسکا نفس
چاہتا ہے۔ دین میں قیاس کیسا۔ ان الدین لایصاب بالقیاس یقیناً قیاس
سے دین حاصل نہیں ہوتا۔ دین اور قیاس ضدین ہیں۔ دین خدا اور رسول کے
حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے اور اپنی رائے پہ عمل کرنا اور قیاس پہ عمل کرنا
اس کے بالمقابل بہرکیف قیاس اور اجماع کو دین بنا لیا گیا اور احکام قرآن و
حدیث اس سے متبدل و متغیر ہو گئے۔ حضرت عمر ایسے ہی مجتہد تھے۔ اور وہ
بھی رائے و قیاس پہ ہی عمل کرتے تھے۔ بلکہ انکو مجتہد اعظم کہنا چاہئے۔ اور ایسا
ہی علماء نے لکھا ہے۔ بلکہ ان کی خاطر علمائے متکلمین مثل علامہ قوشجی شارح تجرید
نے تو پیغمبر کو بھی اپنی رائے اور قیاس پہ عمل کرنے والا مجتہد بنا دیا ہے۔ بلکہ عمر کو
ان سے افضل قرار دیا ہے کہ حضرت عمر اکثر اپنے اجتہاد سے حدیث رسول

قول رسول کو رد کر دیتے تھے۔ بلکہ رسول کی زندگی ہی میں ایسا ہوتا تھا کہ وہ رسول کی بات کو رد کر کے اپنی چلاتے تھے۔ فقد جوز القوشجی واصحابہ لعمر تکذیب النبی باجتہادہ چنانچہ حضرت کی ایجادات فی الدین کے متعلق جو جواب دیا ہے۔ وہاں یہ الفاظ ہیں۔ ذٰلِكَ لَيْسَ مِمَّا يُوجِبُ قَدْحًا فِيهِ فَاِنَّ مُخَالَفَةَ المجتهد لِغَيْرِهِ فِى الْمَسَائِلِ الْاِجْتِهَادِيَّةِ لَيْسَ بِبِدْعٍ۔ اس لئے اگر عمر نے متعتین وغیرہما کو اپنی رائے سے حرام کر دیا تو کوئی بری بات نہیں کی یعنی قوشجی وغیرہ علماء متکلمین اہلسنت نے حضرت عمر کے لئے یہ بات جائز قرار دی ہے کہ وہ اپنے اجتہاد رائے سے رسول کی حدیث کو جھٹلا سکتے ہیں اور ایسا ہی ہوتا رہا۔ اسطرح سے بہت احکام بدلے گئے اور اختلاف پڑ گیا حضرت عثمان نے بھی بہت احکام بدلے بلکہ انکی نسبت تو عام مسلمانوں نے یہی الزام لگایا ہے۔ "لَقَدْ غَيَّرْتَ وَبَدَّلْتَ" بیشک تو نے شریعت کو متغیر کر دیا اور دین کو بدلیا اور اسطرح انکے جانشین اور ان کے ہم جماعتوں نے بہت احکام کی صورت مسخ کر دی اور آج یہ جاننا اور معلوم کرنا مشکل ہو گیا کہ اصل حکم قرآن اور حدیث کیا تھا اصل قول و فعل پیغمبر کونسا ہے۔ کیونکہ قیاس و رائے اصحاب نے کتاب و سنت کو منسوخ کر دیا۔ "ولکن الصحابۃ اذا تکلموا فیما بینهم بالرای ولم یلتفتوا الی الحدیث یعلم ان الحدیث نسخ"۔ لیکن صحابہ جب مسائل میں فیما بین خود رائے اور قیاس سے گفتگو کرتے تھے اور حدیث کی طرف ملتفت نہ ہوتے تو یہ جان لیا جاتا تھا کہ حدیث منسوخ ہو گئی۔ "لیبک علی الاسلام من کان باکیا"۔

معاویہ کے عہد تک نوبت پہنچی تو بتصدیق خطیب بغدادی مسلمانوں میں

پانچسو بدعتیں پھیل گئی تھیں اور پانسو سنتیں منسوخ و متروک ہو گئی تھیں شاید ہی کوئی مسئلہ دینی رہ گیا ہو جو مسخ یا نسخ نہ ہو گیا ہو یا اس میں اختلاف نہ پڑ گیا ہو بلکہ ہزار تک اختلاف بڑھ گیا تھا۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔

کیونکہ معاویہ دین محمدی کا قائل ہی نہ تھا۔ نام محمد سنکر اس کے آگ لگتی تھی۔

مطرف بن المغیرہ بن شعبہ۔ معاویہ کا صحابی خاص اور محرم راز ہے۔ اس کا قصہ مشہور و معروف ہے۔ معاویہ اس کے سامنے اپنے غم و غصہ کا یوں اظہار کرتا ہے:-

وَهٰذَا ابْنُ اَبِیْ كَبْشَةَ لَیُصَاحُ بِهٖ كُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاَیُّ عَمَلٍ یَبْقٰی وَاَیُّ ذِكْرٍ یَدُوْمُ بَعْدَ هٰذَا لَا اَبَا لَكَ لَا وَاللّٰهِ اِلَّا دَفْنًا دَفْنًا۔ الخ۔

اور اس محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کا نام پانچ مرتبہ اذان میں پکارا جاتا ہے۔ پس کونسا عمل باقی رہ سکتا ہے اور اس کے بعد کس کا ذکر قائم رہ سکتا ہے نہیں نہیں خدا کی قسم بس انکو دفن ہی کرنا چاہیئے یعنی ثلثہ کا کوئی ذکر بھی نہیں کرتا اور یہ دیکھو ابن ابی کبشہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب کا نام پانچ مرتبہ روزانہ اشہد ان محمداً رسول اللہ کے ساتھ پکارا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہمارا کونسا عمل باقی رہ سکتا ہے۔ اور کونسا ذکر دائم و قائم رہ سکتا ہے۔ تیرا باپ مرے نہیں نہیں خدا کی قسم ان (اہل بیت) کو دفن کرنا ہی موجب تسلی قلبی ہو سکتا ہے۔ انکو مار مار کے فنا کر دینا چاہیئے (ابن ابی الحدید جلد ۲ جزو دوم ص۱۵۷ و ۱۵۸ تفصیل مصحف ناطق حصہ سوم میں ملاحظہ ہو)۔

معاویہ دراصل ملحد تھا اور کسی دین مذہب کا قائل نہ تھا اور یہی اکثر عرب کا مذہب قبل اسلام تھا اور یہ اس پر باقی بھی ابن ابی الحدید کہتے ہیں۔

وَ مَعْلُوْمٌ اَنَّ مُعَاوِيَةَ وَمَنْ بَعْدَهُ لَمْ تَكُنْ هٰذِهِ الطَّرِيْقَةُ طَرِيْقَتَهُمْ وَلَا هٰذِهِ السُّنَّةُ سُنَّتَهُمْ وَاَنَّهُمْ كَانُوْا اَهْلَ دُنْيَا وَاَصْحَابَ لَهْوٍ وَلَعِبٍ وَانْغِمَاسٍ فِي اللَّذَّاتِ وَقِلَّةِ الْمُبَالَاتِ وَمَنْ هُوَ مَرْمِيٌّ بِالزَّنْدَقَةِ وَالْاِلْحَادِ وَقَدْ قَدَحَ كَثِيْرٌ مِنْ اَصْحَابِنَا فِيْ دِيْنِ مُعَاوِيَةَ وَلَمْ يَقْتَصِرُوْا عَلٰى تَفْسِيْقِهِ وَقَالُوْا عَنْهُ اَنَّهُ كَانَ مُلْحِدًا لَا يَعْتَقِدُ النُّبُوَّةَ۔

اور معلوم ہے کہ معاویہ اور اس کے بعد والوں کا یہ طریقہ اور یہ سنت دینیہ نہ تھی اور وہ لوگ اہل دنیا تھے اور دنیا میں ڈوبے ہوئے دین سے بے پرواہ تھے۔ اور ان میں سے بعض ایسے تھے۔ جو زندیق اور ملحد تھے اور ہمارے بہت سے علما نے معاویہ کی قدح کی ہے اور انہوں نے اس کے فاسق کہنے پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے کہا ہے کہ معاویہ ملحد تھا۔ اور نبوت پر ایمان نہ رکھتا تھا۔

اجماعی خلافت کا سلسلہ دراصل عثمان سے گذر کر معاویہ ہی تک پہنچا علی سے بغاوت اور بدعہدی کی گئی اور معاویہ کی بیعت ہو گئی معاویہ جیسا ملحد جب دین محمدی کا لیڈر بن گیا تو دین محمدی کی صورت مسخ کیوں نہ ہو گی جس چیز کا وہ اور اس کا خاندان مدت سے طالب تھا وہ خود شیخین کی سیاست اجماعی سے مل گئی۔ یہ جان بوجھ کر احکام اسلامی کو تبدیل تنسیخ اور مسخ کر دیتا تھا مثلاً نماز میں ترک بسم اللہ کی اس نے بسم اللہ کی یا اس کو سنت بنایا اور اپنے قول و فعل سے اس قول رسول کو ثابت۔ آفۃ ہٰذا الدین بنو امیۃ۔ اس دین اسلام کی آفت بنو امیہ ہیں۔

وَمِنْهَا تَرْكُ التَّسْمِيَةِ فِي الصَّلٰوةِ جَهْرًا لَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ الْمُعَظَّمَةَ وَاَنْكَرَ عَلَيْهِ ذَالِكَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ قَالُوْا اَسَرَقْتَ التَّسْمِيَةَ يَا مُعَاوِيَةُ۔ (دراسات اللبیب لاہوری)

منجملہ اس کے تغیرات دینی و تنسیخات شرعی ہیں ایک ترک بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے نماز میں اول سورہ میں اسکا با آواز بلند پڑھنا ترک کر دیا جبکہ وہ مدینہ میں آیا تھا اور تمام مہاجرین و انصار جو اس وقت موجود تھے سب نے اعتراض و انکار کیا اور کہا اے معاویہ کیا بسم اللہ چرا لی۔

یہ سنت معاویہ سے جاری ہوئی۔ اور قرآن بغیر بسم اللہ بلند پڑھا جانے لگا۔ اور پھر شیعوں کی ضد میں اس پر اصرار ہوا اور یہ مذہب بن گیا۔

وَاَمَّا تَرْكُ الْجَهْرِ بِالْبَسْمَلَةِ فِي جَوَامِعِ بَغْدَادَ فَلِاَنَّ العلويين اَصْحَابَ مصر كَانُوْا يَجْهَرُوْنَ بِهَا فَتَرْكُ ذَالِكَ مُخَالَفَةً لَهُمْ لَا اِتِّبَاعًا لِمَذْهَبِ الْاِمَامِ احمد (مسند امام احمد)

لیکن بغداد کی مسجدوں میں جو بسم اللہ کو با آواز بلند کہنا ترک کر دیا تو یہ مصر کے خلفاء بنی فاطمہ کی مخالفت میں ہوا کیونکہ مصری شیعہ بسم اللہ کو بالجہر پڑھتے تھے۔ نہ کہ امام احمد کے مذہب کی پیروی میں کہ وہ بھی اس کے تارک ہیں۔

غرض یہ چوری معاویہ کی مذہب بن گئی اور آئندہ آنے والی نسلوں نے تو ہر سورہ قرآن کے اول سے اسی سنت معاویہ کی پیروی میں بسم اللہ اڑا دی بلکہ کہدیا۔ کہ بسم اللہ جزو سورہ نہیں ہے۔ آجتک اسی میں اختلاف ہے۔ اور مسلمانوں کی جماعت کثیر اس کی عامل ہے کہ بسم اللہ بالجہر نہ پڑھی جائے یا بالکل ہی نہ پڑھی جائے وقس علیٰ ذالک۔ حالانکہ صحاح میں یہ روایات بھی موجود ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نماز میں ابتدا بسم اللہ سے کرتے تھے اور بالجہر پڑھتے تھے۔

أَخْرَجَ ابنُ جَرِيْرٍ عن ابن عباس أَنَّهُ قَالَ لَعَنَ اللّٰهُ فُلَانًا (معاویۃ) أَنَّهُ كَانَ يَنْهٰى عَنْ تَلْبِيَةِ هٰذَا الْيَوْمِ. يَوْمَ عَرَفَةَ لِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ يُلَبِّي فِيْهِ۔

ابن جریر ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے۔ خدا معاویہ کو لعنت کرے کہ عرفہ کے دن لبیک کہنے کو منع کرتا تھا کیونکہ علی اس دن لبیک کہتے تھے۔

یہی مضمون کنز العمال و سنن بیہقی میں بھی مذکور ہے اور یہ بھی ایک واضح دلیل ہے اس امر کی نبی و آل نبی کی دشمنی میں بعد رسول اللہ بہت سے احکام دین مسخ کر دیئے نتیجہ یہ ہوا کہ

الصحیح البخاری میں ہے کہ معاویہ کے زمانہ میں انس بن مالک شام میں آئے تو وہ لوگوں کی مذہبی حالت دیکھکر روتے تھے اور کہتے تھے ہائے احکام اسلام میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ چنانچہ مروی ہے۔

حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا مهدی عن غیلان عن انس قال ما اعرف شیئا مما کان علی عهد النبیؐ. قیل الصلوۃ قال الیس صنعتم ما صنعتم فیها۔

ہم سے موسیٰ بن اسمٰعیل نے بیان کیا۔ اس سے مہدی بن غیلان نے اور اس سے انس بن مالک نے کہا۔ جو کچھ عہد نبی میں دیکھا تھا اس میں سے اب کچھ نہیں پہچانتا اور دیکھتا ان سے کہا گیا کہ نماز تو باقی ہے۔ فرمایا۔ کیا اس میں بھی جو تمہیں کرنا تھا نہیں کر گذرے

ایضاً حدثنا عمرو بن زرارۃ
قال اخبرنا عبد الواحد بن
واصل ابو عبیدۃ الحداد عن
عثمان بن ابی روّاد اخی عبد العزیز
قال سمعت الزھری یقول
دخلت علی انس بن مالک
بدمشق وھو یبکی فقلت ما
یبکیک فقال لا اعرف شیئاً
مما ادرکت الا ھذہ الصلوٰۃ
وھذہ الصلوٰۃ قد ضیعت (صحیح البخاری ص ۷۶)

ہم سے عمرو بن زرارہ نے بیان کیا
اس کو عبدالواحد بن واصل نے خبر دی
اس سے عثمان بن ابی رواد نے بیان کیا
اس نے کہا ہے کہ میں نے زہری کو کہتے
سنا کہ میں دمشق میں انس بن مالک
کے پاس گیا تو دیکھا وہ رو رہے ہیں
میں نے کہا آپ کیوں روتے ہیں۔
کہا۔ جو کچھ میں عہد رسول میں پاتا تھا۔ اب
اس میں سے کچھ نہیں دیکھتا فقط یہ نماز رہ گئی
تھی سو یہ نماز بھی ضائع کر دی گئی۔

پچاس نہیں بلکہ چالیس سال کے ہی اندر اندر وفات رسول کے بعد صورتاً احکام عبادات اسلام سراسر مسخ کر دی گئی اور یہ پہچاننا مشکل ہو گیا کہ اصل عبادت رسول اسلام کیا تھی ہاں علی کی حیات تک یہ تھا کہ بعض اوقات بعض افراد ان کی طرف رجوع کر لیا کرتے تھے۔ اور آپ کی نماز میں شریک ہو جاتے تو عبادت رسول یاد آجاتی تھی۔

وعن مطرف قال صلیت انا و
عمران بن الحصین صلوٰۃ خلف
علی ابن ابی طالب فکان اذا
سجد کبر واذا رفع کبر
واذا اخلص عن الرکعتین کبر

مطرف بیان کرتا ہے کہ میں نے اور عمران
بن حصین نے ایک دن علی کے پیچھے
نماز پڑھی تو آپ سجدے میں جاتے تو تکبیر
کہتے جب سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے جب وہ
فارغ ہوتے تو تکبیر کہی پس جب سلام پھیرا تو عمران نے

فَلَمَّا سَلَّمَ اَخَذَ عِمْرَانُ بِیَدِیْ	میرا ہاتھ پکڑا اور کہا آج اس شخص نے
فَقَالَ لَقَدْ صَلّٰی بِنَا ھٰذَا صَلٰوۃَ	رسول اللہ کی نماز پڑھائی یا یوں کہا کہ
مُحَمَّدٍ اَوْ قَالَ لَقَدْ ذَکَّرَنِیْ ھٰذَا	آج اس نے رسول اللہ کی نماز
صَلٰوۃَ مُحَمَّدٍ (صحیح البخاری مطبوعہ میرٹھ ص۱۰۸)	یاد دلادی۔

ابو موسیٰ نے بھی علی کے پیچھے نماز پڑھی تو ایسا ہی کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ہم اس کو بھول گئے یا عمداً چھوڑ دیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ بعض بھول گئے کہ دین کی پروا کم ہو گئی تھی اور بعض نے عمداً ترک کر دیا کہ دین سے عملاً مرتد ہو رہے اور پیچھے ہٹ رہے تھے۔

دوم۔ اس مرکز بدلجانے اور اختلاف داخلی اسلام میں پیدا ہو جانے اور رعب روحانیت اسلام فطرۃً کم ہو جانے کے ساتھ وہ منافق جو اسلام چوبیس یا تئیس برس کی اندرونی ریشہ دوانیاں کرتے۔ اور تخریب دین میں کوشاں رہتے تھے مگر رعب پیغمبری سے دبے ہوئے تھے۔ وہ اب کھل گئے۔

لَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ	اگر یہ منافقین اور وہ لوگ جنکے دلوں میں مرض
الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ	ہے اور مدینہ میں جھوٹی خبریں اڑانیوالے اگر اپنی
وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ	ان حرکتوں سے باز نہ آئینگے تو پھر ہم کو انکے خلاف
لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ (الاحزاب)	اٹھادینگے اور سزا دجنگ کا حکم دینگے (الاحزاب)

اب ان کو بحال آزادی واسعیت اپنی تخریبی کوششوں کا موقع مل گیا اور خوب جھوٹی خبریں بنا بنا کر مسلمانوں میں پھیلا دیں اور اپنے مقصد نفاق کے مطابق اپنی رائے سے قرآن کی تاویلیں اور تفسیریں شائع کر دیں اور مسلمان یہ سمجھتے

رہے کہ چونکہ یہ ہم میں سے ہیں۔ یہ ٹھیک کہ رہے ہیں۔ کیونکہ منافقین کوئی خاص نشان نہ رکھتے تھے جن سے پہچانے جاتے ہوں۔ عام مسلمانوں میں شامل تھے ان کی جماعتوں میں شریک تھے۔ عبادات میں موجود۔ مگر دل میں کفر لیے ہوئے تھے۔ اور اسلام کے دشمن تھے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اختلاف احادیث کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں جن سے روایات و احادیث نقل ہوئی ہیں چار قسم کے لوگ تھے۔ ایک منافقین تھے جو ایمان کا اظہار کرتے تھے اور بناوٹی مسلمان بنے ہوئے تھے اور عمداً رسول پر بہتان باندھتے تھے۔ جھوٹی روایتیں بناتے تھے۔

وَلَوْ عَلِمَ النَّاسُ اَنَّهٗ مُنَافِقٌ كَاذِبٌ لَمْ يَقْبَلُوا مِنْهُ وَلَمْ يُصَدِّقُوا قَوْلَهٗ وَلٰكِنَّهُمْ قَالُوا صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ص وَسَمِعَ مِنْهُ وَتَلَقَّفَ عَنْهُ فَيَاْخُذُوْنَ بِقَوْلِهٖ۔ ا ھ

اگر لوگ یہ جانتے کہ یہ جھوٹے اور منافق ہیں تو اسکی روایت نہ لیتے اور اسکی بات کی تصدیق نہ کرتے لیکن چونکہ نہ پہچانتے تھے۔ کہتے تھے یہ رسول کا صحابی ہے اسنے رسول سے حدیثیں سنی ہیں اخذ کی ہیں لہذا اسکی بات مان لیتے تھے اور اسکی حدیث کی تصدیق کر لیتے تھے۔ شرح نہج البلاغہ جلد ا

اسی کے تحت میں ابن الحدید لکھتے ہیں:۔

اِنَّ هٰذَا التَّقْسِيْمَ صَحِيْحٌ وَقَدْ كَانَ فِيْ اَيَّامِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُنَافِقُوْنَ وَبَقُوْا اَبَعْدَهٗ

یہ تقسیم وار احادیث صحیح ہے بیشک رسول اللہ کے زمانہ میں منافق موجود تھے (مدینہ بھرا پڑا تھا) وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ

وَلَیْسَ یُمْکِنُ اَنْ یُقَالَ اَنَّ النِّفَاقَ مَاتَ بِمَوْتِہٖ۔

مَرَدُوا عَلَی النِّفَاقِ (الآیہ) اور آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد وہ باقی رہے اور یہ کہنا قطعاً ناممکن ہے کہ آپ کے مرتے ہی نفاق مرگیا بلکہ اور بڑھتا گیا

وہ باقی رہے اور یقیناً باقی رہے بلکہ آزاد اور بے خوف ہو گئے اور اپنے تخریبی پروگرام کو خوب کامیاب بنا سکے اور ہزاروں رخنے اسلام میں پیدا کر دیے اور جھوٹی روایات کا ایک طومار اکٹھا کر دیا رسول پر بھی جھوٹ بولا اور اس کے جانشین برحق پر بھی طوفان باندھا۔ حسنین پر بھی تہمت لگائی یعنے ان سب کی طرف سے بھی جھوٹی روایتیں مسلمانوں میں پھیلائیں۔ کیونکہ ان سب سے ان کو دشمنی تھی کہ یہ رسول کے جانشین اور ان کے علوم کے وارث دین کے محافظ تھے۔ انہیں بھی اس ضمن میں بدنام کرنا تھا اور لوگوں کو اس طرح انکا دشمن بنانا اور نفرت پھیلانا۔

وَعَنْ محمد الباقرؑ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قُبِضَ وَقَدْ اَخْبَرَ النَّاسَ اَنَّا اَوْلَی النَّاسِ بِالنَّاسِ فَتَمَالَتْ عَلَیْنَا قُرَیْشٌ حَتّٰی اَخْرَجَتِ الْاَمْرَ مِنْ مَعْدِنِہٖ

رسول اللہ نے انتقال فرمایا۔ درانحالیکہ وہ خبر دے گئے تھے کہ ہم سب لوگوں کے مولیٰ ہیں پس قریش ہمارے خلاف ٹوٹ پڑے یہانتک کہ خلافت رسول کو اس کے معدن و مرکز سے نکال لیا۔

اور جب ہماری طرف رجوع کی تو پھر بدعہدی و غداری کی اور ہمارے ساتھ جنگ و جدال کی بنیاد ڈالدی۔ ہم برابر لوگوں کے ظلم اٹھاتے رہے اور جلاوطن۔ ذلیل حقیر۔ اور مقتول ہوتے رہے اور کاذبوں اور منکروں نے اپنے کذب و افترا پردازی کو اپنے بدکار فاسق و فاجر عاملوں۔ قاضیوں اور حاکموں کے تقرب کا وسیلہ بنا لیا ہم پر جھوٹ

بولتے تھے اور عسکر وانعام پاتے تھے اور انہوں نے ہمارے نام سے بہت سی جھوٹی حدیثیں اور روایتیں ان سے بیان کردیں جو نہ ہم نے کہی تھیں اور نہ کی تھیں اور یہ بات امام حسنؑ کی موت کے بعد زمانہ معاویہ میں بہت بڑھ گئی کہ ہمارے شیعہ ہر شہر میں قتل کئے جاتے تھے اور ان پر جھوٹے الزام لگائے جاتے اور جھوٹی روایتیں گھڑی جاتی تھیں۔ الخ۔ اور عمر عاص مغیرہ بن شعبہ عروۃ ابن الزبیر وغیرہم خاص طور پر علی و اولاد علی کو دشمن رکھتے تھے ہمیشہ ان کی تنقیص کرتے تھے اور جھوٹی روایتیں بناتے تھے (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۳ صـ ۶۹)

عہد معاویہ میں تو حدیث سازی کا خاص محکمہ تھا اور معاویہ نے اپنے گورنروں کے نام احکام جاری کردیئے تھے کہ علی کے فضائل محو کئے جائیں۔ اور خلفائے ثلثہ کے فضائل بنائے جائیں اور علی اور اولاد علی کی تنقیص کی جائے اور ان کو علی الاعلان منبروں پر سب و شتم ولعن وطعن کیا جائے۔ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ تک ایسا ہی ہوتا رہا اور اس نے بالطائف الحیل بند کیا۔ کلبی مورخ کی تحقیق میں سترہ ہزار دس منبروں پر روز جمعہ ایک وقت میں خطبہ نماز کے ساتھ علی و اولاد علی کو اس زمانے میں سب و شتم کیا جاتا تھا۔ جس وقت تک اعتقادات اسلام میں کئی لاکھ جھوٹی حدیثوں کا ذخیرہ مسلمانوں میں مہیا ہوگیا (تاریخ الخمیس، النصائح الکافیہ، شرح نہج البلاغہ)

سوم۔ یہ کہ بعض اصحاب رسول زمانہ رسول ہی میں مرتد ہوگئے تھے مگر حیات رسول تک دبے ہوئے تھے۔ اب وہ بھی کھل گئے آزاد ہوگئے۔ جو کینہ دل میں اسلام اور اہل اسلام سے رکھتے تھے ظاہر کرنے لگے۔ جو جلا وطن کردیئے گئے تھے۔ وہ بھی خلفاء کی طرف سے بلائے گئے۔ اور انہوں نے تخریب اسلام کیلئے سینکڑوں جھوٹی روایتیں حدیثیں

اور تفسیریں مسلمانوں میں پھیلا دیں جیسے کہ اشعث بن قیس یہ مرتد ہو گیا تھا حضرت
ابوبکر نے اپنے عہد میں اس کو معاف کر دیا اور اپنی بہن بھی نذر دیدی دکمہ عداوت
علی و اولاد علی کیلئے کام کا آدمی تھا، عبداللہ ابن ابی سرح برادر رضاعی عثمانؓ لبید بن
عقبہ۔ مروان بن الحکم ملعون رسالت مآب وغیرہم یہ سب تحریفین کی حدیث ساز
جماعت ہے اور یہی رواۃ آثار و احادیث اہل سنت ہیں (روضۃ الاحباب۔ و
معارج النبوۃ۔ ترمذی و ابن ماجہ) ان کے علاوہ بہت سے اصحاب رسول بعد انتقال
رسول دین با عمل و نبی سے مرتد ہو گئے۔ اور بعض منافق کفر میں کھل گئے اور دین کو
متغیر و متبدل کر دیا ہزاروں جھوٹی حدیثیں و تفسیریں اور تاویلیں مسلمانوں میں شائع
کر دیں (احادیث کتاب الحوض و کتاب الفتن بخاری ملاحظہ ہو۔ ص ۹۷۳-۱۴۸) "اَنْتَ
لَاتَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ" جناب رسول خدا حوض کوثر پر ہونگے۔ اور
اور ان کے بعض اصحاب کوثر سے ہٹائے جائیں گے اور انکو سیراب نہ ہونے دیا
جائیگا۔ تو حضرت کہینگے یہ تو میرے اصحاب ہیں یا اصحابچے ہیں تو ندائے الہی آئیگی۔
کیا تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔ یہ دین سے
پیچھے پھر گئے اور پھر کافر ہو گئے" اِنَّكَ لَاتَدْرِیْ مَا بَدَّلُوْا بَعْدَكَ اَقُوْلُ
سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِیْ" اے محمدؐ کیا تم نہیں جانتے کہ انہوں نے
تمہارے بعد کس طرح تمہارے دین کو بدل دیا تو میں کہونگا ہلاکت ہو ہلاکت ان کیلئے
جنہوں نے میرے دین کو بدل دیا۔

صحیح مسلم کے بعض الفاظ یہ ہیں۔ فَیُقَالُ اِنَّهُمْ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ
عَلٰی اَعْقَابِهِمْ مُذْ فَارَقْتَهُمْ جب سے تو ان سے جدا ہوا ہے۔ یہ برابر دین سے

پھرتے رہے ہیں۔ مَاذَا لَوْ یَرْجِعُوْنَ عَلٰی اَعْقَابِہِمْ۔ علامہ مناوی شرح جامع
صغیر میں ان روایات کی نسبت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ کے ان اصحاب مرتدین کو
سُحْقًا سُحْقًا فرمانے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں جو مرتد ہو گئے تھے
اور یہ کہا گیا ہے کہ وہ لوگ ہیں جو بعد رسول اللہ بدکار۔ بدعتی اور ظالم ہو گئے تھے
اور حق کا نام مٹانے میں منہمک تھے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ان سے مراد منافق
اصحاب ہیں (یہ بھی وہی بات ہے) اور قاضی نے کہا ہے۔ کہ حوض سے ہنکائے
جانے والے مرتد اصحاب رسول کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ایسے لوگ تھے جو استقامت
بردین اور عمل صالح سے مرتد ہو گئے تھے۔ دوسرے گروہ جو اصل دین ہی سے مرتد
(کافر) ہو گئے تھے۔ کوئی فرض کئے جائیں۔ مگر بہرحال ان روایات کا مفاد یہی ہے
کہ بعد رسول اللہ کچھ ایسے اصحاب رسول تھے جنہوں نے دین کو بدل دیا اور احکام
کو الٹ پلٹ کرکے صورت اسلام مسخ کر دی۔ اور سینکڑوں بدعتیں پھیلا دیں۔
اور یہ مسلم ہے کہ دین کو بدلنا اور احکام کو متغیر کرنا عوام اور معمولی مسلمانوں اور عام صحابہ
رسول کا کام نہیں ہے۔ وہ یہ جرأت کبھی نہیں کر سکتے اور نہ ان کے بدلنے سے
بدلا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کوئی اس پر عمل نہ کریگا۔ اور کوئی عامی کی بات نہ مانیگا۔ یہ دین
کو بدلنے اور مسخ و نسخ کرنے والے وہی اصحاب ہو سکتے ہیں۔ جو صاحب حکم و
اختیار ہوئے۔ اور جنکو مسلمانوں پر اقتدار حاصل ہوا۔ جن کی لوگ پیروی اور
تقلید کر سکتے تھے اور کرتے تھے جنکی بات اثر رکھتی تھی اور مانی جاتی تھی جنکی
بنائی بنتی اور بگاڑی بگڑتی تھی۔ لہذا اس استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ دین
کو بدل دینے والے اصحاب وہی ہیں جو بعد رسول دین پر قابض اور صاحب اقتدار

اختیار ہوئے اور اپنے حکم سے جو چاہا کیا اور اس کی مثالیں گذریں اور ان کے ساتھ اور بھی ایسے ہی شامل تھے جو بزرگ مانے جاتے تھے یا حکم بنے ہوئے تھے۔ یا قاضی شریعت یا مشیر دولت سلطنت جناب سالتمآب کی حدیث ذیل اس حقیقت پر خاص روشنی ڈالتی ہے۔ موطا ابن مالک ص۲۵۸ رسول شہدائے بدر کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ میں انکی گواہی دیتا ہوں کہ یہ مومن تھے حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ رسول اللہ کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ فرمایا۔ کیوں نہیں۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ میرے بعد کیا کیا بدعتیں دین میں پیدا کروگے حضرت ابی بکر خوب روئے اور عرض کیا کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہینگے۔ وفیہ عبرۃ لاولی الالباب یہ اور اسی قسم کی مذکورہ بالا روایات واحادیث قرآنی نظریہ خلافت میں آئی ہیں۔ اور آئینگی۔ یہاں اس کیلئے اس اختصار ہی پر اکتفا کی جاتی ہے غرض بعد رسول اللہ وجوہات مذکورہ سے دین کی بنیاد رائے وقیاس پر رکھی گئی۔ قرآن وسنت کو دراصل چھوڑ دیا گیا اور جھوٹی روایتوں اور حدیثوں کا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اس لئے رسول روز قیامت یہ شکایت کرینگے۔

وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا۔	اور یاد کرو اس دن کو کہ رسول کہیگا اے میرے پروردگار میری قوم نے قرآن کو مہجور و متروک کر دیا۔

اسے چھوڑ کر اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرنے لگے اور میرے بعد قرآن وسنت کی جگہ اجماع اور قیاس ورلےنے لے لی۔

نے سب سے پہلے باب خلافت میں نص قرآنی کو منسوخ کیا یعنی اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ اور لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ کے خلاف عمل۔

دوم۔ آیت میراث کو منسوخ کر کے حضرت فاطمہ کو ترکہ پدری سے محروم کیا اور لا نرث ولا نورث خلاف کتاب اللہ روایت خود ہی گھڑی یہ ایک ایسی سنت بکری قائم ہو گئی کہ ابتک ہزار ہا دختران اسلام ترکہ پدری سے محروم کیجاتی ہیں اور یہ شریعت بن گئی ہے۔ خصوصاً اہل پنجاب میں یہ حضرت ابوبکر کی وحاینت کا نتیجہ۔

سوم۔ عطیہ پدری سے محروم کیا۔

چہارم۔ ردّ شہادت مومنین خلاف قرآن۔ فاطمہ کے دعوے میں شہادت علی وحسنین وام ایمن قبول نہ کی۔ اور حکم وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ کو گویا منسوخ کر دیا۔

پنجم۔ آیہ حکم وقضا کو منسوخ کر کے فاطمہؑ کے مقدمہ کا باوجود مدعا علیہ ہونے کے خود فیصلہ کیا۔ اور اپنے موافق۔

ششم۔ مسلمانوں سے جہاد کرنا خلاف نص قرآن جائز قرار دیا۔ اور باوجود تمام صحابہ کی مخالفت رائے انکو تباہ کر دیا۔ حالانکہ وہ پکے مسلمان تھے۔ صرف انہوں نے ابوبکر صاحب کو مال زکوۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ ان کو ان اموال کا مستحق نہ سمجھتے تھے اور نہ وہ تھے جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے اور رسول اللہ نے کبھی منافقین کو قتل نہیں کرایا۔ اور ان سے جہاد نہیں کیا۔ جہاد کا صاف حکم جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ ہے اور وہ سارے مسلمان تھے اور کہتے تھے۔ نُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَنُصَلِّیْ وَلَا نُعْطِیْکُمْ اَمْوَالَنَا۔ ہم خدا پر ایمان رکھتے۔ رسول کی نبوت کی گواہی دیتے ہیں۔ نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اپنے مال تمکو نہیں دیتے۔

اور اپنے مال البتہ تمکو نہیں دیتے (کہ تم اس کے حقدار نہیں ہو) بخاری شریف وغیرہ)۔
لیکن چونکہ ابوبکر دین میں صرف اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرتے تھے یا حکم اجماع پر اسلئے حکم قرآن وسنت کو رد اور منسوخ کر دیا۔ پر لطف بات یہ ہے کہ جب رسول اپنی زندگی میں ایک منافق کے قتل کا حکم شیخین کو دیتے ہیں تو یہ اس کو نماز پڑھتا دیکھکر چھوڑ دیتے ہیں کہ نمازی کا قتل حرام ہے اور رسول کے حکم کو رد کر دیتے ہیں۔ مگر اپنی حکومت جمانے اور رعب بٹھانے کیلئے ہزار ہا مسلمان نمازیوں کا خون پانی کی طرح بہا دیتے ہیں۔
(مصحف ناطق)۔ ششم۔ زکوٰۃ نہ دینے والے مومن مسلمانوں کو ان طرف سے قتل کرایا جو اسلام میں جائز نہیں پتھروں سے کوٹ کوٹ کر مروا دیے گئے۔ زندہ جلوائے گئے بعض کو خود اپنے سامنے آگ روشن کرا کر زندہ جلوا دیا (تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۲۲۶-۲۴۲ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ تاریخ کامل جلد ۲ صفحہ ۱۳۴ مروج الذہب صفحہ ۱۴ وصفحہ ۲۰ وکنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ و تاریخ ابن قتیبہ)۔
ہشتم حکم قصاص "وَفِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ" "النفس بالنفس" منسوخ کر دیا۔ خالد کو جس نے مالک بن نویرہ مومن متقی کو بلا جرم قتل کر دیا تھا۔ باوجود اصحاب کے اصرار کے اس پر حد قتل جاری نہ کی اور حکم قرآن کی پروا نہ کی اور کہدیا کہ اس نے اپنی رائے سے تاویل کر لی۔ اور جو چاہا سو کیا یعنی خالد بھی قرآن کی آیات کی اپنی رائے پر تاویل کر کے منسوخ کرنے کا حق رکھتا ہے۔ خدا کی پناہ ما اجراھم علی النار۔
نہم۔ خالد نے مالک ابن نویرہ کو قتل کر کے اسی شب اسکی بیوی سے جس پر پہلے سے فریفتہ تھا زنا کیا ابوبکر نے اس کو سزا نہیں دی اور رجم نہیں کیا۔ حالانکہ اُن کے اُستاد حضرت عمر بہت مصر رہے مگر حضرت ابوبکر نے نص قرآن کے باب

حدزنا کو منسوخ کر دیا۔ قرآن کے خلاف اپنی رائے پر عمل کیا۔ روضۃ المناظر ص۱۱۵
ابوالفدا جلد ا ص۱۹۸ کامل جلد ۲ ص۱۲۶ طبری جلد ۳ ص۱۴۱۔

نہم۔ تحریف قرآن کی ابتدا آپ ہی سے ہوئی اور آپ نے اپنے زمانے میں خلاف صورت تنزیلی قرآن کو نئے سرے سے جمع کرایا۔ اور آجتک ترتیب سور قرآنی و ترتیب بعض آیات قرآنی محرّف و مبدّل موجود ہے۔ اس پر حضرت عثمان نے اور اضافہ کیا۔

دھم۔ حد شرا لخمر میں آپ نے چالیس کوڑے لگانے خلاف حکم پیغمبری اپنی رائے سے مقرر کر دئے۔ کنز العمال جلد ا ص۲۷۹

یازدھم۔ قرآن میں چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ حضرت ابوبکر نے پیر کاٹنے بھی اپنی رائے سے تجویز کر دئے۔ کنز العمال جلد ۳ ص۱۱۵۔

دوازدھم۔ مسائل میراث میں بھی خوب قیاس آرائیاں فرمائی ہیں۔ آپ دادا کو میراث میں باپ قرار دیتے ہیں اور دونو صاحبوں کی رائے تھی کہ میراث دادا بھائی سے مقدم ہے۔ کان من رای ابی بکران یجعل الجد اولی من الاخ وکان عمر یکرہ الکلام فیہ۔ کنز العمال جلد ۶ ص۱۴

سیزدھم۔ نکاح منقطع کے حرام کرنے اور زنا کو جائز کرنے میں حضرت ابوبکر بھی حضرت عمر کے شریک کار ہیں۔ اور اسیطرح حج تمتع کو حرام بتلاتے ہیں۔ اور اُن کی رائے پر آیۂ اذا استمتعتم بہ منھن فاٰتوھن اجورھن فریضۃ اور آیۂ فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج اُن کی رائے سے منسوخ اور متروک العمل ہو گئیں۔

چہاردھم۔ ایک روز آپ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ سورۂ آل عمران شروع کر دی تو حضرت عمر نے ساتھ سے کہا بندہ خدا اگر یہ سورہ پڑھو گے تو ختم سے پہلے سورج

نکل آئیگا۔ فرمایا اگر نکل آئیگا تو کیا ہو جائیگا ہمیں غافل تو نہ پائیگا۔ یعنے ان کی رائے میں نماز کا وقت پر ادا کرنا ضروری نہیں اور اس رائے سے انہوں نے حکم کتاباً موقوتاً کو منسوخ کر دیا کہ نماز وقت معین کے اندر ہونی چاہیئے۔ کنز العمال جلد ۳ صا ۱۸۱ ۔

اس روایت میں ایک پرلطف بات یہ ہے کہ نماز جماعت ہو رہی ہے اور حضرت عمر بھی اس میں اعتراض کر رہے ہیں اور حضرت ابوبکر بھی جواب دے رہے ہیں مگر وضو ئے بے تمیز کی طرح نماز نہیں ٹوٹتی وہ جاری ہے۔ بات صاف ہے۔ اس حکم رسول کی پرواہ نہیں کہ نماز میں کلام نہ ہونا چاہیئے۔ ورنہ باطل ہے۔

پانزدھم۔ معمولی احکام دین میں حضرت ابوبکر اپنی رائے سے رسول اللہ کی مخالفت کیا کرتے تھے مثلاً رسول اللہ انگشتری دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے ان بزرگوار نے بائیں میں پہننی شروع کر دی اور اسیطرح حضرت عمر نے تاکہ امتیاز مخالفت سنت نبوی قائم رہے۔ اور آجتک ہے جملہ اہل سنت بائیں ہاتھ میں انگشتری پہننا سنت جانتے ہیں کیونکہ یہ سنت شیخین ہے۔ اور خلاف سنت نبوی۔ یہ مشت نمونہ از خروار ہے تفصیل ایک مستقل کتاب چاہتی ہے۔ اور ضمناً ابھی کچھ اور باتیں بھی اختلاف نماز کے بیان میں آجائیں گی۔

شانزدھم۔ آپنے عقاید میں بدعت کی کہ خدا کو بندوں کی بدکاریوں کا فاعل بنا دیا۔ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا آپ کی کیا رائے ہے کہ زنا بھی خدا کی کی طرف سے ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ تو خدا ہی مجھ سے زنا کراتا ہے اور وہی پھر مجھ پہ عذاب بھی کریگا (بڑا ظالم ہے) اگر کوئی اور ہوتا تو تیری ناک کٹوا دیتا۔ کنز العمال صـ ۸۵ تاریخ الخلفا ر صـ ۶۹ +

ہفدہم۔ نماز میں سلام کی حالت میں قبلہ سے انحراف آپ ہی کی ایجاد ہے جس سے سارے مسلمانوں کی عبادتیں باطل ہوجاتی ہیں منتخب۔ کنز الاعمال ج ۳ صفحہ ۲۰۹ بطلان نماز کی تصریح آئندہ اپنے مقام پر آئے گی۔

پر لطف اجتہاد رائے یہ ہے کہ آپ رسول اللہ کی زندگی ہی میں نماز تہجد اول شب بعد نماز عشا ہی پڑھ لیتے تھے۔ اور آیہ مجیدہ "قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا" کی پابندی نہ فرماتے تھے۔ اور ایسی چیزیں وہیں آپ سن چکے ہیں کہ آپ نے پانچسو احادیث رسول پھونکدیں یعنی پانچسو احکام و سنن رسول کو فنا کر دیا بیت المال بنا۔ اور اس سے تنخواہیں لی جانے لگیں۔ ورنہ رسول یا نائب رسول کی تنخواہ کیسی۔ جو حصہ مثل دیگر مسلمانان ملتا اسی پر گذارہ لازم تھا۔ زائد کیلئے کوئی کسب۔ جو طریق رسول و آل رسول تھا۔ وھذا البحث طویل۔

ہجدہم۔ حضرت عمر کی روایات تو بہت مشہور ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے لقب امیر المومنین رکھا۔ جو خاص علی کا لقب تھا اور رسول اللہ نے خبر دی تھی کہ سوائے جھوٹے مفتری کے کوئی اس کا دعوٰے نہ کریگا۔ اور اس کے بعد ہزاروں فاسق و فاجر امیر مومناں کہلائے۔ اور بیدین امیروں کی عنایت سے دین اسلام مجسمہ بے دینی بن گیا۔

نوزدہم۔ حضرت عمر ہی نے سنت خدا و رسول کے خلاف خزانے جمع کرنے اور بیت المال بنانے کی بنیاد ڈالی۔

بستم۔ آپ نے تراویح قائم کی یعنے نماز سنت کو جماعت سے پڑھنا سکھایا۔ حالانکہ حضور نے منع فرمایا ہے۔ جیساکہ حضرت عائشہ بھی راوی ہیں کہ نماز

سنت و نفل میں جماعت نہیں چاہیے جیسا کہ گزرا۔

بست و یکم۔ آپ نے خلاف حکم خدا و رسول محکمہ جاسوسی قائم کیا۔ اور آیۂ لَا تَجَسَّسُوْا کو منسوخ کر دیا۔

بست و دوم۔ بیع امہات و اولاد سے منع کیا۔

بست و سوم۔ شراب خوری کی حد اسی کوڑے قرار دی۔

بست و چہارم۔ نکاح منقطع تمتع بالنساء اور حج تمتع کو حرام کیا۔ اور اس تحریم کے ذریعہ زنا کی اشاعت۔ وقال علی لولا نہی عمر عن المتعۃ ما زنی فی الدنیا الا شقی۔ اگر عمر نے متعہ نکاح منقطع کو منع نہ کر دیا ہوتا تو دنیا میں سوائے کسی بدبخت کے کوئی بھی زنا نہ کرتا۔ یہ دنیا بھر کی زناکاری مسلمانوں میں آپ کا فیض ہے۔

بست و پنجم۔ نماز جنازہ میں بجائے پانچ چار تکبیریں مقرر کیں (تفصیل آئندہ)

بست و ششم۔ اخماس صدقات کیا۔ مال زکوٰۃ روک رکھا۔

بست و ہفتم۔ میراث میں مسئلہ عول ایجاد کیا اور اسی طرح تعصیب (تاریخ الخلفاء) ایسی ایسی بیشمار تنسیخات احکام قرآن و حدیث اور قیاس و رائے پر عمل کتب احادیث و سیر و تواریخ میں مندرج ہیں۔

بست و ہشتم۔ علامہ قوشجی شرح تجرید میں لکھتے ہیں کہ منجملہ مطاعن عمر یہ ہے کہ عمر نے ازواج النبی کو زیادہ سے زیادہ حصہ دیا اور فاطمہؑ اور اہل بیت کا خمس بند کر دیا (خمس بند کرنے میں حضرت ابوبکر شریک بلکہ مقدم ہیں) اور حد زنا میں بجائے سو کے اسی کوڑے مقرر کئے تقسیم غنائم میں مہاجرین کو انصار پر مقدم رکھا۔ اور اور انکو زیادہ دیا اور انصار کو غیر انصار پر اور عرب کو عجم پر فضیلت اور تقسیم بالمساوات

جو سنت رسول تھی۔ بدل دی۔ اور متعۃ النساء اور متعۃ الحج کو حرام کر دیا۔
اور منبر پر چڑھکر کہا اے لوگو! تین چیزیں رسول اللہ کے عہد میں تھیں
اور میں ان سے منع کرتا ہوں اور انکو حرام کرتا ہوں اور ان کے کرنے پر سزا دونگا
ایک متعۃ النساء۔ دوسرے متعۃ الحج تیسرے حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ (اذان میں)
دیکھلو کس جرأت وجسارت سے حلال خدا و رسول کو حضرت عمر حرام کرتے ہیں اور
علماء ان کی اس جرأت پر تحسین اور اس فعل کی تعریف اور تاویل کہ وہ مجتہد تھے
اور ایک مجتہد اپنی رائے سے دوسرے مجتہد کے خلاف کر سکتا ہے یعنی رسول
اللہ بھی ایک مجتہد تھے۔ حضرت عمر نے رسول اللہ کے احکام کو اپنے اجتہاد سے
رد کر دیا۔ نعوذ باللہ من ذالك الاعتقاد۔ نبوت کجا اور اجتہاد کجا۔ ایک دوسرے
کی ضد ہے۔ اگر نبی مجتہد ہے تو نبی نہیں اور اگر نبی ہے تو مجتہد نہیں۔ علامہ قوشجی
اس قول میں رسول کو جو مجتہد کہتا ہے تو یہ سراسر انکار نبوت او ہمارے اس قول کی
تصدیق وتائید کہ حضرات اہل سنت اور ان کے بزرگان دین محمد عربی کو خدائی پیغمبر
صاحب وحی وروح قدس نہیں جانتے۔ ایک بادشاہ عرب سمجھتے ہیں اور اپنا ایسا ایک
مجتہد مثل ابو حنیفہ وغیرہ جانتے ہیں اور حضرت عمر سے مرتبۂ اجتہاد اور علم میں کم جانتے
ہیں اور اسی پر عمل ہوتا ہے۔ ہر ایک مقام اختلاف میں خدا و رسول کے حکم پر عمر صاحب
کے فتوے کو مقدم رکھا جاتا ہے اور عمل کیا جاتا ہے جیسا کہ تراویح میں گذرا (مزید
تفصیل نظر سے میں آئے گی) اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اگر یہ حضرات اپنا نبی مانتے
ہیں تو حضرت عمر کو (کما لایخفیٰ)

علامہ قوشجی نے یہاں حضرت عمر کو خدا سے بھی بڑھا دیا ہے اور خدا کو ان سے

گھٹیا مجتہد بنا دیا ہے۔ کیونکہ حضرت نے جو احکام منسوخ کئے ہیں اور حلال کو حرام بنایا ہے وہ سب صریح احکام الٰہی ہیں اور نصوص قرآنی مثل متعۃ النساء و متعہ الحج و خمس ذوی القربیٰ۔ اور تو بھی ان کو ایک مجتہد کا قول کہتا ہے اور قول عمر سے منسوخ قرار دیتا ہے۔ بلاشبہ قول حضرت عمر کو خدا اور رسول کے مقابلہ میں ترجیح دی جاتی ہے۔ اور ہر مقام پر اس کو مقدم رکھا جاتا ہے۔ اور تمام مسائل دینیہ مختلفہ کا یہی حال ہے۔ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول متروک اور فرضی اولی الامر کی اطاعت معمول و مقبول۔

امام فخر الدین رازی بھی اس مقام پر تو مجبور ہیں کہ وہ کہیں کہ رسول مجتہد نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ آیہ مجیدہ "مَا اَبَدِّلُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى اِلَيَّ" (میں اپنی طرف سے کوئی بات تبدیل نہیں کرتا۔ اپنی رائے سے کوئی فتوے نہیں دیتا۔ میں تو بس وحی کی پیروی کرتا ہوں۔ جو خدا کہتا ہے وہی میں پہنچا دیتا ہوں) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

وَهُوَ يَدُلُّ عَلٰى حُكْمَيْنِ اَلْحُكْمُ الْاَوَّلُ اَنَّ هٰذَا النَّصَّ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَحْكُمُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهٖ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْاَحْكَامِ وَاَنَّهُ مَا كَانَ مُجْتَهِدًا بَلْ جَمِيْعُ الْاَحْكَامِ كَانَتْ صَادِرَةً عَنِ الْوَحْيِ وَيَتَاَكَّدُ

یہ آیت دو حکموں پر دلالت کرتی ہے۔ اول یہ ہے کہ یہ نص قرآنی دلالت کرتی ہے کہ رسول کبھی کسی امر میں اپنی طرف سے کوئی حکم نہ دیتا تھا اور وہ مجتہد نہ تھا رسول تھا۔ بلکہ تمام احکام محمدی وحی الٰہی سے صادر ہوتے تھے۔ اور اسی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے کہ رسول اپنی

ھٰذا بِقَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔ طرف سے کچھ نہیں بولتا وہ تو بس وحی سے کلام کرتا ہے۔

حضرت عمر کی صریح غلطی اور جرأت فی الدین کو صحیح بنانے کیلئے رسول کو خطا کار مجتہد اور حضرت عمر کو معصوم ثابت کیا جاتا ہے۔ اور اسی پر آج تک عمل ہے۔ ونحن بریئون مما یشرکون۔

سی وسویم۔ حکم طلاق "اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ" قول عمر کے مقابلہ میں مردود و متروک ہے۔ ایک نشست میں تین مرتبہ طلاق کہکر عورت بائن کردیجاتی ہے۔ اور عدت بھی نہیں رکھتی۔ اور صاف کہا جاتا ہے کہ قرآن سے تو بیشک طلاق یہی ثابت ہوتی ہے۔ جو طریق علماء اہل بیت ہے لیکن قول عمر اس کے خلاف ہے۔ اس پر عمل لازم ہے اور اسی پر عمل ہوتا ہے۔ خدا رسول و اہل بیت رسول سب کے احکام پس پشت ڈال دئیے گئے ہیں۔ ایک ذرہ برابر بھی اصحاب رسول اور علماء اہل سنت میں رسول کی حرمت و توقیر نہیں۔ خود حق کے خلاف کرتے اور اہل حق پر اعتراض۔ و ان ھذا الشیئ عجاب۔ حلال خدا کو حرام کرتے ہیں اور جو حلال خدا پر عامل ہو سکے مورد لعن و تشنیع ٹھہراتے اور مرتکب حرام کہتے ہیں۔ وما اصبرھم علی النار۔

قَالَ عُرْوَۃُ ابْنُ الزُّبَیْرِ لِابْنِ عَبَّاسٍ اَھْلَکْتَ النَّاسَ قَالَ وَمَا ذَالِکَ قَالَ تُفْتِیْھِمْ الْمُتْعَتَیْنِ وَقَدْ عَلِمْتَ اَنَّ عروہ بن زبیر نے ایک دن ابن عباس سے کہا۔ تم نے لوگوں کو تباہ کر دیا کہا وہ کیسے۔ کہنے لگا تم متعۃ النساء و متعۃ الحج کا فتوےٰ دیتے ہو۔ حالانکہ تم جانتے

اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ نَهَيَا عَنْهُمَا	ہو کہ ابوبکر و عمر نے ان کو حرام کر دیا ہے
فَقَالَ اَلَا لِلْعَجَبِ اِنِّیْ اُحَدِّثُ	اور ان سے نہی فرمائی ہے۔ فرمایا۔ اُف
عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَهُوَ يُحَدِّثُنِیْ	کیسا تعجب ہے کہ میں رسول اللہ کی حدیث
عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ	بیان کرتا ہوں اور یہ مجھکو ابوبکر و عمر کی حدیث سناتے
(کنز العمال جلد ۸ صـ۲۹۳)	ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں۔

سی و چہارم۔ ایک مرتبہ معاویہ نے سونے چاندی کے برتن انتہا سے زیادہ قیمت پر بیچے تو ابودرداء صحابی نے عرض کیا۔ رسول اللہ نے اس سے منع فرمایا ہے معاویہ نے کہا۔ اَمَّا اَنَا فَلَا اَرٰی بَاسًا۔ لیکن میری رائے میں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فَقَالَ اَبُوْ دَرْدَا مَنْ عَذِيْرِیْ مِنْ مُعَاوِيَةَ اُخْبِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَيُخْبِرُ عَنْ نَفْسِهٖ لَا اُسَاكِنُكَ اَبَدًا۔ ابودرداء صحابی چیخ اٹھے۔ ارے غضب معاویہ سے کون میری معذرت لے میں رسول کی حدیث بیان کرتا ہوں اور وہ مقابلہ میں اپنی رائے پیش کرتا ہے میں اس کے پاس کبھی نہ رہونگا۔ معاویہ کب دین رسول کو مانتا تھا وہ ملحد تھا جو چاہتا تھا دین میں رائے دے دیتا تھا۔

سی و پنجم۔ مولفۃ القلوب کا حصہ جو قرآن پاک میں ہے۔ وہ حضرت ابوبکر کے اجماع نے منسوخ کر دیا تھا۔ دو بھائیوں کی صورت میں ماں کو (⅙) سے حضرت عثمان نے محروم کر دیا۔ ابن عباس نے اعتراضاً پوچھا کہ حکم قرآن کے خلاف ماں کو اس صورت میں کس نے اس کے پورے حق سے محروم کر دیا تو حضرت عثمان نے جواب دیا حَجَبَهَا قَوْمُكَ يَا غُلَامُ۔ ارے لڑکے تیری قوم (اجماع قریش) نے اسکو

محجوب الارث کر دیا۔

سی و ششم۔ قرآن پاک میں حکم صریح ہے کہ اگر وضو کو پانی میسر نہ ہو یا معذور ہو تو تیمم سے نماز پڑھ لو۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا لیکن حضرت عمر کی رائے اس کے خلاف تھی اور ایسا نہ کرتے تھے اور تیمم سے نماز نہ پڑھتے تھے اور ان کے ہم جماعت اور مقلد بھی بلکہ مہینوں ایسی صورت میں نماز ترک کر دیتے تھے اور خدا و رسول کے مقابلہ میں حکم عمر ہی جاری و نافذ رہتا تھا اور ہے بخاری ص ۴۹ و ۵۰

سی و هفتم۔ وضو میں غسل پا بھی حضرت عمر ہی کی ایجاد ہے۔ اور حکم قرآن مسح پا ہے۔ "فامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین"۔

سی و هشتم۔ ترک التسمیہ بالجہر بھی اول انہی کی تصنیف تھی معاویہ نے اسکی اشاعت خاص کی۔

سی و نهم۔ کھڑے کھڑے پیشاب کرنا ان ہی کی ایجاد کردہ بدعت ہے اور اسکی علت بھی مروی ہے۔ البول قائما احرز للمقعد والشرج یعنی اسکو خلاف سنت رسول ایک فعل محمود و ممدوح خیال فرماتے ہیں۔

چہلم۔ طہارت و استنجا بہ کلوخ بھی آپ ہی کی بدعت ہے۔ حکم خدا کے خلاف أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ۔ خدا نے آسمان سے پانی نازل فرمایا ہے کہ تم اس سے اپنی طہارت کرو۔ اپنے کو پاک کرو۔ ان تمام بدعات اسلامی و سنن عمری پر نہایت پابندی سے عمل ہوتا ہے۔ اور اخلاق عمری و تہذیب اسلامی کا مظاہرہ شارع عام پہ بہ سر بازار ہوتا رہتا ہے۔ دنیا تف کرتی ہے اور تہذیب اسلامی روتی ہے اور کسی مسلمان کو حیا نہیں آتی۔

چہل و یکم۔ نماز میں ہاتھ باندھنے کی بدعت بھی حضرت عمر ہی کی سنت ہے
العسکری نے اپنی کتاب الاوائل میں تصریح کی ہے۔ مگر تاریخ الخلفاء والے نے ذکر اولیات
عمر میں اسکو عمداً ترک کر دیا ہے۔ قوشجی نے بھی اس کو نہیں لیا۔ اس کا مزید ذکر آئندہ
آئے گا۔ یہ چند تمثیلات ہیں کہ اصحاب رسول نے جن کا ذکر ہوا کس طرح احکام رسول کو
بدلا اور احداث فی الدین کیا اور کیسی کیسی بدعتیں پیدا کیں۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے
اصحاب رسول کو حدیث رسول بیان کرنے سے منع کر دیا تھا جیسے کہ ابوہریرہ اور کعب الاحبار
وغیرہما چنانچہ خود ابوہریرہ کا بیان ہے۔ مَاكُنَّا نَسْتَطِيعُ أَنْ نَقُولَ. قَالَ رَسُولُ
اللهِ حَتَّى قُبِضَ عُمَر۔ جب تک عمر زندہ رہے ہمیں قال رسول اللہ کہنے کی مجال
نہ تھی۔ رسول کی کوئی حدیث بیان نہ کر سکتے تھے۔

چہارم۔ غصب خلافت نبوی میں سنت اجماع جاری ہونے سے اور اصول نص
خدا و رسول کو توڑنے سے جو پہلی بدعت اور احداث فی الدین ہے۔ عنان دین اسلام
رفتہ رفتہ خاص دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں چلی گئی اور دین بادشاہت نبویہ کی صورت
میں کلیتہً تبدیل ہو گیا۔ کوئی حرمت احکام دین کی باقی نہ رہی کیونکہ یہ حقیقت ناقابل انکار
بلکہ مسلمہ اولی الابصار والانظار ہے کہ بنی امیہ دشمنان بنی ہاشم تھے اور پیغمبر بنی ہاشم
سے تھے اور سنہ لڑائیاں ان بنی امیہ نے رسول اللہ سے اسلام کے مٹانے
کیلئے لڑیں مگر اس وقت تائید غیبی شامل حال تھی وہ رسول پر کامیاب نہ ہوئے اور
رسول اللہ نے انکی قوت و طاقت کو فنا کر دیا اور فتح مکہ کے بعد یہ مغلوب ہو گئے
اور طلقا ہو کر دائرۂ اسلامی میں جان بچانے کیلئے داخل۔ درانحالیکہ عداوت اسلام و
پیغمبر اسلام اسیطرح ان کے دلوں میں جاگزین تھی۔ شیخین نے رسول اللہ کی تیئیس سالہ

کوشش کو خلافت کو مرکز سے ہٹا کر برباد کر دیا۔ کہ اس کے نتیجہ میں یہ حکام وامراء اسلام بن گئے۔ اول رسول کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کو مصدقات رسول عطا ہوئی۔ پھر شام کا گورنر ہو گیا۔ اور یہ گورنری پھر اس سے معاویہ تک پہنچ گئی۔ اور خلافت حضرت عثمان کو اور اُن کے مرنے کے بعد معاویہ نے دعوے خلافت کر دیا اور اس پر علی سے لڑا اور حیل و فریب سے آخر کار مختار کل ہو گیا۔ اور اس کے عقائد و شنائع افعال کا شمار او پر بیان ہوا کہ وہ ملحد تھا۔ ملحد و منکر رسول دین رسول کا مبلغ و محافظ ہو تو کیا دین رسول کی کوئی اصل بھی باقی رہ سکتی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد اس کا فرزند نجس یزید پلید اسی مسند خلافت نبوی کا وارث ٹھہر گیا اور خلفاء بنی میں شمار (تاریخ الخلفاء و صواعق محرقہ) اور اس نے دین اسلام کو لہو و لعب بنا لیا محرمات کو حلال اور محلات کو عملاً حرام کر دیا۔ بندر بازی۔ سگ بازی۔ ریچھ بازی۔ قمار بازی وغیرہ اس کے مشاغل دینی تھے یعنی بیٹیوں ماؤں اور بہنوں کو حلال و مباح کر دیا۔ خانۂ رسالت کو تباہ و برباد کیا۔ بیت اللہ کو ڈھایا۔ اور جلایا۔ مدینۂ رسول کو لٹوایا۔ اصحاب رسول کو قتل کروایا اور ہزاروں زنان مومنین و اصحاب رسول سے زنا کرایا گویا حلال کر دیا۔ حرم رسول کو سگ خانہ و اصطبل بنوایا۔ وقس علیٰ ذالک کل شعائر اللہ کی بے حرمتی کی اور تمام محرمات کو حلال کر دیا اور رفتہ رفتہ وہی مذہب اہل سنت بن گیا۔ ورانحالیکہ وہ اپنے عقائد کو علی الاعلان ظاہر کرتا اور رکھتا تھا۔

لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل

بنی ہاشم نے بادشاہت کا کھیل بنایا ہوا تھا۔ نہ کوئی خبر آسمانی ان میں آئی تھی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی تھی کیسی حدیث قدسی اور کیسا کلام اللہ سب ڈھکوسلہ بنا رکھا ہے

مَضٰی فِیْ غَفْلَۃٍ عُمْرِیْ کَذٰلِکَ یَذْہَبُ الْبَاقِیْ
اَدِرْ کَاسًا وَّنَاوِلْہَا اَلَا یَا اَیُّہَا السَّاقِیْ

اس کی محفل شراب وکباب کا ترانہ تھا۔ یزید کے بعد مروان بن الحکم ملعون ابن الملعون طرید و مخرج رسول اللہ نے خلافت کی گیند کھیلی۔ اور اس کے بعد اس کے بیٹے عبدالملک اور اس کے چار بیٹوں اور دو پوتوں نے۔ اور یہ سب ایک ننگ کے تھے اور سب نے دین محمدی سے کھیلا اور اس کو روندھا اور پامال کیا۔ جن میں ایک لید بن یزید بن عبدالملک ہے جس کے ادنیٰ اوصاف یہ ہیں:-

کَانَ شَرِیْبًا لِلْخَمْرِ مُتَہَتِّکًا	نہایت درجہ شرابخور اور حرمات اللہ کی ہتک
حُرُمَاتِ اللّٰہِ اَرَادَ الْحَجَّ لِیَشْرَبَ	اور توہین کرنے اور دین سے استہزا کرنیوالا تھا اسنے
فَوْقَ ظَہْرِ الْکَعْبَۃِ۔	ایکدفعہ حج کا ارادہ کیا تاکہ کعبہ کی چھت پر بیٹھکر
	شراب پیئے۔

یہی شراب کے حوض میں اترتا تھا اور جانوروں کی طرح پیتا تھا (تاریخ الخلفاء) اسی نے قرآن کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔ اسی نے شراب پی کر لونڈی سے زنا کیا اور صبحکو اسی حالت جنابت میں اسی لونڈی سے مسلمانوں کی امامت کرائی۔ اس نے اپنی بیٹی سے زنا کیا اور اس کی بکارت توڑی اور دایہ کے اعتراض پر کہ بدبخت یہ تو مجوسیوں کا طریقہ ہے۔ یہ شعر پڑھا۔

مَنْ رَاقَبَ النَّاسَ مَاتَ غَمًّا وَفَازَ بِاللَّذَّۃِ الْجَسُوْرُ

اس کے بعد یزید ناقص اور پھر مروان الحمار بنی امیہ کا بادشاہ اور اہل سنت کے دین کا پیشوا اور انکی اصطلاح میں رسول کا خلیفہ ہوا اور اسپر بارہ خلفاء و ممدولی

حدیث کا خاتمہ اس ایک ہزار ماہ کے دور حکومت میں بنی امیہ میں صورتِ دین بہت کچھ مسخ ہو گئی اور احکام متبدل اور حرام نے حلال اور حلال نے حرام کی جگہ لے لی۔ اور یہ تمام باتیں آگے چل کر مذہب اہل سنت بنگئیں اور گویا بارھویں اموی خلیفہ کے بعد عثمان حکومت اسلام اور امامۃ الناس امارۃ الملک بنی عباس کے ہاتھ میں آئی۔ انہوں نے بھی احداث فی الدین و تغیر حلال و حرام محمدی میں کوئی کمی نہیں کی۔ جو بنی امیہ سے کمی رہ گئی انہوں نے پوری کر دی اور دین نبی تقریباً ڈیڑھ سو ہی سال میں سراسر بازیچۂ اطفال بنگیا۔ کچھ احکام دیدہ و دانستہ خواہش نفس اور عیاشی کے رنگ میں بدلے کچھ جہالت سے بدلے اور کچھ عداوت اہلبیت سے۔ کیونکہ یہ لوگ گو بنی امیہ کے مخالف تھے مگر تھے سنی المذہب اور سنیت کیلئے عداوت اہل بیت رسول لازم ہے۔ اس کے بغیر سنی نہیں ہو سکتا۔ بعض منصف مزاج علماء نے اس کی تصریح فرما دی ہے۔ ابن خلکان علی بن جہم دشمن علی و آل علی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

اَنَّہٗ کَانَ مَعْذُوْرًا فِیْ بُغْضِ عَلِیٍّ وَّالْاِنْحِرَافِ عَنْہُ لِاَنَّ مُحَبَّتَہٗ لَا یَجْتَمِعُ مَعَ التَّسَنُّنِ۔	بیشک وہ (علی بن جہم) علی سے بغض و عداوت رکھنے اور ان سے منحرف و مخالف رہنے میں معذور تھا کیونکہ علی کی محبت سنیت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔ انتہیٰ۔

یعنی جو سنی ہوگا وہ ضرور ہی دشمن علی و آل علی ہوگا اور علی بن جہم سنی تھا۔ اس لئے وہ علی ابن ابی طالب سے دشمنی رکھنے میں معذور تھا۔

پنجم عباسیوں کے دور خلافت میں امامت اجتہادیہ کی بنیاد پڑی اور تقریباً ہی

عرصہ میں چار آئمہ فقہ وجود میں آئے اور انکی اجتہادی آرائے اور قیاسات سے احکام اسلام اور بھی متغیر ہوئے۔ بلکہ منعکس ہو گئے یعنی اکثر احکام حرام حلال ہو گئے اور حلال حرام اور گویا کتاب اللہ اور سنت رسول عملاً منسوخ سمجھی گئیں کیونکہ عمل اہل اسلام صرف انہی اماموں کی آراء پر منحصر ہوگیا۔ اور چاروں مذہب جدا جدا قائم ہوئے کہ کعبہ بھی تقسیم ہوگیا اور ایک کے بعد چار اور مصلے بنائے۔ اور آجتک بنے ہوئے ہیں

امام ابو حنیفہ نے بالخصوص احکام دین کی بنا محض قیاس و رائے پر رکھی اور احادیث صحیح رسول کو رد۔ اور قرآن کو اپنی رائے کے ماتحت کر لیا اور اسوقت سے علماء کا مذہب یہ بنگیا کہ جو آیت و حدیث و خبر ائمہ اجتہاد کے قول کے مخالف ہے اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اور مجتہدوں کے اقوال حدیث پر مقدم ہیں معاذ اللہ اس لئے کہ حدیث کی نسبت یہ احتمال ہو کہ موضوع ہو یا منکر ہو اور ثابت بھی ہو تو احتمال ہے کہ منسوخ یا مخصص یا مقید ہو یا مؤول ہو یا معارض ہو۔ ملاحظہ ہو عبارت اشاعۃ السنۃ۔

وَكُلُّ اٰيَةٍ وَحَدِيْثٍ مُخَالِفٍ لِقَوْلِ اَصْحَابِنَا لَا يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ وَيُقَدَّمُ اَقْوَالُ الْفُقَهَاءِ عَلَى الْحَدِيْثِ. الخ

ہر ایک آیت و حدیث و خبر جو ہمارے اماموں ابو حنیفہ یا مالک شافعی و حنبلی کے خلاف ہو اس آیت و حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے اور ان فقہائے اقوال کو احادیث و آیات پر مقدم رکھنا چاہیئے۔ انتہیٰ۔

کتاب معیار الحق میں ہے۔

وَحَرَّمَ الْفُقَهَاءُ فِىْ زَمَانِنَا النَّظَرَ فِىْ كُتُبِ الْحَدِيْثِ

ہمارے زمانہ میں فقہاء نے کتب احادیث و اخبار و آثار رسول و اصحاب رسول کا مطالعہ حرام کر دیا کہ

وَالْآثَارِ وَالْبَحْثُ عَنْ فِقْهِهَا وَصَنَائِعِهَا الخ۔ اور تمام عمر صرف اپنے ان اماموں کے اقوال میں غور و خوض ہی کرتے رہتے ہیں۔

نبی معصوم کی احادیث کو پڑھنا اور ان میں غور کرنا اور اصحاب رسول کے آثار کو دیکھنا جنہوں نے رسول اللہ کی صحبت پائی اور وحی کا مشاہدہ کیا۔ سب ترک کر دیا۔ یہی مضمون عقد الجید میں جناب شاہ ولی اللہ صاحب نے ترقیم فرمایا ہے۔ اور شاہ صاحب موصوف اسی بنا پر ابن حزم کی ایک عبارت نقل کرنے کے بعد اس پر لکھتے ہیں "حدیث رسول خدا کی مخالفت کا نفاق خفی یا حمق جلی کے سوا کوئی اور سبب نہیں"۔ یعنی جو اس طرح حدیث رسول کی مخالفت کرتے تھے یا کرتے ہیں وہ یا تو پوشیدہ منافق تھے یا کھلم کھلا احمق کچھ نہیں جانتے تھے کہ آیت قرآنی کی کیا منزلت ہے اور حدیث نبوی کا کیا مرتبہ ہمارے نزدیک دونوں باتیں ان میں موجود تھیں منافق بھی تھے اور جاہل بھی تاریخی حقیقت حق گوئی پر مجبور کر دیتی ہے بعض علما محققین لکھ گئے ہیں۔ اور اسی پر ہم مجبور ہیں کہ لکھیں کہ خود امام ابو حنیفہ صاحب عالم نہ تھے۔ انکا عامیوں ہی میں شمار تھا۔

منخول غزالی۔ وَاَمَّا اَبُوْحَنِيْفَةَ فَلَمْ يَكُنْ مُجْتَهِدًا لِاَنَّهُ كَانَ لَا يَعْرِفُ اللُّغَةَ وَ كَانَ لَا يَعْرِفُ الْاَحَادِيْثَ وَبِهٰذَا غُرِّيَ بِقَبُوْلِ الْاَحَادِيْثِ الضَّعِيْفَةِ وَ رَدِّ الصَّحِيْحِ مِنْهَا۔ ابو حنیفہ مجتہد بھی نہ تھا۔ کیونکہ وہ عربی نہیں جانتا تھا۔ اور احادیث سے بالکل واقف نہ تھا اسی واسطے اس نے ضعیف روایات لے لیں اور ان پر اپنی رائے و قیاس سے فتوے دے دیا اور احادیث صحیحہ کو رد کر دیا۔

ہیں ابوحنیفہ کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ اس نے نوّے فیصدی غلط فتوے دئیے ہیں۔ خلاف آیات و احادیث۔ اور وہ قیاس کو حدیث نبوی پر مقدم رکھتا تھا۔ انہوں نے ایک مدرک احکام استحسان قرار دیا۔ یعنی محض اپنی پسند پر فتوے دینا۔ قال اصحاب ابی حنیفۃ الاستحسان مذھب لا دلیل علیہ۔ استحسان ایسے مذہب اور رائے کا نام ہے جس پر کوئی دلیل عقلی و نقلی (کتاب و سنت) موجود نہ ہو یہی تمام مذہب ابوحنیفہ ہے۔ اس بنا پر ان کے شاگردوں ابویوسف وغیرہ نے بھی ابوحنیفہ کے ۲/۳ مسائل میں اختلاف رائے کیا ہے کہ وہ بے اصل تھے۔ امام ابوحنیفہ صاحب کا دراصل مذہب ہی کچھ اور تھا۔ ان کو مرجیہ فرقہ سے کہا جاتا ہے اور ان کے اعتقادات یقیناً اعتقاد توحیدی کے خلاف تھے وھٰؤلاء المذکورون منھم فی ابی حنیفۃ خلاف ذالک وکلامھم فیہ کثیرٌ لامورٍ شنیعۃٍ حفظت علیہ بعضھا باصول الدیانات وبعضھا بالفروع اور ان لوگوں میں سے وہ ہیں جو ابوحنیفہ کے بارے میں اس کے خلاف کہتے ہیں اور انہوں نے اس باب میں بہت کچھ ان امور شنیعہ کی وجہ سے جو ان سے ظاہر ہوئے بعض اصول دیانت میں اور بعض فروعات میں بحث کی ہے۔ اللہ میاں سے معانقہ و مصافحہ کرنا کرانا تو معمولی بات ہے۔ اس سے تو برادران اہل السنت ناخوش نہیں ہو سکتے۔ لیکن امام صاحب نے تو یہ غضب ڈھایا ہے کہ توحید و نبوت سب کو اڑا دیا ہے فرماتے ہیں جو شخص جوتے کی پرستش قربۃً الی اللہ کرے تو جائز ہے۔ (پھر بت پوجنے میں کیا حرج ہے؟) فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں محمد کو مانتا ہوں کہ وہ نبی تھا۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ وہی محمد ہے جس نے مکہ میں دعوے نبوت کیا یا

اور کوئی کسی مقام پر۔ تو فرماتے ہیں کہ وہ مومن ہے۔ اگر کوئی کہے کہ میں اعتقاد رکھتا ہوں کہ کعبہ قبلہ ہے لیکن یہ نہیں کہتا کہ یہی کعبہ ہے جو مکہ میں ہے یا کوئی اور کہیں۔ اور ہے تو فرماتے ہیں بیشک وہ مومن ہے۔ ملاحظہ ہو عبارت ذیل:۔

اِنَّ اَبَا حَنِیْفَةَ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ قَالَ اَشْهَدُ اَنَّ الْكَعْبَةَ حَقٌّ وَلٰكِنْ لَا اَدْرِیْ اَهٰذِهِ هِیَ الَّتِیْ بِمَكَّةَ اَمْ لَا فَقَالَ مُؤْمِنٌ حَقًّا وَسُئِلَ عَنْ رَجُلٍ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ نَبِیٌّ لٰكِنْ لَا اَدْرِیْ اَهُوَ الَّذِیْ قَبْرُهٗ فِی الْمَدِیْنَةِ اَمْ لَا فَقَالَ مُؤْمِنٌ حَقًّا مختصر تاریخ بغداد فقال الحمیدی مَنْ قَالَ هٰذَا فَقَدْ كَفَرَ۔ جو شخص یہ کہے اور ایسے اشخاص کو مومن بتلائے وہ کافر ہے۔ فَقَالَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا عَبَدَ هٰذِهِ النَّعْلَ یَتَقَرَّبُ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ لَمْ اَرَ بِذٰلِكَ بَاْسًا سعید کہتے ہیں۔ هٰذَا هُوَ الْكُفْرُ کفر اسی کا نام ہے۔ اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت ابی بکر پر ہاتھ صاف کیا ہے اور فرمادیا ہے کہ ابوبکر صاحب کا ایمان اور شیطان کا ایمان مساوی ہو۔ اِنَّ اِیْمَانَ اَبِیْ بَكْرِ الصِّدِّیْقِ وَاِیْمَانَ اِبْلِیْسَ وَاحِدٌ۔ خطیب بغدادی نے ان سب باتوں کو توضیح النور میں بھی ابن جوزی کی کتاب منتظم سے نقل کیا ہے۔ ان بزرگ کی کفریات میں سے یہ بھی ہے کہ فرماتے ہیں اگر رسول اللہ میرے زمانے میں ہوتے تو بہت سی باتوں میں میری تقلید و پیروی کرتے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

نُقِلَ عَنِ ابْنِ جَوْزِیْ عَنْ حَبُوْبِ بْنِ مُوْسٰى قَالَ سَمِعْتُ یُوْسُفَ بْنَ اَسْبَاطٍ یَقُوْلُ قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ لَوْ اَدْرَكَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَدْرَكْتُهٗ لَاَخَذَ بِكَثِیْرٍ مِنْ قَوْلِیْ مختار مختصر تاریخ بغداد۔ اتنی بات تو صاحب مختار بھی کہتے ہیں کہ آخر زمان

یہی حضرت عیسیٰ آسمان سے نزول فرمائیں گے تو امام ابو حنیفہ صاحب کے ہی مذہب پر عمل کرینگے حیث قال الیٰ اَنْ یَحْکُمَ بِمَذْہَبِہٖ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت خضر انہی سے مسائل سیکھا کرتے تھے اور معاذ اللہ امام مہدی ظاہر ہونگے تو انہی کی پیروی کرینگے۔ ان اقوال سے یہ بھی واضح ہے کہ امام صاحب اور انکے ہم خیال اور پیرو رسول اللہ کو خدائی پیغامبر نہیں جانتے۔ بلکہ ایک معمولی مجتہد جس کی تشریح تو شجی نے کردی ہے۔ قُلْتُ لِقَاضِی الْقُضَاۃِ ابو یوسف سَمِعْتُ اَھْلَ خُرَاسَانَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّ اَبِیْ حنیفۃ جَھْمِیٌّ مُرْجِی فَقَالَ لِیْ صَدَقُوْا میں نے قاضی القضاۃ ابی یوسف سے کہا کہ میں نے اہل خراسان کو کہتے سنا ہے کہ ابو حنیفہ جہمی تھے اور فرقہ مرجیہ سے تعلق رکھتے تھے تو اُسنے کہا سچ کہتے ہیں مختار مختصر تاریخ بغداد) آپ کا مذہب وہی تھا جو دراصل معاویہ کا مذہب تھا یعنی بقول ابن ابی الحدید ملحد زندیق۔ مگر کہتے ہیں کہ دو مرتبہ ان سے زندیقیت سے توبہ کرائی گئی۔ مگر ثابت نہیں۔ اسی تاریخ میں ہے۔ اِنَّ اباحنیفۃ اُسْتُتِیْبَ مِنَ الزَّنْدَقَۃِ مَرَّتَیْنِ وَذَالِكَ یَکْذِبُ۔ امام ابو حنیفہ صاحب کو زندیقیت سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی اور یہ جھوٹ ہے۔

جب آپ کے اعتقاد اور مذہب کی یہ حالت ہو تو مسائل مذہب کیا ہونگے یقیناً تمام نہیں تو اکثر دین اسلام کے خلاف جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب خود اشاعۃ السنہ میں یہ لکھتے ہیں کہ ان مسائل کو حنفیوں کے سوا دین کون کہہ سکتا ہے کتے بھیڑئیے۔ گیدڑ وغیرہ حلال ہو گئے۔ کتے کا گوشت۔ اور چمڑہ ذبح کے بعد پاک۔ شراب دوا اً پینا حلال۔ نبیذ کی صورت میں مطلقاً حلال۔ شراب سے خمیر کرکے روٹی حلال۔ شراب بغرض تقویت قلب تھوڑی سی پینا حلال۔ اُجرت زنا حلال

قیمت شراب حلال سونے سے نفع اٹھانا حلال۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے مال اپنی بیوی کی ملکیت فرض کر لینا۔ لونڈی کی عدت ہبہ کے بہانے سے ساقط کرکے اجرا حرام۔ ماں بہن سے زنا کرنے پر حد ساقط۔ جھوٹے گواہوں سے غیر کی بیوی حلال۔ باپ کی مدخولہ سے نکاح حلال۔ وقس علی ذالک۔

ملا احمد بن نصر اللہ سندی نے تعریضاً لکھا ہے:۔

قَالَ الشَّافِعِی اَلاَکْلُ لِکُلِّ مَتْرُوْکِ التَّسْمِیَۃِ عَامِداً اخِلاً فَاللّٰہِ تَعَالٰی حَیْثُ یَقُوْلُ وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَاِنَّہٗ فِسْقٌ وَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ یَجُوْزُ النِّکَاحُ بِغَیْرِ الْوَلِیِّ خِلَافاً لِلنَّبِیِّ حَیْثُ قَالَ لَا نِکَاحَ بِغَیْرِ وَلِیٍّ۔

شافعی نے کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر خدا کا نام عمداً نہ لیا گیا ہو اسکو مخالفت خدا میں ضرور کھانا جائز ہے کیونکہ خدا فرماتا ہے کہ جس چیز پر خدا کا نام نہ لیا جائے اسکو مت کھاؤ کہ فسق ہے اور ابوحنیفہ نے کہا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر خلاف حکم رسول نکاح کر دینا جائز ہے کیونکہ رسول نے فرمایا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی لڑکے کا نکاح جائز نہیں ہے۔

زمخشری ربیع الابرار میں لکھتے ہیں اور رواۃ معتبرہ اہلسنت مثلاً یوسف بن اسباط سے نقل کرتے ہیں۔ رَدَّ اَبُوْ حَنِیْفَۃَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اَرْبَعَ مِاَۃَ حَدِیْثٍ ابوحنیفہ نے رسول اللہ کی چارسو حدیثوں کو رد کیا ہے اور رسول کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔ اس سے کہا گیا وہ کونسی حدیثیں ہیں جن کو ابوحنیفہ نے رد کیا ہے اور خلاف فتویٰ دیا ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لِلْفَرَسِ سَھْمَانِ وَلِلرَّجُلِ سَھْمٌ وَاحِدٌ وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ لَا اَجْعَلُ سَھْمَ بَھِیْمَۃٍ اَکْثَرَ مِنْ

اسنے کہا مثلاً رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ جہاد کی غنیمت میں گھوڑے کے دو حصے اور سوار کا ایک ایک حصہ ہے ابوحنیفہ صاحب نے کہا ہے کہ میں جانور کا حصہ

سَهْمُ الْمُؤْمِنِ۔ مومن کے حصے سے زیادہ کبھی نہیں لگا سکتا۔

(رسول اللہ نے معاذ اللہ غلطی کی جو حیوان کا حصہ انسان سے بڑھا دیا۔)

وَاَشْعَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْبُدْنَ — رسول اللہ قربانی کے اونٹوں کا اشعار کرتے تھے

وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ اَلْاِشْعَارُ — نشان لگاتے تھے۔ اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ

مُثْلَةٌ ؛ — اشعار کرنا تو مثلہ کرنا ہے اور وہ حرام ہے۔

(رسول اللہ نے اس میں بھی غلطی کی تھی معاذ اللہ)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلْبَایِعَانِ — رسول نے فرمایا ہے کہ بائع اور مشتری جب تک

بِالْخِیَارِ مَا لَمْ یَفْتَرِقَا وَقَالَ — جدا نہوں تو انکو فسخ بیع کا اختیار حاصل

اَبُوْحَنِیْفَةَ اِذَا وَجَبَ الْبَیْعُ — ہے۔ ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ جب بیع

فَلَا خِیَارَ۔ — پختہ ہو گئی تو پھر خیار کیسا ؟

رسول اللہ جب سفر کو تشریف لے جاتے تو ازواج میں قرعہ ڈال لیتے کہ کس کو ہمراہ لیجائیں اور اصحاب رسول بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ اَلْقُرْعَةُ قِمَارٌ — ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ قرعہ ڈالنا جوا ہے۔

خرگوش کا شرع محمدی میں حرام ہونا مسلم ہے۔ بلکہ شریعت سابقہ میں بھی ابتک خرگوش محرمات میں بالاسم مذکور ہے۔ اور اسی طرح مور مگر بادشاہوں کی خاطر اور رائے و قیاس سے حلال قرار دئے گئے اور احکام الٰہی ان کے مقابل منسوخ سمجھے گئے۔

وغیر ذالک۔

غرض چاروں آئمہ اجتہادیہ کے مسائل کو جمع کیا جائے تو آج شریعت اسلامیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی کوئی حرام چیز حلال نہیں رہی اور نہ حلال حرام رہی بقول شخصے

مذاہب اربعہ کے نزدیک چارپایوں میں چارپائی اور پرندوں میں پتنگ اور دریائی جانوروں میں صرف کشتی حرام رہ گئی ہے۔ باقی کل حلال ہو گئے۔ اور کل نجس چیزیں پاک حتی کہ سوئر و کتے کا بول و براز پاک۔ کتا پاک منی پاک (اشاعۃ السنۃ وظفر المبین وغیرہا) کتے کے بال لٹکا ازار بند پاک۔ کل حرام حیوانات پاک و حلال، حشرات الارض حلال اگر بالغہ عورت صغیر السن لڑکے سے جماع کرلے تو اس پر غسل نہیں۔ حائضہ سے مباشرت جائز۔ اعتقادات میں شافعی صاحب نے ضرورت میں بت پرستی جائز کردی جو امام ابوحنیفہ صاحب کی جوتا پرستی سے کم از کم بہتر ہے۔ وقس علی ذالك (در مختار و در مختار) غرض ان حضرات خصوصاً امام ابوحنیفہ صاحب نے شریعت محمدی کو بالکل الٹ دیا ہے۔ اور اس میں ذرا شک نہیں۔

إِنَّ أَبَا حَنِيْفَةَ قَدْ قَلَبَ الشَّرِيْعَةَ ظَهْرًا لِبَطْنٍ وَشَوَّشَ مَسْلَكَهَا وَغَيَّرَ نِظَامَهَا (منخول غزالی)

بیشک امام ابوحنیفہ نے شریعت محمدی کو بالکل الٹ دیا ہے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام کردیا ہے اور مسلک شریعت کو مشوش و نظام شریعت کو متغیر۔

نماز کے احکام میں تو غضب ہی ڈھایا ہے، پاک عبادت کو ایک گندہ بیہودہ ریاضت بنا دیا ہے۔ وَلَا يَخْفَى فَسَادُ مَذْهَبِهِ فِي تَفَاصِيْلِ الصَّلٰوةِ وَالْقَوْلُ فِي تَفَاصِيْلِهِ يَطُوْلُ وَثَمَرَتُهُ خَبْطٌ بَيِّنٌ۔ اور تفاصیل احکام نماز میں ابوحنیفہ کے مذہب کا فساد و بطلان پوشیدہ نہیں ہے اور اس کی تفصیلات طولانی و نتیجہ خبط ظاہر۔ ابوحنیفہ کے نزدیک جو اقل درجہ نماز ہے اگر وہ جاہل پر بھی پیش کیجائے تو وہ بھی اس کی پیروی سے احتراز کریگا (منخول غزالی)

ہیئت نماز حنفی

اس ہیئت نماز کو سلطان محمود غزنوی کے سامنے پیش کیا گیا تو فوراً وہ اس مذہب حنفی سے تائب ہو کر شافعی ہو گیا۔ کنوئیں سے نکلا کھلے میں گرا۔ چنانچہ اس کی صورت یہ ہے مغیث الخلق فی اختیار الحق کے مصنف نے وفیات الاعیان کے تذکرے میں یہ واقعہ یوں لکھا ہے۔ چھاپہ مرزا علی اکبر جلد دوم ص ۲۱۳ ۔

ان السلطان محمود کان علی مذهب	سلطان محمود مذہب ابو حنیفہ پر تھا اور حدیث
الامام ابی حنیفة وکان مولعا	سننے کا شائق تھا اور علما سے احادیث سنا
بعلم الحدیث ویسمع الحدیث	کرتا تھا اور استفسار کیا کرتا تھا۔ تو اس
من الشیوخ ویستفسر الاحادیث	نے اکثر احادیث کو مذہب شافعی کے
فوجد اکثرها موافقا لمذهب	موافق پایا اور اس کے دل میں شافعی
الشافعی فوقع فی خلده حکة فجمع	کی محبت جاگزین ہو گئی تو اس نے فقہاء کو
الفقهاء والتمس منهم ترجیح	جمع کیا اور کہا کہ دونوں مذہبوں میں سے کسی
احد المذهبین علی الآخر	ایک کو ترجیح دیں۔ اسوقت سب علماء نے
فوقع الاتفاق علی ان یصلوا	یہ باتفاق رائے کہا کہ سلطان کے سامنے
بین یدیه رکعتین علی مذهب	دو دو رکعت نماز شافعی اور حنفی طریقہ پر پڑھ کر
الشافعی وعلی مذهب ابی حنیفة	دکھائی جائے تاکہ سلطان خود اس میں
لینظر فیه ویتفکر ویختار ما هو	غور و فکر کر کے اختیار کرے۔
الاحسن فصلی القفال المروزی	**قفال مروزی** نے باقاعدہ طہارت
بطهارة مسبوغة وشرائط معتبرة	اور نماز کی شرائط لباس و قبلہ و ارکان نماز

مِنَ الطَّهَارَةِ وَالسَّتْرِ وَاسْتِقْبَالِ
الْقِبْلَةِ وَالْأَرْكَانِ وَالْهَيْئَاتِ
وَالسُّنَنِ وَالْفَرَائِضِ وَالْآدَابِ
عَلٰى وَجْهِ التَّمَامِ وَالْكَمَالِ وَكَانَتْ
صُوْرَةً لَا يُجَوِّزُ الشَّافِعِيُّ دُوْنَهَا
ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ عَلٰى مَا يُجَوِّزُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ
فَلَبِسَ جِلْدَ كَلْبٍ مَدْبُوْغًا وَلَطَّخَ رُبُعَهُ بِالنَّجَاسَةِ
وَتَوَضَّأَ بِنَبِيْذِ التَّمْرِ وَكَانَ فِيْ صَمِيْمِ
الصَّيْفِ فِي الْمَفَازَةِ فَاجْتَمَعَ عَلَيْهِ
الْبَعُوْضُ وَالذُّبَابُ وَكَانَ
مُنْعَكِسًا مُنَكَّسًا فِي الْوُضُوْءِ ثُمَّ
اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَأَحْرَمَ مِنْ غَيْرِ
نِيَّةٍ وَكَبَّرَ بِالْفَارِسِيَّةِ وَقَرَأَ بِالْفَارِسِيَّةِ
(دو بوستان سبز) قَرَأَ تَرْجَمَةَ مُدْهَامَّتَانِ
ثُمَّ نَقَرَ نَقْرَتَيْنِ كَنَقْرِ الدِّيْكِ
مِنْ غَيْرِ فَصْلٍ وَضَرَطَ فِيْ اٰخِرِهٖ
مِنْ غَيْرِ نِيَّةِ السَّلَامِ وَقَالَ أَيُّهَا
السُّلْطَانُ هٰذِهٖ صَلٰوةُ أَبُوْ حَنِيْفَةَ
فَقَالَ السُّلْطَانُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ

ہیئت نماز و سنن و آداب نماز کے ساتھ
بوجہ تمام و کمال دو رکعت نماز ادا کی جو
شافعی کے نزدیک اقل واجب تھی۔
پھر اُس نے ابوحنیفہ صاحب کی تجویز کے
کے مطابق نماز پڑھی۔ کتے کی کھال دباغت
کی ہوئی بجائے لباس پہنی۔ اور اسکا چوتھا
حصہ نجاست سے آلودہ کر لیا۔ اور نبیذ سے
بغیر نیت وضو کیا اور سخت گرمی کا موسم
اور جنگل تھا تمام مچھر اور مکھیاں اسپر جمع
ہوگئیں اور وضو اُلٹا کیا پہلا بایاں پاؤں
دھویا پھر دایاں پھر بایاں ہاتھ کہنی تک
پھر دایاں اور پھر چوتھائی سر کا اُلٹا مسح کیا
پھر اُلٹا مُنہ دھویا پھر ناک میں تین بار پانی
ڈالا۔ پھر تین کلیاں کیں۔ پھر نماز شروع کی
تو بجائے اللہ اکبر خدا بزرگ است کہا۔
اور قرأت میں مدہامتان کا ترجمہ دو برگ سبز یا دو
بوستان سبز اور سجدے میں جا کر بغیر فصل مرغ کیطرح
دو ٹھونگیں ماریں اور آخر میں سلام کے بجائے گوز
مارا۔ اور کہا اے سلطان یہ ہے نماز ابوحنیفہ کی۔ بادشاہ

هٰذِهِ الصَّلٰوةُ صَلٰوةُ أَبِي حَنِيْفَةَ قَتَلْتُكَ لِأَنَّ مِثْلَ هٰذِهِ الصَّلٰوةِ لَا يُجَوِّزُهَا ذُوْ دِيْنٍ فَأَمَرَ الْقَفَّالُ بِإِحْضَارِ كُتُبِ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَمَرَ السُّلْطَانُ نَصْرَانِيًّا كَاتِبًا لِيَقْرَءَ مَذْهَبَيْنِ جَمِيْعًا فَوُجِدَتِ الصَّلٰوةُ أَبِي حَنِيْفَةَ عَلٰى مَا حَكَاهُ الْقَفَّالُ فَأَعْرَضَ السُّلْطَانُ عَنْ مَذْهَبِ أَبِي حَنِيْفَةَ وَتَمَسَّكَ بِمَذْهَبِ الشَّافِعِي رحمه الله. انتهى كَلَامُ إِمَامِ الْحَرَمَيْنِ (ابو المعالی عبد الملک الجوینی)

نے کہا۔ اگر ثابت نہ ہوئی تو قتل کر دونگا ایسی نماز تو کوئی دیندار بھی جائز نہیں رکھ سکتا۔ قفال نے اُسی وقت حنفی کتب طلب کیں اور سلطان نے ایک نصرانی عالم کو دونو مذہب کی کتب کے مطالعہ کا حکم دیا تو ابوحنیفہ کی نماز ویسی ہی پائی جیسی کہ قفال مروزی نے پڑھکر دکھائی تھی۔ بادشاہ نے اُسی وقت ابوحنیفہ کے مذہب کو ترک کر دیا۔ اور شافعی ہوگیا۔ بس امام الحرمین کا کلام ختم ہوا۔

جو صاحب امام ابوحنیفہ کے ان احکام و مسائل نماز کے مُنکر ہوں جو اس بین میں کہلائے گئے ہیں تو وہ ہدایہ ص۲۲ نولکشوری شرح وقایہ کشوری ص۱۲ فتاوی قاضیخان ص۱۱ منیۃ المصلی ص۳۳ ایضاً ہدایہ ص۴۹ و ص۲۸ فتح القدیر ص۱۳ جلد اول عینی ص۱۲۶ ہدایہ ص۶۷ فتاوی عالمگیری ص۲۵ فتاوی قاضیخان ص۵۹۔ ہدایہ ص۹۶ کنز ص۲۲ و ۳۳ و ۳۳ ملاحظہ فرمائیں

ایسے ایسے ہزارہا مسائل مسوخہ آئمہ اربعہ کے فتاوے میں ہیں خصوصاً حضرت نعمان کے فتاوے میں ان کی تفصیل کیلئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ شاید کسی وقت تکمیل ہو سکے اس وقت مثال کیلئے یہ نظائر کافی ہیں۔ والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔

بہرحال امام ابوحنیفہ نہ مجتہد تھے نہ عالم عربی بھی اچھی نہ جانتے تھے۔ نہ عقیدہ درست

رکھتے تھے۔ مگر وہ شاہان بنی عباس کی طرف سے امام فقہ بنائے گئے محض مخالفت اہل البیتؑ میں۔ جناب ابو حنیفہ زوطی نہیں اصل زطی ہیں اور زطّ معرّب جٹ کا ہے اور جٹ کو اُردو میں جاٹ کہتے ہیں ۳۵ھ اور ۴۰ھ کے درمیانی ایام میں ضلع میانوالی (پنجاب) کے جاٹوں کی ایک جماعت عرب میں گئی اور کوفے میں آباد ہو گئی۔ غالباً ان کے دادا کی متعلق یہ واقعہ صحیح ہے کہ انہوں نے شرف زیارت علوی حاصل کیا اور عید نوروز کا تحفہ لیکر حاضر خدمت ہوئے۔ غالباً یہی واقعات صحیح معلوم ہوتے ہیں۔ یہ زمانہ بنی امیہ کا دور تھا۔ اسی لئے ان حضرات کے مذہب کی بنیاد انہی معاویہ شاہی اصولوں پر رکھی گئی۔ اور امام صاحب بھی اسی عقیدے پر ہوئے۔ آپ کی ولادت سن اسی ہجری میں بتائی جاتی ہے۔ اور تقریباً ۱۲۰ھ میں فتوے دینا شروع کیا۔ عباسی خلیفہ اول ۱۳۶ھ میں فوت ہو گیا۔ اور اس کی جگہ ابو جعفر منصور دوانیقی نے لی۔ آئمہ اہل البیت میں سے اس وقت مالک مسند امامت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تھے انہی کے نام نامی سے منسوب ہو کر فرقہ حقہ اثنا عشریہ جعفریہ کہلاتا ہے اور آپ ہی کے زمانہ میں فی الجملہ شہرت اس کو حاصل ہوئی۔ نعمانی مذہب سلطنت نے انہی بزرگ کے مقابلہ کیلئے نکالا۔ اور ان ابو حنیفہ صاحب نے اپنی قیاس آرائیوں سے مذہب حق کے مسائل کے خلاف جو عین کتاب اللہ و سنت رسول کے مطابق تھے یہ فتوے جاری کئے۔ حالانکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو حنیفہ صاحب امام معصوم کے شاگرد رہے ہیں اور خود حضرت نعمان اپنی مسند میں لکھتے ہیں "جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ اَفْقَہُ مَنْ رَأَیْتُہٗ" (تاریخ صغیر بخاری ملاحظہ ہو) کہ جعفر صادق ان سب سے بڑھکر عالم دین و فقیہ ہیں۔

جنکو ہیں نے دیکھا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ امام معصوم کے ساتھ ابو حنیفہ کا ذکر جنکا عقیدہ کبھی درست نہ ہو۔ امام کی سخت توہین و تذلیل ہے اور بالکل ایسا ہی جیسے خدائے بزرگ و برتر کے مقابلہ میں فرعون کی خدائی کا ذکر توہین ذات الٰہی ہے۔ وہ ذات معصوم و صاحب علم لدنی جو فرمائے اور درست فرمائے۔ وَلَدَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاَنَا اَعْلَمُ عِلْمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ بلاشبہ امام کی توہین و تذلیل ہی کیلئے حضرت نعمان کو سلطنت کی طرف سے اُٹھایا گیا تھا۔ اور اجرا مذہب نعمانی کیلئے یہ بھی عمل تھا کہ جو امام جعفر صادق سے مسئلہ پوچھنے جاتا تو اس پر جرمانہ کیا جاتا اور جو ابو حنیفہ صاحب سے پوچھتا اسکو انعام ملتا اور اس طرح پبلک کو انکی طرف رجوع کیا جاتا۔ ان کے بعد امام مالک ہوئے اور اس کے بعد امام شافعی اور ان کے بعد امام احمد بن حنبل۔ ان حضرات نے اگرچہ احادیث بہت سی لی ہیں لیکن وہی جو اپنے مطلب کی تھیں اور اہل البیت کے خلاف خصوصاً امام مالک نے بہت کوشش کی ہے اور انکی کتاب موطا جو خلیفہ مہدی باللہ کے حکم سے لکھی گئی اوروں سے بہتر ہے خصوصاً اس لئے بھی کہ وہ اہل مدینہ تھے اور اہل مدینہ حدیث اور سنت رسول کے سب سے زیادہ واقف لیکن اس نقص سے خالی نہیں اور ضعیف احادیث ان کے یہاں کثیر موجود ہیں کہ وہ خود بھی جن روایات پر عامل نہ تھے جمع کر لی ہیں مگر قیاس سے انہوں نے بھی بہت کام لیا ہے خصوصاً حلت و حرمت حیوانات میں کہ کسی کو بھی باقی نہیں چھوڑا اور نمونہ ان کے مسائل کا اجمالاً اوپر کے بیان میں گذرا۔ ان چاروں مذاہب اہل سنت کو جمع کر کے دیکھو تو کوئی حکم شریعت محمدی اپنی اصلی صورت پہ باقی نظر نہیں آتا۔ اور کوئی بدعقیدتی ایسی نہیں ہے جو ان میں سے کسی میں موجود نہ ہو۔

پھر آپس کا اختلاف بیّن خود اُنکے بطلان کی دلیل ہے۔ کہ یہ مذاہب اگر قرآن و
حدیث سے لئے گئے ہوتے تو ان میں اختلاف نہ ہوتا۔ مگر اختلاف موجود ہے
اور اس لئے خود صاحبان مذہب کو یقین حاصل نہیں کہ ان ہی کا مذہب حق ہے
صاحب درمختار لکھتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے۔ "مَذْهَبُنَا حَقٌّ وَيَحْتَمِلُ الْبُطْلَانَ
وَمَذْهَبُ غَيْرِنَا بَاطِلٌ يَحْتَمِلُ الْحَقَّ"۔ ہمارا مذہب حق ہے مگر باطل ہونیکا اسمیں
احتمال ہے۔ اور ہمارے غیر کا مذہب باطل ہے مگر اسمیں حق ہونیکا احتمال ہے۔ "تضحك
منه الثواكل"۔ غرض ان ائمہ اجتہادیہ کی آرا کا اختلاف احکام و عبادات اسلامی
کے اختلاف کا پانچواں سبب عظیم ہے۔ جس سے کوئی صاحب بصیرت و انصاف
انکار نہیں کر سکتا۔ "وَلَا يُنْكِرُهُ أَحَدٌ. وَإِنِّي لَنَا هٰؤُلَاءِ فِي مِثْلِ هٰذَا الزَّمَانِ
فَقَدْ دُفِعْنَا إِلَى أَمْرٍ تَضِجُّ مِنْهُ الْحُقُوقُ إِلَى اللهِ ضَجِيجًا وَتَعُجُّ مِنْهُ
الْفُرُوجُ وَالْأَمْوَالُ وَالدِّمَاءُ إِلَى رَبِّهَا عَجِيجًا تُبَدَّلُ فِيهِ الْأَحْكَامُ
وَتُقْلَبُ الْحَلَالُ بِالْحَرَامِ وَيُجْعَلُ فِيهِ الْمَعْرُوفُ فِي أَعْلَى مَرَاتِبِ
الْمُنْكَرَاتِ وَالْمُنْكَرُ الَّذِي لَمْ يُشَرِّعْهُ اللهُ وَلَا رَسُولُهُ مِنْ أَفْضَلِ
الْقُرُبَاتِ الخ. وَإِلَى اللهِ الْمُشْتَكَى.

ششم۔ تدوین احادیث جن طرق سے واقع ہوئی۔ وہ بھی تغیر و تنسیخ احکام
قرآنی کا موجب ہوئی۔ یہ سلسلہ بھی خاص طور پر بنی عباس ہی کے زمانہ میں شروع ہوا مثلاً
بخاری مسلم و موطا وغیرہا اسی دور کی تصنیفات ہیں۔ احادیث موضوعہ زمانۂ رسول سے
چلی آرہی تھیں اور اس لئے خود جناب رسالتمآب نے یہ خبر دے دی تھی "الا قد کثر
عَلَيَّ الْكَذَّابَةُ فَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ"

آگاہ رہو کہ مجھ پر جھوٹ بولنے والے اور جھوٹی حدیثیں میری طرف منسوب کرنے والے بہت ہو گئے ہیں پس جو عمداً مجھ پر جھوٹ بولے۔ افترا کرے۔ اس کی جائے بازگشت جہنم ہے۔ یہ حدیث بین الفریقین مشہور و مسلم ہے۔ اگر یہ جھوٹی ہے۔ تب بھی مطلب صحیح ہے کہ رسول کے زمانے میں جھوٹی احادیث بنتی تھیں اور منافقین بناتے تھے اور اگر اس حدیث کو صحیح مانا جائے تو تب بھی یہی ثابت ہے جو اس کا منطوق ہے۔

رسول کے بعد دور خلافت تیمی و عدی و اموی میں برابر احادیث تراشی جاتی رہیں اور زمانہ رسول سے زیادہ اور انکے بعد معاویہ نے تو حدیث سازی کا محکمہ ہی بنایا ہوا تھا۔ زمانہ خلافت عباسیہ میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا سلاطین اور ان کے امراؤ حکام و قضاۃ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے خوارج ایسی حدیثیں بناتے رہتے تھے حتّٰی کہ جوئے۔ کبوتر بازی بازبازی و حیلہائے زناکاری میں بہت سی روایتیں گھڑ دیں۔ اور رسول کی پیشگوئی کی عملاً تصدیق کردی کہ آپ نے فرمایا تھا:۔

وَاَنَّهُ سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِيْ اَقْوَامٌ	اور یہ کہ میرے بعد کچھ لوگ ہونگے جو مجھ پر
يُكَذِّبُوْنَ عَلَيَّ فَيُقْبَلُ مِنْهُمْ وَمَعَاذَ اللهِ	جھوٹ بولینگے اور بہتان لگا ئینگے اور سکو
اَنْ اَقُوْلَ عَلَى اللهِ اِلَّا الْحَقَّ وَاَنْطِقُ	امت میں قبول کیا جائیگا خدا کی
بِاَمْرِهٖ اِلَّا الصِّدْقَ وَمَا اٰمُرُكُمْ اِلَّا	پناہ کہ سوائے حق کے کچھ کہوں اور اس کے
مَا اَمَرَنِيْ بِهٖ وَاَدْعُوْكُمْ اِلَّا اِلَى اللهِ	حکم سے سوائے صدق کچھ بولوں اور میں تمہیں
وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيَّ مُنْقَلَبٍ	کوئی حکم نہیں دیتا ہوں مگر وہی جو خدا نے دیا ہے اور
يَنْقَلِبُوْنَ (كما مرّ سابقا)	نہیں دعوت دیتا ہوں تمکو مگر دین اللہ کی طرف
(خطبہ نہج البلاغہ)	اور یہ ظالم عنقریب اپنے کئے کا نتیجہ دیکھینگے۔

اور عداوت اہل بیت میں انکے خلاف یہ بدعت برابر ہوتی رہتی تھی سفیان ثوری تو اس باب میں ممتاز تھا۔ اس قسم کی خلاف اصول اسلام روایتیں گھڑتا تھا اور حضرت صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ درانحالیکہ حضرت کو اس نے کبھی دیکھا بھی نہ تھا۔ اور جب ایک مرتبہ ان کرتوتوں کے بعد حاضر خدمت ہوا تو حضرت کو بھی ایسی حدیثیں آپ ہی کے نام سے سنائیں اور حضرت نے کہا کہ اگر تو امام جعفر صادق کو دیکھے اور وہ کہیں کہ ہم نے ہرگز یہ باتیں نہ کہیں نہ بیان کیں تو تو تصدیق کریگا تو صاف کہدیا کہ نہیں میں انکی تصدیق نہ کرونگا۔ کیونکہ میں اگر صادق علیہ السلام کی اس باب میں تصدیق کردوں تو میرا سارا سلسلہ روایات غلط اور باطل ہو جائیگا۔ ابن ابی الحدید نے بھی اسکو ذکر کیا ہے اور ہم نے مصحف ناطق میں مفصل لکھدیا ہے اور اس سے واضح ہے کہ اہل بیت نبوت و رسالت کے ساتھ کیسی عداوت تھی۔ اور کس طرح انکے رد پر جھوٹ بولا جاتا تھا۔ کیونکہ سلاطین جور کی حمایت انہیں حاصل تھی۔ اسلئے اس وقت تک لاکھوں روایات کا ذخیرہ مسلمانوں میں شایع ہو گئیں۔ اس ضمن میں بہت سی یہودی روایات جزو دین اسلام بنگئیں۔ کیونکہ بعض معتبر ترین محدثین اہل سنت اس سے شغف رکھتے تھے کہ وہ بجائے حدیث رسول سنانے کے یہودیوں کی روایتیں اور توریت کے مسائل انکو سناتے تھے جو حس اسلامی رکھتے تھے وہ تو گھبراتے تھے باقی ان کو مسلمان سمجھکر قبول کر لیتے تھے مثلاً عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو جنگ تبوک کے موقع پر اہل الکتاب کی بہت سی تصنیفات حاصل ہو گئی تھیں اور وہ انہی کو بیان کیا کرتا تھا۔ اگرچہ بعض اصحاب کرام اسکو ٹوک دیتے تھے اور کہدیتے تھے حدثنا عن النبی ولا تحدثنا عن الصحیفۃ و فی حاشیۃ نزھۃ النظر

عن عبد الله بن عمرو بن العاص فانه لما فتح الشام اخذ حمل بعير من كتب اهل الكتاب وكان يحدث فيه واتقاه الناس وقل حديثه وان كان اكثر حديثاً من ابی هریرة۔

تنبیہ ابوسفیان میں ہے۔

اِنَّ الْحَدِیْثَ مَالَمْ یُثْبِتْ لَہٗ سَنَدٌ فِی الْاُصُوْلِ لَا یَصْلُحُ لِلتَّمَسُّکِ وَالْقُبُوْلِ فَاِنَّ مَوْضُوْعَاتِ الزَّنَادِقَۃِ وَاَھْلِ الْبِدَعِ قَدْ جَاوَزَتْ مِاءَۃَ اَلْفٍ۔

حدیث کیلئے جب تک اصول میں سند ثابت نہ ہو قابل تمسک نہیں کیونکہ زنادقہ اور اہل البدعۃ کی موضوعات ایک لاکھ سے زیادہ پائی جاتی ہیں ایک لاکھ نہیں بلکہ دس لاکھ کہئے۔

محمد بن اسمعیل اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے سولہ سال میں چھ لاکھ حدیثوں میں سے احادیث بخاری کو انتخاب و اخراج کیا ہے اور احادیث صحیح بخاری مع مکررات چھ ہزار ہیں تو پانچ لاکھ چورانوے ہزار احادیث ۵۹۴۰۰۰ مصنف موصوف کے نزدیک موضوع ثابت ہوئیں ورنہ تو انہوں نے دیدہ و دانستہ انہی احادیث صحیحہ کو ترک کرکے دین محمدی کو ناقص کردیا۔ اور مسلم اس سے بھی آگے ہیں۔ انہوں نے گویا آٹھ لاکھ میں سے آٹھ ہزار انتخاب کی ہیں تو ان کے نزدیک سات لاکھ بانوے ہزار ۷۹۲۰۰۰ موضوع ثابت ہوئیں۔ امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث سے انتخاب کیا ہے۔ اس پر دوسرے محدثین کی احادیث منتخبہ کا قیاس کیجئے تو بلاشبہ کم سے کم دس لاکھ احادیث موضوعہ کا وجود اسلام میں ثابت ہوگا اور اس اختلاف روایات موضوعات کی وجہ سے محدثین انتخاب و اخراج احادیث و جرح و تعدیل رواۃ کے محتاج ہوئے اور اسی غرض کیلئے یہ کتابیں تصنیف ہوئیں لیکن انکے پاس حقیقۃً کوئی ایسا

معیار نتھا ہی نہیں جس پر پرکھکر یقینی طور پر معلوم کر سکیں کہ حدیث صحیح کون ہے اور موضوع کیونکہ اس معیار کو روز اول اجماع ہی ترک کر دیا تھا۔ لہذا یہ انتخاب احادیث بھی کسی اصل مسلم و متفق پر نہیں ہوا۔ بلکہ وہی رائے و قیاس و اجماع کے فرضی اصول پر اور اس میں سب سے پہلے اس پہلو کو اپنے لیے معیار قرار دیا کہ جو احادیث آئمہ اہل البیت سے مروی ہوں یا انکے معتقدین و متبعین سے وہ نہ لی جائیں بلکہ ان کے خلاف لیجائیں جو دشمن اہل بیت ہوں اور راوی کے ثقہ اور معتبر ہونے کی یہی علامت قرار دیگئی اور اس اصول پر کل روایات کا انتخاب ہوا۔ اہل بیت کی روایت نہ لیجائے۔ محبان اہل بیت کی روایت نہ لی جائے۔ نیک اور صالح لوگوں کی روایت نہ لیجائے کہ نیک لوگ جھوٹے ہوتے ہیں۔ خارجیوں کی روایتیں لیجائیں کہ خارجی سچے ہوتے ہیں۔ اجماع اہل البیت سند و حجت نہیں (کیونکہ یہ معصوم ہیں) غیر اہل البیت کا اجماع درست ہے (کیونکہ وہ غیر معصوم بلکہ فاسق و فاجر ہیں بلکہ خارج از اسلام)

تسہیل القاری شرح بخاری پ ۲ ص ۲۳ پر ہے کہ نیک اور صالح لوگوں میں اکثر غلط اور منکر روایتیں پائی جاتی ہیں اور صالحین کو اتنا جھوٹا کسی امر میں نہیں دیکھا جتنا کہ حدیث سازی میں۔ اور نیل الاوطار میں بھی یہی مضمون ملیگا۔ اور منہاج السنۃ میں ہے

فَاِنَّ الْخَوَارِجَ لَا یَکَادُوْنَ یَکْذِبُوْنَ — خارجی جھوٹ نہیں بول سکتے۔ بلکہ باوجود

بَلْ ھُمْ اَصْدَقُ النَّاسِ مَعَ — گمراہ اور بدعتی ہونے کے سب لوگوں سے

بِدْعَتِہِمْ وَضَلَالَتِہِمْ — زیادہ سچے ہوتے ہیں۔

ان محدثین خصوصاً امام بخاری کا یہ فلسفہ قابل غور ہے کہ نیک مومن بہت جھوٹے ہوتے ہیں اور خارج از اسلام اور گمراہ لوگ سچے۔ خدا قرآن میں مومن کی صفت ہی سچ قرار

قرار دیتا ہے۔ وَالَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ
(الزمر) جو سچ بولیں اور سچ کی تصدیق کریں وہی لوگ متقی ہیں۔ اَلصَّابِرِیْنَ
وَالصَّادِقِیْنَ وَالْقَانِتِیْنَ وَالصَّادِقِیْنَ وَالصَّادِقَاتِ۔ وغیرہا من
الآیات۔ اور کاذبوں پر خدا کی لعنت ہے۔ لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ۔ مومن صالح
اگر جھوٹا ہے اور وہ حدیث سازی اور رسول پر افترا کرنے اور تہمت لگانے میں جری تو
وہ مومن کب ہوا۔ اور خارجی اگر سچا ہے تو خدا کا حکم ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ
تو وہی امام پیشوا و مقتدا ہوا اس کو گمراہ و بدعتی و خارجی کیوں کہا جاتا ہے نہیں نہیں۔
ہرگز نہیں صالحین جھوٹے نہیں ہوتے اور جھوٹے کو صالح نہیں کہہ سکتے۔ یہ تو
اجتماع ضدین ہے۔ اَلْکِذْبُ اُمُّ الْمَعَاصِیْ وَعَلَامَۃُ النِّفَاقِ۔ خارجی کبھی سچا
نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ سچا ہوتا تو بدعتی اور گمراہ کیوں ہوتا۔ اور کم سے کم یہ تو کسی کافر کی
عقل بھی تسلیم نہیں کر سکتی کہ خارجی مومنین صالحین سے بہتر اور زیادہ سچا ہوتا ہے۔ بلکہ
حقیقت وہی ہے جو ہم نے ظاہر کی کہ صالحین عموماً دوستان اہل بیت تھے اور خارجی
یقیناً ان کے بدمقابل خارجی مسلم دشمن اہل بیت۔ حدیث طولانی کے ذیل میں حضرت
ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسولخدا نے حضرت عائشہ کو فرمایا جبکہ وہ علی کی شکایت
کر رہی تھیں: "اِرْجِعِیْ یَا حُمَیْرَاءُ وَرَائِکِ وَاللّٰہِ لَا یُبْغِضُہٗ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِیْ
وَلَا مِنْ غَیْرِھِمْ مِنَ النَّاسِ اِلَّا وَھُوَ خَارِجٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ"۔ اے عائشہ پیچھے
ہٹ جا۔ خدا کی قسم میرے کنبے اور غیروں میں سے جو بھی علی سے بغض رکھیگا وہ ایمان
سے خارج ہے اور سینکڑوں روایات ہیں رسول نے منافق کی علامت اور شناخت
بغض علی و اولاد علی ہی بتلایا ہے۔ یَا عَلِیُّ لَا یُحِبُّکَ اِلَّا مُؤْمِنٌ طَاھِرُ الْوِلَادَۃِ

وَلَا یُبْغِضُکَ اِلَّا مُنَافِقٌ خَبِیْثُ الْوِلَادَۃِ اور یہ کل اسلام میں مسلم ہے کہ خارجی دین اسلام سے خارج اور دشمن علی و اولاد علی ہیں لیکن چونکہ محمد بن اسمٰعیل بخاری ہیں اور بخارا ہی دشمنی اہل بیت میں معروف اور اب تک عداوت و بغض اہل بیت ان میں مشاہد۔ اور وہ بھی حد درجہ کا جسکی مثال دوسری جگہ مشکل سے مل سکتی ہو اور اسکا اندازہ اس مثال سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہمارے استاد محترم اعلی اللہ مقامہ اپنی سیاحت کے زمانہ میں بخارا پہنچے اور ایک شام کو دریا کے کنارے تفریح کو بعض احباب کے ساتھ تشریف لیگئے۔ وہاں پر ایک مدرس سنی اور دو طالب علم بھی آگئے جو انسے واقف نہ تھے۔ دریا کے دوسری جانب سے بعض اہل تشیع کنارہ دریا پر آگئے اور ہاتھ منہہ دھونے لگے تو انکو دیکھکر ایک طالب علم بولا "او کافر آمدہ دریا را نجس کرد" دوسرا بولا "واللہ از رفضے کہ شنیدہ ام کہ پیغمبر دختر خود را بعلی داد کلمہ اش میخوانم" تو استاد صاحب نے بیساختہ جواب میں فرمایا "واللہ کہ راست مسلمان تو ہستی" ۱۹۱۹ء کوئٹہ میں یہ واقعہ بہت سے خوانین کی موجودگی میں بعض خوانین افغانستان نے تصدیق کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ درست ہمین است کہ آں طالب علم و آں ملا گفت۔ ادریم ثابت کرآئے ہیں کہ سنیت و محبت علی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور اس لئے یہ حقیقت تاریخی ہے کہ دنیا میں اسی نوے فیصدی مدعیان سنیت خارجی ہی ہیں اور سنیت جہاں بغض علی جمع نہ ہو وہ شاید بیس فیصدی ہوں اور اتنے ہی ہوسکتے ہیں۔ اہل بخارا اس بغض یا اس اصل سنیت میں کامل اس لئے انہوں نے دراصل دشمنان علی اور اولاد علی ہی کی روایات کو اخراج کیا ہے اور باقی تمام مومنین صالحین کی روایات خارج کردیں جو بقول موصوف کم سے کم ۵۹۶۰۰۰ ہوتی ہیں۔ اور مسلم نے ۲۹۲۰۰۰ خارج

کیس جو رئیس اہل بیت معدن علم نبوی و باب علم نبوت اعلم الناس و اقضی الناس اور ہر وقت سفر و حضر میں صحبت رسول سے فائز اور تعلیم خاص رسول سے فیضیاب ہزار باب علم الاسرار کے متعلم۔ ان سے بخاری میں مشکل سے ۲۲۵ روایات ملینگی اور ابوہریرہ جیسے دشمن علی سے پانچسو سے زائد غالباً ۵۳۳ ہیں۔ اور اسیطرح دیگر خوارج و نواصب حتیٰ کہ ملعون دشمنان رسول سے۔ حتیٰ کہ صاحب تحفہ بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آرے در بخاری روایت از مروان آمدہ است باوجودیکہ او نیز از نواصب بلکہ رئیس آں گروہ شقاوت پژوہ بود۔ غرض جملہ دشمنان اہل البیت کی مرویہ روایات موجود ہیں حتیٰ کہ قاتلین آئمہ طاہرین کی۔ اور علی کیلئے بخاری کا راوی معتبر ابن سیرین اور رکن اعظم سنیت کہتا ہے۔ کُلُّ مَا یُرْوٰی عَنْ عَلِیٍّ فَهُوَ كِذْبٌ جو روایت علی سے مروی ہے وہ جھوٹی ہے۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ مَا اَجْرَاهُمْ عَلَى الْكِذْبِ +

حضرت صادق آل محمد کو زہری سے زیادہ غیر معتبر سمجھا جاتا ہے کہ انکی حدیث کو قوت و کثرت میں زہری سے کوئی نسبت نہیں اور اسلئے چاروں آئمہ اجتہاد نے امام جعفر صادق سے کوئی حدیث استناداً نہیں لی۔ اور بخاری کو اگر کوئی حدیث امام موصوف کی طرف سے پہنچتی تو وہ شک کرتے تھے اور اس سے استدلال نہ کرتے تھے اور اسکا اخراج نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو منہاج السنۃ۔

جابر بن یزید الجعفی کو بتصدیق بخاری و مسلم پچاس ہزار یا ستر ہزار احادیث نبویہ بسلسلہ وصیبہ اہل بیت یاد تھیں کہ یہ حضرت امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادق کے صحبت یافتہ اور صاحب اسرار صادق آل محمد ہیں تھے۔ بخاری نے ان سے اسی لئے روایات نہیں لیں کہ وہ شیعی خیال کے مومن تھے۔ "اِنَّهٗ يَقُوْلُ بِالرَّجْعَةِ" جابر رجعت کا قائل تھا اور رجعت کا مسئلہ شیعوں

سے مخصوص سمجھا گیا ہے۔ لہذا اسکی روایت حدیث قابل اعتماد نہ رہی۔ اگر انکو کوئی ایسی صحیح حدیث مل جاتی تھی کہ اسکو ترک کرنا انکی مصلحت کے خلاف ہوتا تھا تو وہ ایسی حدیث قطع و برید کے ساتھ درج کرتے تھے تاکہ مصلحت حدیث فوت ہو جائے خصوصاً ایسی روایات جن میں مدح اہل بیت کا شائبہ ہو۔

علامہ ابن دحیہ ذوالنسبین حدیث خمس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

أَوْرَدَهُ الْبُخَارِيُّ نَاقِصًا مُبْتَرًا كَمَا تَرَاهُ وَهِيَ عَادَتُهُ فِي إِيْرَادِهِ الْأَحَادِيْثَ الَّتِيْ مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِسُوْءِ رَأْيِهِ فِي التَّنَكُّبِ عَنْ هٰذَا السَّبِيْلِ وَأَوْرَدَهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ كَامِلًا مُحَقَّقًا وَإِلَى طَرِيْقِ الصِّحَّةِ فِيْهِ مُوَفَّقًا۔

اس حدیث خمس کو بخاری نے قطع و برید کرکے ناقص وارد کیا ہے جیساکہ انکی عادت ہے کہ اس قسم کی احادیث کو قطع و برید کرکے ہی درج کیا کرتے ہیں اور یہ اسلئے کہ اس طریق تقسیم سے اجتناب کرنیکا برا مذہب رکھتے تھے یعنی فضائل اہل بیت نقل کرنا اُن کا مذہب نہ تھا۔ اور ایسی حق گوئی کے خلاف تھے۔

دوسری جگہ ایک مقام پر ایک حدیث مسلم نقل کرکے بخاری کی حدیث نقل کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ:-

بَلْ أَنَا بِمَا أَوْرَدَهُ مُسْلِمٌ لِأَنَّهُ أَوْرَدَهُ بِكَمَالِهِ وَقَطَعَهُ الْبُخَارِيُّ وَأَسْقَطَهُ مِنْهُ عَلٰى عَادَتِهِ كَمَا تَرٰى وَهُوَ مِمَّا عِيْبَ عَلَيْهِ فِي تَصْنِيْفِهِ

ہم نے مسلم کی روایت اس لیئے پہلے نقل کی ہے کہ اس نے مکمل حدیث ذکر کی ہے اور بخاری نے حسب عادت اسکو قطع و برید اور گھٹا کر وارد کیا ہے جیساکہ تم انکی عادت

عَلٰی مَا جَرٰی لَاسِیَّمَا اِسْقَاطُہٗ لِذِکْرِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ۔

جانتے ہوا وہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر انکی تصنیفات پر عیب لگایا ہے خصوصاً یہ عیب کہ وہ ذکر علی کو ساقط کر دیتے ہیں۔

اسی عادت کا یہ نتیجہ ہے کہ بخاری میں علی کی فضیلت میں مشکل سے دو ڈھائی حدیثیں اصل باب فضائل میں ملینگی اور بعض ٹکڑے غیر متعلقہ ابواب میں سہواً۔

ایک خاص بات اس صحیح میں یہ بھی ہے کہ حتی الامکان احادیث متواترہ کو درج نہیں کیا ہے اور زیادہ احادیث احاد ہیں۔

والاحاد تفید الظن علی ما تقرر ولا فرق بین البخاری ومسلم وغیرھما فی ذالک۔

احادیث آحاد ظن کا فائدہ دیتی ہیں ان سے یقین حاصل نہیں ہوتا اور بخاری و مسلم وغیرہ میں اس باب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اس بنا پر صحیحین کی حدیثیں اس قابل نہ ہوئیں کہ اصول و عبادات میں سند ہو سکیں جہاں ظن کافی نہیں ہوتا بلکہ علم و یقین کی ضرورت ہے پس یہی علت ہے کہ صحیح البخاری اصح الکتب سمجھی جاتی ہے کہ اس میں خوارج و نواصب کی روایات بکثرت ہیں اور مومنین صالحین کی نہیں ہیں اور حتی الامکان فضائل علی و آل علی سے کتاب کو موصوف نے پاک کیا ہے۔ دیگر تمام صحاح میں فضائل علی و اولاد علی اس سے زیادہ پاتے ہیں۔ اس کے مقابل اگر کوئی کتاب اس باب میں ہے تو تفسیروں میں تفسیر رازی اور تاریخوں میں ابن خلدون اور اہل سنت انہی تین کتابوں کو صحیح اور معتبر جانتے ہیں۔ باقی تصانیف حدیث و تفسیر و تاریخ چونکہ ذکر فضائل اہل بیت میں مطعون ہیں بلکہ ان کے مصنفین پر اسی لئے تشیع کا الزام عائد کیا جاتا ہے۔ اس لئے ناقابل

اعتبار ہیں اور اسپر تمام علمار اہل سنت کا عمل ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ اس
جمع احادیث کی اس صورت نے بھی مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے اور اکثر
احکام قرآن و حدیث صحیح پیغمبری کو بلنسخ و ممسوخ کرنے میں بڑا کام کیا ہے کہ صالحین
کی صحیح روایات کو خارج کر دیا اور ایسی صورت میں ان احادیث سے نماز
پیغمبری کو معلوم کرنا یقیناً دشوار بلکہ محال ہو گیا ہے۔ اور اس واسطے اہل الحدیث
اگرچہ آئمہ اربعہ کے مذاہب اجتہادیہ سے منحرف ہیں لیکن ان جھوٹی اور خوارج
نواصب دشمنان رسول وآل رسول کی روایات پر عمل کر کے وہ بھی اصل احکام دین
اور سنن و آداب ارکان نماز اسلامی سے دور ہیں اور تمام مذاہب اہل سنت
میں جن طرق مختلفہ سے نماز ادا کی جاتی ہے کسی کی صحت پر کوئی دلیل نہیں
ہے اور کوئی حجت نہیں ہے کہ یہ نماز پیغمبری ہے اور اختلاف خود دلیل مخالفت
پیغمبری ہے۔ اگر نماز پیغمبری ہوتی تو یقیناً ایک ہوتی۔ فافھم وتدبر فیہ۔

بالخصوص بخاری کے اس طریق جمع احادیث کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ اگر ان پر
عمل کیا جائے تو دین اسلام عملاً باطل قرار پاتا ہے اور حقانیت اسلامی کو غیروں
میں منہ دکھانے کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ بخاری کی ان احادیث نے خدا کو صاف
چھوڑا ہے نہ رسول کو نہ اصحاب رسول ازواج رسول اور آل رسول کو دست تم
بر سر ہر کس کشیدہ است۔ خدا کی ٹانگیں جہنم میں ہیں تو معاذ اللہ رسول کی باہیں
نامحرم بیبیوں کی گردن میں۔ اس سے زنا بھی کرا دیا ہے اور شراب بھی پلا دی ہے
اور بتوں پر کا حرام چڑھاوا بھی کھلا دیا ہے۔ جھوٹ بھی بلوایا ہے۔ اور سہو و نسیان
میں بھی پھنسایا ہے۔ حتی کہ ایک دفعہ قرآن بھی سارا بھلا دیا۔ ازواج رسول کی

توہین میں دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ اور اکثر اصحاب رسول کو جہنم میں جھونکا ہوا ہے
اگر یہ کتاب واقعتاً اصح الکتب مانی جائے اور یہ احادیث صحیح واجب العمل تو نہ
خدا خدا رہا اور نہ رسول رسول۔ کیونکہ جہنمی جسم والا خدا نہیں ہو سکتا۔ شرابخوار شہوت
پرست اور کاذب رسول کیا مومن بھی نہیں کہلا سکتا۔ اور مرتد ہو جانے والے صحاب
یقیناً شرف صحابیت سے خارج ہیں۔ یہ حقیقت ہے اور اسی لئے بخاری اتنی مقبول۔

ہفتم۔ اسی عہد جمع احادیث میں متکلمین پیدا ہوئے اور ابوالحسن
اشعری نے ان قیاسات و آرا کو جن کے اصل بانی شیخین خصوصاً حضرت عمر ہیں۔
باضابطہ مذہب بنا دیا اور یہ اشعری مذہب کہلایا۔ اور اب بھی علمائے محققین
اسلام بجائے سنی کہلانے کے اپنے کو اشعری کہتے ہیں۔ اور یہ اشعریہ و معتزلہ اصولی
مذاہب جو ان قیاسات و خود رائی سے قائم ہوئے۔ دراصل سب اہل بیت کے مخالف
مذہب امامیہ کے مقابل قائم ہوئے۔ اور اس اعتبار سے اصل قدیم مذاہب اسلام دو ہی
ہیں ایک سنی جو صحابہ کی آرا پہ چلتے ہیں۔ دوسرے شیعہ پیروان علی جو قانون فطرت
اور کتاب و سنت پہ چلتے اور اس باب میں صرف اہل بیت رسالت کی پیروی کرتے
ہیں اور اس سے محققین اہل سنت کو بھی انکار نہیں ہے کہ یہ سنی مذہب حضرات
شیخین سے لیا گیا ہے اور خلاف مذہب علی و اولاد علی ہے جو شیعہ مذہب کہلاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اول منافقین نے جھوٹی روایات بنا کر اور بیان کر کے اور اپنی رائے
سے خلاف رسول قرآن پاک کی تاویلیں کر کے مسلمانوں میں احکام دین میں اختلاف
پیدا کر دیا۔

دوسرے۔ مرتدین سابقین و لاحقین نے یہی کام کیا۔

تیسرے۔ خلفا راجماعی کی خودرائی و اجتہادات نے۔
چوتھے۔ خصوصیت سے دشمنان دین شاہان اسلام بنی امیہ وغیرہ نے۔
پانچویں۔ آئمہ اربعہ کے اجتہادات و قیاسات و استحسانات نے۔
چھٹے۔ محدثین کے طریق جمع و اخراج احادیث میں قیاس آرائی و تقلید مذہبی نے۔ کہ ہر ایک نے اپنے مطلب کے موافق روایات انتخاب کیں۔ اور دشمنان رسول و آل رسول کی روایات کو ترجیح دی اور خوارج کو صادق بنایا اور صالحین کو کاذب۔ جس سے بہت سی صحیح احادیث رسول ضائع اور ساقط ہو گئیں۔ اور آج یہ صورت پیدا ہو گئی کہ توحید سے لیکر تا حدود کوئی عقیدہ اور کوئی مسئلہ اسلامی ایسا نہیں رہا جس میں اختلاف نہ پڑ گیا ہو اور عوام بلکہ خواص خصوصاً غیر کو یہ معلوم کرنا دشوار بلکہ محال ہو گیا ہے کہ اصل دین اسلام۔ احکام اسلام آداب اسلام سنن و فرائض اسلام کیا ہیں۔ اور صحیح نماز اسلامی کیا ہے اور اسی کا حل تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ اصل ہیئت نماز اسلامی کیا ہے۔ ذیل کے حوالہ جات اور بیانات سے اسکی مزید تصدیق ہو گی اور وجہ تسمیہ مذہب اہل سنت بھی معلوم۔
تکملہ نمبر ہفتم۔ اسی دور خلافت عباسیہ میں تصوف کی بنا پڑی۔ سچے صاحبان معرفت اور صاحب دل تو اسلام میں قرن اول ہی سے موجود تھے اور زاہدین کہلاتے تھے۔ زہاد ثمانیہ پیدا ہو چکے تھے لیکن خلیفہ مامون رشید کے زمانے سے جبکہ یونانی کتب عربی میں ترجمہ ہونی شروع ہوئیں۔ خصوصاً یونانی کتب فلسفہ تو یونانی تصوف یونانی حکمت و طب کی طرح مسلمان علماء کے قلوب میں ایمان کی جگہ پا گیا۔ انکے اصول فلسفہ پر ان علماء کو ایسا اعتقاد ہوا کہ اسلامی فلسفہ کو بھلا دیا۔ سینکڑوں آیات

قرآنی اور احادیث نبوی ان کے عقلی نظریوں کے ماتحت تاویل یا تنسیخ کر دی گئیں مثلاً حقیقت زمین و آسمان وغیرہ کی آیات خصوصاً معراج جسمانی و معاد جسمانی کے احکام اور حقائق کو بالکل مسخ کر دیا۔ تصوف یونانی کے تحت اسلامی توحید مسخ کرکے وحدت وجود کا مسئلہ نکالا گیا اور ہمہ اوست کی بے معنی اور بے ہنگام آواز نے لا الہ الا ہو کو محو کر دیا ہر چیز خدا ہو گئی۔ اور خدا کی شخصیت مفقود۔ اس شرک اور بدترین شرک نے اس توحید خالص کو اسلام سے خارج کر دیا جس پر اسکو ناز تھا۔ خدا صرف ایک صورت ذہنی رہ گیا اور صورت تشخص و ہویت افراد خلق کو مل گئی۔ وہ توحید ذات جہاں دین اسلام میں صفات کی شرکت بھی ممنوع تھی۔ بشہادۃ کل صفۃ انہا غیر الموصوف۔ وشہادۃ کل موصوف انہ غیر الصفۃ۔ اس میں کل مخلوقات شریک ہو گئی۔

عبادات ظاہریہ انکے اس خود ساختہ مذہب میں ایک کھیل ہو گئیں شریعت کی جگہ طریقت جاری ہوئی اور اس کے اوپر حقیقت اور کاملین نے شریعت کے حلال و حرام کو گویا کلیتہً منسوخ کر دیا۔ عبادات کے متعلق یہ نظریہ قائم ہوا کہ جب تک یقین حاصل نہ ہو اسوقت تک عبادت کی ضرورت ہے جب یقین حاصل ہو گیا اور حق الیقین کے درجہ پر فائز تو پھر عبادت لغو حرکت ہے۔ اس کے ثبوت کیلئے آیہ عبادت کو مسخ کرکے یہ تاویل گھڑی کہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (اپنے رب کی عبادت کر۔ جب تک موت آئے اور اجل یقینی کو پہنچے) عبادت کر اپنے رب کی جب تک یقین حاصل ہو جائے۔ جب اس کے وجود کا یقین حاصل ہو جائے اور معرفت تامہ حاصل تو پھر عبادت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس وقت عبادت لغو ہے (معاذ اللہ) حقیقت کے مرتبہ پر فائز ہو کر انکا سالک راہ معرفت تمام قیود شریعت اور بندش حلال و حرام سے آزاد ہو جاتا ہے

اس سلسلہ میں شرابخواری بہترین وسیلہ معرفت سمجھا گیا کہ شراب خود فراموش بنا دیتی ہے اور خود فراموشی انکو خدا سے ملا دیتی ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) معتقدین کے خوش رکھنے کیلئے یہ کرامت گھڑ لی گئی کہ صوفی صاحب کی نظر معرفت پڑتی ہے تو شراب دودھ میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور یہ شراب نہیں پیتے بلکہ دودھ پیتے ہیں۔ آجتک یہ رسم جاری ہے اور اکثر معتقدین صوفیہ اور مریدین پیر صاحبان یہی عقیدہ راسخہ رکھتے ہیں۔ اسلامی نماز کا کھلم کھلا ترک کبھی تازہ مریدوں کو بیگمان کر سکتا تھا اسلئے نماز اسلامی کے بجائے جو ذکر اللہ ہے اوراد و اذکار قائم کئے گئے اور انکو نماز اسلامی سے بہتر عبادت اور ذکر خدا کہا گیا کہیں ذکر معکوس شروع ہوا اور کہیں ذکر ارہ۔ الٹا ذکر الٹے لٹک کر بھی ہونے لگا اور صاف بھان متی کا تماشہ لا الہ الا اللہ کی الٹی سیدھی ضربیں لگنے لگیں۔ اور کبھی لا الہ کو اڑا کر صرف الا اللہ کی ضربیں۔

ان عارفین و سالکین کیلئے خاص عشق الٰہی کا دعوے کیا گیا اور عشق الٰہی کیلئے جس کو عشق حقیقی کہا جاتا ہے (اور رہے اور سچے مسلمان ضرور عاشق الٰہی ہوتے ہیں) عشق مجازی کی منازل طے کرنا ضروری قرار پایا۔ کہ جب تک دنیا میں یہ عارف سالک کسی امرد لڑکے یا لڑکی سے عشق و محبت پیدا نہ کرے محبت و عشق الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ اس فریب سے گویا زنا ان کیلئے عام اور مباح ہو گیا بلکہ خلاف وضع فطرت فعل بھی اور ایسے عارفین اسی میں فنا ہو کر رہ گئے۔ یہ عشق مجازی صریح شرک عشق الٰہی ہے اور یہ معشوق پرستی حقیقی بت پرستی۔ اور بلاشبہ ہزاروں صوفیوں کی عمریں اس بت پرستی میں گذریں۔ اور ان بتوں میں سے اکثر فاحشات کامل عارفات اور خدارسیدہ صاحبدل

اور صاحب کرامت کہلائیں۔ اور اس طرح بدکاری کی نفرت ایسے مسلمانوں سے
بالکلیہ اُٹھ گئی۔ اور شراب معرفت میں تبدیل ہوکر طیبات میں داخل طہارت بھی اسی سلسلہ
میں مفقود ہوگئی اور بے غسل وضو رہنا ہی کمال سمجھا جانے لگا بعض ایسے افراد
گذرے ہیں جنہوں نے تمام عمر غسل نہیں کیا اور ہمیشہ نجس محض رہے۔ شاید امام ابو
حنیفہ صاحب کی یہ کرامت کہ چالیس سال ایک ہی وضو سے نماز پڑھتے رہے اسی
ضمن میں ہو۔ بلکہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ نجاسات کو طیبات سمجھا جانے لگا۔ بول۔
براز۔ غوکن۔ اور منی چار چیزیں اصل طاہر قرار پائیں بعض اہل معرفت انکے کھانے کو بھی
درست جانتے ہیں۔ بلکہ کھاتے رہے ہیں اور کھاتے ہیں اور اب بھی دنیا میں ایسے
انسان ہیں اور ان کا بالکل وہی مذہب ہے جو ہندو وام مارگیوں کا۔ زنا کا بھوگ اور نجاسات
کی غذا مشرقی بنگال میں ایک فرقہ انہی اصول کا پابند نجاست خور اس وقت بھی موجود ہے
اہل تحقیق مشاہدہ بھی کرسکتے ہیں۔ ہمارے ایک فاضل مبلغ نے ان کے مفصل حالات
بھی شائع کئے ہیں اور انسے ملاقات بھی۔ اور دنیائے اسلام میں ایسے وجود ہیں۔
دیوثیت کمال معرفت میں داخل ہوگئی اور عارف کامل اور فنافی اللہ کے یہ معنے قرار پائے
کہ اگر وہ اپنی بیوی کو کسی سے زنا کراتے دیکھے تو اس کو ذرا جوش و طیش نہ آئے۔ بدن کا
رونگٹا بھی کھڑا نہ ہو۔ اگر ذرا اس میں اپنی بیوی کو غیر کے پاس سوتے دیکھکر غیرت آئی۔
طیش آیا غصہ نمودار ہوا تو وہ ناقص ہے۔ کمال معرفت کو نہیں پہنچا تلبیس ابلیس ابن جوزی
اس صفت کو کمال حلم شمار کیا گیا ہے۔ اور نشان خدارسی۔ اس بنا پر امیر شام کے
اس فعل قبیح کو نہایت استحسان کی نظر سے دیکھا جاتا ہے کہ انہوں نے ہاتھیوں کے
تماشے کے موقع پر اپنی بیگم کو اجنبی سے اپنے ہی محل میں ہم بستر پایا تو اسکو معاف کردیا۔

اور کچھ نہ کہا (استغفراللہ) کتاب سنظرف ملاحظہ ہو اور تفصیل ہماری خلافت الٰہیہ حصہ سوم میں
وقس علی ذالک۔

ہندوستان میں ہندی ویدانت نے بھی اپنا پورا اثر کیا۔ ہندی اہل تصوف اس میں رنگے گئے۔ دم کشی اور مراقبہ کی عبادت انہی کے اثر سے ان میں قائم ہوئی۔ اور غالباً رقص و سرود کی محفلیں بھی اسی ضمن میں آگئیں یا عربی مسلمان دربار بنی امیہ اور بنی عباس سے شراب۔ زنا اور رقص ساتھ ہی لیکر آئے تھے۔ قوالی کی صورت میں اگر ساز کی محفل نے عبادت کو حظ نفسی کا وسیلہ بنادیا۔ جیسا کہ عیسائی۔ ہندو سکھ وغیرہ مذاہب باطلہ کی عبادت میں اب یہ چیزیں شامل ہیں اور زن و مرد یکجا ہو کر لطف اندوز عبادت ہوتے ہیں۔ یہ متصوفہ قرآن پاک کو بھی رقاصہ یا کسی امرد مغنی و مطرب ہی کی صوت حسن میں سننا پسند کرتے ہیں اور جوش طرب میں فرماتے ہیں ؎

چہ خوش است از تو قرآن اے دلربا شنیدن
برخت نظارہ کردن سخن خدا شنیدن

ان کی حمد و نعت کی نظموں میں (معاذ اللہ) خدا اور اسکا رسول ایک حسین امرد سے زیادہ شخصیت نہیں رکھتے۔

مریدین و معتقدین سے بیعت خلاف تعلیم اسلامی شروع ہوئی اور خدا پرستی کی جگہ پیر پرستی نے لی۔ رسول کا فرمان ہے۔ اَلْبَیْعَۃُ لِلّٰہِ بیعت صرف خدا ہی کی ہو سکتی ہے کسی مخلوق کی بیعت جائز نہیں یہ شرک خالص ہے۔ رسول بھی جو بیعت لیتا ہے وہ خدا کے لئے لیتا ہے۔ وہ دست خدا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ۔ اور اسی طرح اس کا خلیفہ امام وقت جو بیعت لیتا ہے۔

دراصل صِبْغَةُ اللّٰہ ہی ہے۔

غیر اللہ کی اطاعت بالذات منع ہے تو اسکی بیعت لینی بھی چہ اور اس لئے اطاعت منحصر ہے۔ اللہ۔ رسول اور امام میں۔ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ الآیہ۔ یہ شرک عام ہے اور اب تک جاری۔ اس درجہ بیعت کو حاصل کر کے یہ متصوفہ خود بخود درجہ ولایت پر فائز ہو گئے۔ اور ایسی کرامات کے مدعی جس سے عظمت و جلالت خدائی کے ساتھ۔ و شان رسالت و امامت پست ہو گئی بلکہ اطاعت رسول سے انکار۔ اور یہ دعوے کہ

پنجہ در پنجہ خدا دارم   من چہ پروائے مصطفیٰ دارم

بلکہ اکثر حالات میں معجزات نبوت ہی کا دعوے نہیں کیا گیا۔ بلکہ کرشمہائے قدرت کاملہ کا بھی بیمار کو شفا دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا اکثر پیر صاحبان یا متصوفہ کے لئے ممکن نہیں بلکہ واقع قرار پایا حضرت پیران پیر تو معاذ اللہ رسول اللہ کے بھی پیر مانے گئے اور آج بھی مانے جاتے ہیں اور اللہ میاں کے دستگیر ہو کر پیر دستگیر بن گئے۔

غرض اس دور میں اس باطل تصوف کے اجرا سے توحید و نبوت کے حقائق معارف کے ساتھ عبادات خصوصاً نماز اسلامی یقیناً بہت کچھ مسخ ہو گئی اور اسکی صورت معنوی بھی اور یہ تصوف گویا دین اسلام کا ایک نقطہ مقابل قائم ہو گیا اور اسی کے اصول پر اس دور کی تفاسیر قرآنی لکھی گئیں اور احادیث معارف و حقائق کی تاویلات تشریحات اور علمار اسلام اور صوفیہ میں تصادم جو آج تک قائم ہے صوفیہ اپنے اس دین کو حق بتلاتے ہیں اور علمار کو قاصر و مقصر اور باطل پرست کہتے ہیں اور علمار اسلام انکو۔

اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ دنیائے اسلام میں جو ایسے صوفیہ کرام گزرے

ہیں جو دراصل ان قباحتوں سے پاک معلوم ہوتے ہیں اور خدا و رسول کی صحیح معرفت رکھتے ہیں۔ وہ حقیقتاً عارف علماء اسلام ہی تھے اور اس خود ساختہ تصوف سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ اور اس ہمہ ادست کے ہرگز قائل نہ تھے۔ ہاں تبلیغ میں اس دور میں اسی لباس میں بسر کرتے تھے۔ اور بظاہر صوفیہ کہلاتے تھے شریعت کے پابند تھے اور طریقت و حقیقت کو اس سے علیحدہ کوئی چیز نہ سمجھتے تھے اور یہ حقیقت ہے اور آنحضرت کی طرف منسوب یہ حدیث مشہور ہے اَلشَّرِیْعَۃُ اَقْوَالِیْ وَالطَّرِیْقَۃُ اَفْعَالِیْ وَالْحَقِیْقَۃُ حَالِیْ" شریعت میرے اقوال کا نام ہے یعنی صورت ظاہری شریعت اور طریقت میرے افعال ہیں یعنی صورت عملی اور حقیقت میرا حال اور کیفیت باطنی اور اسرار نفسانی ہے۔ اور ایسے ہی سچے پیر بھی ہوتے رہے ہیں اور دنیا انسے خالی نہیں رہی۔ بلکہ ایسے ہی پیروں نے جو حقیقتاً اہل معرفت علماء اسلام تھے تبلیغ اسلام کا کام کیا ہے خصوصاً ہندوستان میں اور وہ ہرگز اپنے لئے بیعت نہ لیتے تھے۔ بلکہ غیر مسلمانوں کو مسلمان بناتے تھے۔ ان کی اولاد میں یہ اسلام کہیں اصلی صورت میں باقی ہے اور وہ محض بزرگ اسلام کہلاتے ہیں اور اس طرح بیعت نہیں لیتے ہیں۔ اور بعض میں اصلی صورتیں باقی نہیں۔ بلکہ باطل صورتیں ہیں اور خود ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ انکی بیعت کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی اور یہہ صریح شرک رسالت ہے۔ بلکہ شرک توحید۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔ بہر حال یہہ سلسلہ بھی بلاشبہ ایک حد تک مسخ اسلامی نماز اور تغیر احکام کا موجب ہے۔

سب سے پہلے مخالفین حضرت | مذہب اہل سنت کی تاریخی تشکیل اور علماء کی تحقیق

علی علیہ السلام اور پیروان دشمنان اہل بیت کا نام خلیفہ سوم کے وقت میں عثمانیہ کہا گیا۔ (تاریخ طبری و مسعودی بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۵ ص۱۷۸) اس کے بعد ۱۲۱ھ میں امیر شام نے اس جماعت کا نام جماعت رکھا (سنن ابوداؤد کتاب الفقہ) لیکن یہ فرقہ بندی صرف رسمی تھی اصولی یا فقہی تغیر نہیں ہوا تھا۔ یہ تغیر امام ابو حنیفہ کے وقت میں اور پورا پورا ابوالحسن اشعری کے وقت میں ہوا۔ اور یہ مذہب جدا اور مستقل مذہب بن گیا۔ جس میں مذہب اہل بیت سے بالکل جدائی ملحوظ رکھی گئی۔ اور اس کا نام اہل سنت والجماعت رکھا گیا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قرۃ العینین ص۱۸۵ چھاپہ مجتبائی دہلوی مطبوعہ ۱۸۹۳ء میں لکھتے ہیں کہ مشہور فرقے تین ہیں حنفی۔ شافعی۔ مالکی اور ان تینوں مذاہب کی بنیاد فاروق (عمر) کے اجماعی مسئلے ہیں اور ان تینوں مذہبوں کی بڑی اور معتبر کتابوں میں مرتضیٰ علیہ السلام کی حدیثیں نہیں ہیں مگر تھوڑی۔ پھر ص۱۸۶ میں لکھتے ہیں کہ ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس کے اصول شیخین کے کلام سے لیے گئے اور ص۲۹ میں لکھا ہے کہ مالکی حنفی شافعی کے اصل مذہب کا اعتماد مسائل اجماعیہ فاروق (عمر) پر ہے اور بجز چند مسئلوں کے یہ لوگ مرتضیٰ علیہ السلام کی حدیثوں پر عمل نہیں رکھتے۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر چھاپہ مصر ص۲۲ میں لکھتے ہیں کہ ابوالحسن اشعری کے ترتیب دادہ اصول و فروع پر علماء چلتے رہے یہاں تک کہ اس مذہب کا نام اہل سنت والجماعت قرار پا گیا الجماعت معاویہ سے لیا گیا۔ اور اہل سنت شیخین کی پیروی سے اور شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی تکمیل الایمان میں اور شاہ ولی اللہ صاحب قرۃ العینین ص۲۵۲ چھاپہ مجتبائی دہلی میں لکھتے ہیں کہ مذہب اہل سنت کے امام اور رئیس ابوالحسن مذکور ہیں۔ اور شاہ صاحب مذکور شرح مشکوٰۃ فارسی میں

لکھتے ہیں کہ لقب اہل سنت و الجماعت حادث (یعنی تازہ) ہے اسی وجہ سے اکثر اہل سنت اپنے کو اشعری مذہب کہتے ہیں۔ کیونکہ ابوالحسن اشعری کے ساختہ پرداختہ دین پر چلتے ہیں۔ ان تفصیلوں سے معلوم ہوا کہ سنی اور شیعہ میں عملی تفرقہ انہیں نے پیدا کیا۔ اور کرابیسی لکھتے ہیں کہ یزید نے عام حکم دیا تھا کہ جس دروازہ سے امام حسین کا سر داخل کیا گیا تھا۔ لوگ اس دروازہ سے داخل ہوں پس جو لوگ اس دروازہ سے داخل ہوتے تھے وہ سنی کہے جاتے تھے (وسیلہ بحوالہ کرابیسی) یہ بھی واضح ہے کہ یہ تفرقہ محض حضرت علی علیہ السلام اور انکے پیرو یعنی شیعوں کی مخالفت کیلئے پیدا کیا گیا ہے چنانچہ علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ بغداد کی جامع مسجدوں میں نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بلند آواز سے کہنا اس وجہ سے چھوڑ دیا گیا کہ علویین مصر یعنے سادات جو بادشاہ مصر گذرے ہیں بلند آواز سے بسم اللہ کہا کرتے تھے پس امام احمد بن حنبل کی پیروی کے ارادہ سے نہیں بلکہ علویین مصر کی مخالفت کی غرض سے بسم اللہ کو بلند آواز سے کہنا ترک کر دیا گیا۔ کما بیناہ (تاریخ کامل ابن اثیر جو معتبر ترین کتب تاریخ اہل سنت ہے۔ جلد ۱ ص ۱۳۱ ذکر عدۂ حوادث)۔ ۲۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا جائز ہے اور بائیں ہاتھ میں بھی پہننا جائز ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ افضل کون ہے۔ اور صحیح ہمارے مذہب میں یہ ہے کہ داہنے ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔ کیونکہ انگوٹھی زینت ہے اور داہنا ہاتھ اشرف اور زینت و اکرام کا زیادہ حقدار ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۲۔ کتاب الزینۃ باب تحریم خاتم ذہب ص ۱۹۷ حاشیہ سطر ۲ چھاپہ کشوری لیکن صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ چونکہ شیعوں نے دہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی عادت کر لی ہے۔ اس لئے اس ہاتھ میں

پہننے سے پرہیز کرنا واجب ہے (جامع ترمذی حاشیہ سطر ۲۱ نمبر ۱ و ۲ چھاپہ اصح المطابع صفحہ ۲۶۶ باب ما جاء فی لبس الخاتم فی الیمین. علامہ شیخ ابو الطیب سندھی مدنی حنفی محشی جامع ترمذی لکھتے ہیں کہ قہستانی وغیرہ کا فتوے بھی یہی ہے تعجب ہے ان لوگوں نے داہنے ہاتھ سے کھانے اور بائیں ہاتھ سے آبدست کرنے میں اور سیدھے غسل کرنے میں شیعیونکی مخالفت کیوں نہ کی. بائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے اور داہنے ہاتھ سے آبدست کرتے اور الٹا غسل کرتے وضو کرنے میں تو مخالفت کر ہی چکے تھے۔

نمبر ۳. ملا علی قاری صاحب امام ابو حنیفہ کی شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں کہ سلام مسلمانوں کا تحفہ ہے اور السلام علیہ اور علیہ السلام میں کوئی فرق نہیں ہے! ان دونوں میں سے جو چاہے کہہ سکتا ہے لیکن علی علیہ السلام کہنا چونکہ شیعوں کی عادت میں داخل ہے. اس لئے اس طرح کہنا اچھا نہیں ہے شرح فقہ اکبر چھاپہ مصر ۱۵۲.

نمبر ۴ - علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ ہر مسلمان پر درود بھیجنا قرآن سے ثابت ہے لیکن علماء کہتے ہیں کہ صرف اہل بیت رسول پر درود بھیجنا دو وجوں سے مکروہ ہے ایک یہ کہ ہم لوگ صرف حضرت پر درود بھیجتے ہیں. دوسرے یہ کہ صرف اہل بیت پر درود بھیجنا رافضیوں کی عادت ہے. اس لئے رافضیونکی تشبہ سے بچنا چاہیے تفسیر کشاف آخر سورہ احزاب. اس قسم کی مخالفتیں بہت ہیں منجملہ انہیں مخالفتوں کے خلاف فطرت انسانی ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا بھی ہے. چنانچہ علامہ برجندی لکھتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے کہ چونکہ روافض کے مذہب میں ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا ہے اس لئے انکی مخالفت کی غرض سے ہم لوگ ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے ہیں شرح وقایہ

برجندی جلد ا صفحہ ۱۲۳ سطر ۱۴ چھاپہ نولکشور کتاب الصلوٰۃ۔ اگرچہ اسلامی دنیا میں اسی دن پھوٹ پڑی اور اعتقادی تفرقہ پیدا ہوا جس دن قلم دوات اور کاغذ کی فرمائش میں حضرت سرور عالم کے حکم پر عدم اعتنا کی گئی اور آپ کی نیت سے خلاف حکم پروردگار استغنا ظاہر کی گئی اور کتاب خدا کی واجب التعمیل آیت اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ اور آیہ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ کو لائق توجہ نہ سمجھا گیا جسبنا کتاب اللہ کی نازیبا آواز بلند کی گئی اور کچھ جہالت سے اور کچھ خود غرضی سے خدا و رسول کے حکم کی مخالفت میں بہت سے شرعی احکام جاری کئے گئے جو آج مخالفت کرنے والے یعنے خلیفہ دوم صاحب کیلئے مایۂ ناز فضیلت و افتخار سمجھے جاتے ہیں۔ حالانکہ حسبنا کتاب اللہ کہنے والے درحقیقت کتاب خدا و سنت رسول کے علم سے بالکل محروم تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ازالۃ الخفا مقصد ۲ صفحہ ۱۵۹ میں لکھتے ہیں کہ انکی فقہی غلطیاں شمار سے باہر ہیں لیکن یہ مخالفتیں صحابہ کی نگاہوں میں چنداں وقعت نہیں رکھتی تھیں۔ خود انکے بیٹے عبداللہ ان کی اکثر مخالف رایوں کے مخالف تھے جیساکہ اس امر کو میں نے اپنی کتاب مرشد امت میں بہ تفصیل لکھدیا ہے اور کسی مناسب مقام میں لکھونگا کہ حی علی خیر العمل اور الصلوٰۃ خیر من النوم میں وہ انکی رائے کے مخالف تھے۔ اگرچہ امیر شام نے بصرف زر کثیر چند صحابہ سے جہاں فضائل خلفا ثلثہ میں حدیثیں بنوائیں۔ وہاں خلیفہ دوم صاحب کی ذاتی فقہی رایوں کی مویدبھی حدیثیں بنائی گئیں۔ کچھ دنیا پسند صحابہ نے بنایا اور کچھ بے اعتبار راویوں نے جنکو امام ذہبی نے میزان الاعتدال کی تین جلدوں میں نام بنام ذکر کیا ہے اور

تعداد انکی چار ہزار سے زائد پہنچگئی ہے۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ چودہ ہزار حدیثیں بنائی گئیں۔ خود عبدالکریم نے اقرار کیا کہ چار ہزار حدیثیں اس نے بنائیں بنانیوالوں کی ثقاہت کی وجہ سے یہ روایتیں مشہور ہوگئیں (سیرت نعمان شبلی ص۱۲۵۔ باوجود ان کاوشوں کے شیخین کی مخالف کتاب و سنت روایتیں مذہبی لباس میں نہیں آئی تھیں۔ یہانتک کہ تیسری صدی میں شیخ ابوالحسن اشعری نے بقول شاہ ولی اللہ صاحب کے ان مخالفات ایونکو مذہب اہل سنت کا جزو قرار دیکر نام اس کا اہل سنت و الجماعت رکھا اور اسلام میں کلی تفرقہ پیدا ہوکر مذہب اہل سنت ایک نیا مذہب بنگیا۔ جس کے بانی شیخ ابوالحسن اشعری ہوئے اور علمائے اہل سنت اپنی خواہشوں سے شیعوں کی مخالفت میں وقتاً فوقتاً اضافہ بھی کرتے رہے۔ جن میں سے ایک اضافہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنا ہے۔ (انوار القرآن)

ان دلائل و بیان تشکیل مذہب اہل سنت اور بیانات تغییر احکام اسلامی کی تاریخی حقیقت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ بانی مذہب اہل سنت و جماعت یہی جو نبوت کیبنٹ کی اپوزیشن تھی۔ وہ جماعت جو پیغمبر اسلام کو بادشاہ عرب مانتی تھی نہ نبی اللہ یا یوں کہ لیجئے کہ انکا نظریہ نبوت یہی تھا کہ قوم کا لیڈر نبی کہلاتا تھا۔ یہ جماعت حیات نبوی میں بھی حتی الامکان اس کے احکام کی مخالفت کر بیٹھتی تھی۔ یا نبی کے افعال و اعمال پر اعتراض۔ لا الہ الا اللہ کے اعلان کو خلاف مصلحت جانتی تھی۔ اس کے بعض افراد نماز جنازہ سے نبی کو روکدیتے یا کہ گھسیٹ لیتے کہ یہ منافق ہے اسکا جنازہ نہ پڑھو۔ یا کفار سے صلح کرنے پر روکنا قصہ قرطاس بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ لوگ پیغمبر عربی کو پیغمبر نہیں بلکہ اپنا جیسا خطا کار ہاشمی بادشاہ سمجھتے تھے

ورنہ نبوت کو ہذیان سے کیا نسبت۔ یہ نہیں کہ غلط فہمی سے ایسا کہہ رہے تھے بلکہ دیدہ و دانستہ اور اس کا اقرار و اعتراف بھی سقیفہ کی کارروائی بھی اسی کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک نبوت سیاسی عہدہ تھا نہ دینی۔ یہ انتخاب امیر (ڈکٹیٹر) قانون سیاست ہی میں ممکن ہے۔ قانون دینی اور شریعت و ناموس الٰہی میں اسکا امکان کہاں؟ اور اس کے بعد پھر اس عہدہ پر فائض دشمنان پیغمبر یا منکر نبوت اور فساق و فجار ہی کا فائز ہونا اور اس جماعت کا ان کو اپنا پیشوا کہنا۔ یہ بھی اسی کا ثبوت ہے کہ نبوت ان کے نزدیک محض دنیاوی حکومت و سیاست تھی اور اہل سنت ایک سیاسی جماعت ہی ہے۔ اسکو دیانت سے دور کی بھی نسبت نہیں۔

رسول ہاشمی تھا اور یہ جماعت بنی ہاشم کی قدیم مخالف۔ اس لئے ان کا حسد اس کا مذہب تھا۔ اور چونکہ نبی کی خلافت کے دعویدار اور حقدار علی اور اولاد علی تھے انکی عداوت اس جماعت کو لازمی تھی۔ رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی حکومت اسلامی اور خلافت نبوی پر قبضہ کر لیا اور پھر اسی طرح عداوت آل محمد کی سنت کو جاری رکھا۔ اور اس جماعت کی اس سنت یعنی عداوت آل محمد کی وجہ سے یہ فرقہ اہل سنت کہلایا اور کہلاتا ہے سنت عداوت علی و آل علی اور اہل سنت مخالفین علی و آل علی۔

معاویہ نے امام حسنؑ کی صلح کے سال کا نام السنۃ الجماعۃ رکھا (تاریخ الخلفاء۔ حیوۃ الحیوان۔ فتح الباری۔ منہج الوصول) اور معاویہ شاہی جماعت اھل السنۃ والجماعۃ۔ لیکن چونکہ یہ مذہبی اصطلاح میں ایک مہمل سی

اصطلاح تھی۔ رفتہ رفتہ کثرت استعمال میں اھل السنۃ والجماعۃ۔ جماعت سے مراد وہی مخالف جماعت اور سنت سے مراد وہی سنت اصحاب وجماعت یعنی مخالفت ومعاندت علی وآل علی۔ یزید نے بھی اس جماعت کا نام اھل السنۃ رکھا تھا جس سے دشمنی آل محمد کا خاص مظاہرہ ہوا تھا معاویہ سے شروع ہو کر عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک اس سنت کا اظہار اس طرح ہوتا تھا کہ تمام ملک میں علی الاعلان وعلی رؤس الاشہاد نام بنام علیؑ حسنؑ اور حسینؑ پر معاذاللہ لعن کیا جاتا تھا۔ بلکہ سب وشتم۔ مدرسوں میں معلم بچوں کو بھی سکھاتے اور درس دیتے تھے خطباء وواعظین بھی وظیفہ ادا کرتے تھے۔ کلبی مورخ نے ستر ہزار دس منبر شمار کئے ہیں جن پر روز جمعہ بیک وقت علی وآل علی پر سب وشتم ولعن وطعن ہوتا تھا چنانچہ جب عمر بن عبدالعزیز نے اس کو توہین وتذلیل اسلام سمجھا اور ایک حکمت عملی سے اس کو بند کیا۔ اس عزم کے بعد جب اس نے روز جمعہ خطبہ دیا اور اس خطبہ میں اس سنت جماعت بنی امیہ کو ذکر نہ کیا۔ ترک کر دیا تو تمام مسجد میں شور مچ گیا السنۃ السنۃ یا امیرالمومنین۔ قد ترکت السنۃ۔ اے خلیفہ سنت۔ سنت کہاں گئی۔ تو نے سنت کو ترک کر دیا اور علی پر لعن نہ کیا (طبری تمبیس النصائح) یہ سنت تھی اور اس کے کرنے والے۔ سننے والے اور اس پر خوش ہونے والے اہل سنت کہلاتے تھے۔ اور وہی نام اب تک چلا آتا ہے۔ ورنہ نہ تو یہ کتاب اللہ اور حدیث رسول کی اصطلاح ہے اور نہ علماء کی۔ اور اسکی تفصیل ایک دفتر عظیم چاہتی ہے مگر اہل تحقیق وحق کیلئے اتنا ہی اشارہ اس کا ثبوت کے لئے کافی ہے کہ اہل سنت والجماعۃ سیاسی جماعت ہے اور ہمیشہ کرسی پرستی اسکا اصول۔ جو کرسی حکومت پر بیٹھ گیا وہ ان کا

امیر (ڈکٹیٹر) ہوگیا۔ اور انہوں نے السلام علیک یا امیر المومنین کے نعرے لگانے شروع کر دئے اور اب بھی یہی عمل اور یہی اصول ہے۔ فتدبر فیہ۔

حل مدعا و صورت رفع اختلاف

رسول اس حقیقت سے واقف تھا کہ میرے بعد میرے دین کی صورت اختلاف کیا ہوگی اور اس نے خود خبر دی تھی کہ امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائیگی۔ جن میں ایک حق پہ ہوگا اور باقی کل باطل پہ۔ اور مسلم ہے کہ رسول ہرگز اس کو گوارا نہیں کرتا ہوگا کہ اس کی امت متفرق اور گمراہ ہو۔ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔ لہذا ضروری ہے کہ جب اُسے یہ معلوم تھا کہ امت میں اختلاف پڑیگا تو اختلاف کے رفع کی کوئی صورت بتلائے ورنہ نبی پہ الزام آتا ہے اور گمراہ ہونے اور متفرق ہونیوالی امت معذور رہ جاتی ہے۔ اور حجت تمام نہیں ہوتی۔ ضرور اس نے صورت رفع اختلاف بتلائی تھی اور اس وسیلہ کا پتہ دیا تھا اور اس کا بار بار حکم دیا تھا اور صاف کہدیا تھا کہ تمسک بالثقلین ہی گمراہی سے بچا سکتا ہے اور اختلاف سے روک سکتا ہے۔ اسی واسطے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب اللہ اور دوسرے میرے اہل بیت جو میری عترت سے ہیں۔ جب تک ان سے تمسک رکھوگے گمراہ نہ ہوگے۔ اور تمام مسلمانوں میں یہ حقیقت مسلم ہے لیکن اختلاف موجود پس معلوم ہوا کہ تمسک بالثقلین کو ترک کیا گیا اور رسول کی اس حکم میں اطاعت نہیں کی۔ بلکہ اس کے خلاف خلافت اجماعی قائم کی گئی اور "حسبنا کتاب اللہ" کہکر احد الثقلین عترت رسول کے تمسک سے انکار کیا گیا۔ لہذا رفع سبب اختلاف ہی

موجب ائتلاف واتفاق ہوسکتا ہے۔ ترک اتباع ثقلین موجب اختلاف ہوا ہے تو اتباع ثقلین ہی موجب اتفاق ہوگا اور ضرور ہوگا اور یہ اب بھی ممکن ہے۔ اسی وسیلے سے آج بھی اس مدعا کو حاصل کرسکتے ہیں۔ کیونکہ کتاب اللہ یقیناً جامع ضروریات دینی و دنیوی ہے۔ کل علم اس میں جمع لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِيْنٍ اور عترت رسول اس کی عالم اس کی تاویل کی عالم اس کی تفسیر کی عالم۔ اس کی تنزیل کی عالم اور سنت رسول کی عالم اور اس اختلاف احادیث کی عالم اور پھر معصوم خطا و غلطی سے پاک سہو و نسیان سے مبرا اور پھر ہر زمانے میں قرآن کے ساتھ اس کا وجود ضروری وہ قرآن کے ساتھ اور قرآن اس کے ساتھ۔ وہ حق کے ساتھ اور حق اس کے ساتھ اور اس کی پیروی مسلمانوں پر فرض اور اس کی محبت جزو ایمان۔ اور اس کا علم نقص و غلطی سے پاک علم باطن الہامی ہے اور انہی کی شان میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ وَجَعَلْنَا هُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَ اَوْحَيْنَا اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءَ الزَّكٰوةِ وَكَانُوْا لَنَا عَابِدِيْنَ (انبیاء) اس کی تصریح رسول اور خود معصومین سے مروی ہے اور دمیری نے اپنی کتاب حیات الحیوان میں اوحی الی النحل کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان ائمہ اہل البیت کو وحی ہوتی تھی اور انکا معصوم ہونا خود دلیل ہے کہ یہ صاحب وحی و الہام تھے۔ کیونکہ عصمت و وحی لازم و ملزوم ہیں۔ اسلئے کہ عصمت روح قدسی کو مقتضی ہے اور روح قدسی کو وحی لازم ہے۔ روح قدس ہی حامل وحی و ملقی کلام الٰہی ہے۔ كَمَا اَشَرْنَا اِلَيْهِ سَابِقًا اور ان حضرات کا معصوم ہونا اکثر منصف مزاج علمائے اہل سنت نے بھی تسلیم کیا ہے صاحب دراسات بھی اسی کے قائل ہیں اور اکثر صوفیائے کرام نے ان کو صاحب الہام دیسا ...

جانتے ہیں۔ امام غزالی حضرت علی کے صاحب علم لدنی ہونے کی تصریح کرتے ہیں اور رسول اللہ نے یہ امور انکی طرف منسوب کئے ہیں اور انہی اوصاف سے انکی معرفی کرائی ہے اور اسیواسطے ان کے اتباع کا حکم دیا ہے۔ اور انکا تالی قرآن ہونا ہی خود عصمت کی دلیل ہے کہ قرآن یقیناً معصوم ہے پس جو تالی قرآن ہے وہ بھی معصوم ہے۔ "وَ عِتْرَةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ الْاَقْرَبُوْنَ وَ اَهْلُ بَیْتِهِ الطَّاهِرُوْنَ الطَّیِّبُوْنَ وَ اَحَدُ الثَّقَلَیْنِ الَّذِیْنَ خَلَّفَهُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ثَانِیْ کِتَابِ اللّٰہِ"۔ (مروج الذہب مسعودی) اس کیلئے کتب مناقب سنی و شیعہ ملاحظہ ہوں مثل مناقب دیلمی مسند احمد ابن حنبل مودۃ القربیٰ۔ ینابیع المودۃ۔ سوانح جناب امیر۔ از عبید اللہ امرتسری وغیرہا خصوصاً یہ کہ جناب امیر جو اول امام اہل البیت ہیں جملہ علوم قرآنی و اسلامیہ میں کل صحابہ کرام سے زیادہ عالم تھے صادق تھے امام تھے معصوم تھے طاہر تھے۔ اور اول خلیفہ و وارث علم رسول اللہ۔ اور یہ معلوم ہے کہ زمانہ رسول اور بعد رسول ہر مسئلہ مشکل میں بعد رسول تمام صحابہ علی ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور ہر ایک مشکل علی اسی حلال مشکلات سے حل ہوتی تھی حضرت عمر کو ان سے ستر مرتبہ ان مشکلات کے حل پر کہنا پڑا "لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ" معاذ سا دشمن بھی علی کی اس فضیلت کو مانتا تھا اور کہہ بیٹھتا تھا۔ "خَیْرُ الْبَرِیَّةِ بَعْدَ اَحْمَدَ حَیْدَرٌ۔ اَلنَّاسُ اَرْضٌ وَالْوَصِیُّ سَمَاءٌ"۔ رسول عربی کے بعد ساری مخلوق سے بہتر اور افضل علی ہے۔ تمام انسان مثل زمین ہیں اور علی آسمان غیروں کو علی سے کیا نسبت ع۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

ان تمام امور کو جو ہم نے ان حضرات کی نسبت اشارۃً لکھے ہیں۔ عارفین

کاملین اہل اسلام کی اس عبارت سے تصدیق فرمائیے۔

حافظ ابی عبداللہ محمد بن یوسف البلخی الشافعی امام حسینؑ کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (کتاب المناقب)

قَالَ اَهْلُ الْعِلْمِ عُلُوْمُ اَهْلِ الْبَيْتِ
لَا تَتَوَقَّفُ عَلَى التَّكْرَارِ وَالدَّرْسِ
وَلَا يَزِيْدُ يَوْمُهُمْ فِيْهَا عَلٰى مَا كَانَ
بِالْاَمْسِ لِاَنَّهُمْ مُخَاطَبُوْنَ فِيْ
اَسْرَارِهِمْ الْمُحَدَّثُوْنَ فِي النَّفْسِ
فَسَمَاءُ مَعَارِفِهِمْ وَعُلُوْمِهِمْ
بَعِيْدَةٌ عَنِ الْاِدْرَاكِ وَاللَّمْسِ
وَمَنْ اَرَادَ سَتْرَهَا كَانَ كَمَنْ اَرَادَ
سَتْرَ وَجْهِ الشَّمْسِ وَهٰذَا اِمَّمَا
يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ ثَابِتًا مُقَرَّرًا
فِي النَّفْسِ فَهُمْ يَرَوْنَ عَالَمَ
الْغَيْبِ فِيْ عَالَمِ الشَّهَادَةِ وَيَقِفُوْنَ
عَلٰى حَقَائِقِ الْمَعَانِيْ فِيْ خَلَوَاتِ
الْعِبَادَةِ وَتُنَاجِيْهِمْ ثَوَاقِبُ اَفْكَارِهِمْ
فِيْ اَوْقَاتِ اَذْكَارِهِمْ بِمَا تَسْتَمُوْبِهِ
غَارِبَ الشَّرَفِ وَالسِّيَادَةِ وَحَصَلُوْا

علماء فرماتے ہیں کہ علوم اہل
البیت درس و تدریس پر موقوف نہیں
اور نہ کل کی نسبت آج انکے علم میں اضافہ
ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ باطناً خطاب الٰہی
سنتے ہیں اور فرشتے اُن سے باتیں
کرتے ہیں اور اُنکے نفوس ملہمہ ہیں۔
پس انکے آسمان علوم و معارف تک
ہمارے ادراک و احساس کی رسائی
نہیں ہو سکتی۔ اور جو ایسے فضائل اہلبیت
کو چھپانا چاہے وہ چہرۂ آفتاب پر خاک
ڈالتا ہے۔ اور یہ حقیقت الہامی خطاب
باطنی اور تحصیل علوم ربانی لازم و ثابت
ہے۔ اور اُنکے نفوس میں قائم اور ثابت
ہے۔ پس وہ اس عالم شہود میں عالم غیب
کا مطالعہ کرتے ہیں اور خلوت عبادات
میں حقائق معانی پر مطلع ہوتے ہیں اور انکے

بتوجههم إلى جناب القدس فبلغوا
به منتهى السؤال والإرادة فهم
كما في نفوس أوليائهم ومحبيهم
وزيادة فما تزيد معارفهم في
زمان الشيخوخة على معارفهم
في نص الولادة وهذه أمور تثبت
لهم بالقياس والنظر ومناقب واضحة
الحجول والغرر ومزايا تشرق إشراق
الشمس والقمر وسجايا تزين عنوان
التواريخ وعنوان الأثر فما سئلهم
مستفيد ومستحن فوقفوا ولا أنكر
منكر أمرا من الأمور إلا عرفوا ولا
جرى معهم غيرهم في مضمار شرف
إلا سبقوه وقصر مجاريهم وتخلفوا
سنة جرى عليها الذين سلفوا و
أحسن اتباعها الذين خلفوا وكم
عاينوا في الجدال والجلاد أمورًا
فتلقفوها بالرأي الأصيل والصبر
الجميل فما استكانوا ولا ضعفوا

نورانی قواے فکریہ عالم ذکر و فکر میں انسے باتیں کرتی
ہیں جنسے وہ منتہاے شرف و سیادت کو پہنچگئے
اور جناب قدس الٰہی میں متوجہ ہوکر اس مرتبہ کو
پہنچگئے کہ جو مانگا اور جو چاہا وہ اس بارگاہ قدس سے
حاصل کرلیا پس وہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ انکو انکے
دوست اور شیعہ خیال کرتے ہیں بلکہ اس سے زیادہ
ہیں انکے معارف علوم بچپن کی نسبت کبرسنی میں
زیادہ نہیں ہوتے جیسے بچے ویسے ہی بڈھے
(النبی نبی و لوکان صبیا والامام امام و
لوکان غلاما) اور یہ تمام فضائل و مناقب کمالات انکے
عقل و فکر سے ثابت ہیں اور یہ روشن اور درخشاں
مناقب ہیں اور وہ فضیلتیں ہیں جو آفتاب و مہتاب
کیطرح چمکتی ہیں اور وہ فضائل جمیلہ ہیں جو عنوانات
تواریخ و سیر کو زینت دیتی ہیں پس کسی سائل یا ممتحن
نے انسے سوال نہیں کیا جسکے جواب میں انہوں نے
توقف کیا ہو اور کوئی بات ایسی نہیں جسکو یہ لوگ
نہ جانتے ہوں اور انہوں نے نہ بتلائی ہو اور جو کوئی
بھی میدان شرف میں انکے ساتھ چلا پیچھے رہگیا اور
انکا مقابلہ کرنیوالا قاصر رہا یہی وہ سنت ہے جسپر

وَبِهٰذَا أَوْ أَمْثَالِهِ سَمَوْا عَلَى الْأَمْثَالِ وَشَرُفُوا تَعْدِمُ الْمُتَفَاشِقُ إِذَا امْدَرَّتْ شَقَاشِقُهُمْ وَتُصْغِي الْأَسْمَاعَ إِذَا قَالَ قَائِلُهُمْ وَنَطَقَ نَاطِقُهُمْ يَكْشِفُ الْهَوَاءُ إِذَا قِيسَتْ بِهِ خَلَائِقُهُمْ وَيَقِفُ كُلُّ سَاعٍ عَنْ شَأْوِهِمْ فَلَا يُدْرَكُ فَائِتُهُمْ وَلَا تُنَالُ طَرَائِقُهُمْ سَجَايَا مَنَحَهُمْ بِهَا خَالِقُهُمْ وَفَازَ بِهَا صَادِقُهُمْ فَسُرَّ بِهَا أَوْلِيَاؤُهُمْ وَأَصْدَقُ قَائِلِهِمْ وَحَزِنَ لَهَا مُبَايِنُهُمْ وَمُفَارِقُهُمْ.

سلف صالحین چلتے رہے ہیں اور انکی اچھی پیروی اور ناسی بعد میں آنیوالوں نے کی ہے اور کسقدر ان بزرگوں نے جنگ و جدال اور شجاعت و شہامت کے مواقع دیکھے اور سب کا استقلال اور صبر جمیل سے مقابلہ کیا۔ نہ کبھی سستی کا اظہار کیا اور نہ ضعف کا اور ایسے ہی خصائل و مناقب فرمایا ہے یا وہ خصائل و شمائل سے اپنے اقوال و امثال پر شرف لیگئے سب کی پونجی بند ہوجاتی ہے جب انکی زبان حق ترجمان بولنے لگے اور سب کے کان دھر لگجاتے ہیں جب انکا کہنے والا کچھ کہنے لگے کوئی انکی دوڑ کو نہیں پہنچ سکتا اور کوئی انکے سابق و فائت کو نہیں پکڑ سکتا اور کوئی انکے طریقہ انکو نہیں پا سکتا یہ وہ فضائل و کمالات ہیں جو ان صادقین و کاملین نے حاصل کئے اور انکے خالق نے انکو بخشے ہیں اور جن سے انکے محبا و پیرو خوش ہوتے ہیں اور ان سے جدا اور دور رہنیوالے رنج و افسوس کرتے اور اس پر محزون رہتے ہیں کہ انکی پیروی کیوں نہ کی۔ "وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ"

اس تحقیق کے مطابق ائمہ اہل البیت کی پیروی ہر حال میں ہر مسلمان کیلئے موجب نجات و صلاح و فلاح دارین ہے اور اسپر وہ مامور ہیں اور اسی کے ترک سے یہ سارے اختلافات پیدا ہوئے ہیں اور احکام دین مسخ پس انکی پیروی ہی سے صحت شمول رسول معلوم ہو سکتی ہے

اور یہ اختلاف رفع ہو سکتے ہیں اور یہی صرف ایک صورت رفع اختلاف کی ہے اسی واسطے محبت آل رسول ہر مسلمان پر فرض ہے اور محبت موجب اتباع و اطاعت ہے اور جو انکی اطاعت سے باہر ہے وہ دین سے خارج اور صراط مستقیم سے دور ہے۔

صاحب تحفہ فرماتے ہیں "اجماع اہل سنت برآن کہ محبت اہل بیت بر ہر مسلم و مسلمہ فرض لازم و داخل در ارکان ایمان است۔ و باید دانست کہ باتفاق شیعہ و سنی این حدیث ثابت است کہ پیغمبر فرمودہ اِنّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ۔ ہر آئینہ میگذاشتم در شما دو چیز گرانقدر را کہ اگر گرفتید بآں ہرگز گمراہ نشوید بعد من یکے ازاں ہر دو بزرگتر است از دیگر قرآن شریف و اولاد از اہل بیت من پس معلوم شد کہ در مقدمات دینی و احکام شرعی مارا پیغمبر حوالہ بایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ است پس مذہبے کہ مخالف ایں دو باشد در امور شرعیہ عقیدۃً و عملاً باطل و نامعتبر است و ہر کہ انکار ایں دو بزرگ نماید گمراہ و خارج از دین یعنی باتفاق سنی و شیعہ حدیث ثقلین ثابت ہے جس سے معلوم ہوتا ہی کہ پیغمبر نے ہمکو اپنے بعد ان دو عظیم القدر وجودوں کے حوالہ کردیا ہے۔ تمام مقدمات دینی و امور شرعی میں پس جس مذہب کا عقیدہ اور عمل امور شرعیہ میں ان دو کے مخالف ہو وہ مذہب باطل اور غیر معتبر ہے اور جو شخص ان ثقلین کا انکار کرے وہ گمراہ اور دین اسلام سے خارج ہے اور اس بیان سے بھی عصمت اہل بیت ثابت ہے اور عصمت خود دلیل وجوب اطاعت و اتباع ہے اور یہی بزرگ یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ خلفائے ثلثہ نزد اہل سنت نہ معصوم اند نہ منصوص علیہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ سلاطین اسلام تھے امور دینی میں انکی اطاعت و اتباع کسی کے نزدیک لازم نہیں ہے۔

بلکہ امور دینی ہیں اُنکے زمانہ حکومت میں کبھی اتباع اہل بیت ہی موجب رفع اختلاف دینی تھا۔

دوسرے الفاظ میں یوں کہیئے کہ سنت رسول کی نقل و روایت کے دو سلسلے مسلمانوں میں بدعت اجماع کی بدولت پیدا ہو گئے۔ ایک سلسلہ تو صحابہ تابعین تبع تابعین کا ہے جس میں مومن بھی ہیں منافق بھی ہیں۔ مرتد بھی ہیں ملحد و زندیق بھی سہو و نسیان کے پتلے بھی اور دین کے دشمن جان بوجھکر احادیث کو غلط اور مسخ کر کے بیان کرنیوالے بھی عمل رسول کو دیکھنے والے بھی اور نہ دیکھنے والے بھی اور نا سمجھی اور غلط فہمی سے لینے والے بھی کوئی سلسلہ رواۃ عمل و سنت رسول میں ہر مرتبہ میں یقینی معتبر و ثقہ کہلانے کا مستحق نہیں گو بعض افراد ایسے شامل ہوں لیکن تمام رواۃ مثلاً صحابی سے لیکر اور محدث بخاری تک سب ہی معتبر ہوں اسکا ثبوت محال ہے اور جو رجال بخاری سے واقفیت رکھتے ہیں وہ اس حقیقت کی شہادت دیتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ دیدہ و دانستہ ایسے ہی رواۃ احادیث لئے گئے ہوں جو خوارج و نواصب و جاہل و نااہل بلکہ ملحد و زندیق ہوں تو یہ سلسلہ نامعتبر ہونے میں محتاج ثبوت و دلیل نہیں۔ دوسری جانب سلسلہ تین سو سال تک آل رسول اہل بیت نبوت و رسالت کا ہے جو عالم ہیں عابد ہیں۔ زاہد ہیں صاحب علم لدنی اور معصوم ہیں اور ہر زمانے میں ان میں سے کوئی نہ کوئی گویا عمل رسول کا خود مشاہدہ کرنیوالا موجود ہے مثلاً جناب رسالت کے زمانے میں پنجتن پاک کا اجتماع ہے یعنی علی۔ فاطمہ حسن۔ اور حسین حقیقت علم شریعت کے عالم رسول کی عبادت و طاعت کو خود مشاہدہ کرنیوالے سفر میں حضر میں گھر میں مسجد میں دن میں رات میں غلط فہمی سے پاک غلط بیانی سے معصوم سہو و نسیان سے مبرا و منزہ اس دور میں ان چار معصوموں نے عمل رسول کو دیکھا حدیث رسول کو سنا اور لیا

عمل کیا اور دوسرے کو اسیطرح صحیح پہنچایا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جناب فاطمہؑ وہ نماز نہ پڑھتی ہونگی جو انکے والد بزرگوار رسول مختار پڑھتے تھے۔ یا علی رسول کے خلاف عمل کرتے تھے یا حسنین اپنے آبا رطاہرین کے طریقہ پر نہ چلتے تھے۔ آیا کوئی مسلمان مسلمان ہوکر یہ دعوےٰ کر سکتا ہے؟

ان بزرگواروں کے بعد انکی اولاد اسیطرح عالم لدنی اور معصوم ان کے قول و عمل کے شاہد یعنی سب میں آخر میں شہادت پانیوالے حضرت امام حسین ہیں اور روز عاشورہ واقعہ شہادت کے وقت ان کے فرزند ارجمند حضرت امام زین العابدین وسید الساجدین موجود ہیں جنکی عمر تقریباً ۲۳ سال کی ہے۔ بلکہ اس وقت ان کے فرزند امام محمد باقر بھی موجود ہیں۔ اگرچہ بچہ ہیں۔ اور یہ امام حسین کے آخری عمل تک کا مشاہدہ کرنیوالے ہیں اور یہ بھی عالم علم لدنی اور معصوم ہیں جو رسول نے کیا اسکو حسین نے دیکھا ہے اور کیا ہے اور جو کچھ حسین نے کیا اسکو امام زین العابدین نے دیکھا ہے اور جو کچھ ان بزرگوں نے کیا اسکو امام محمد باقر علیہ السلام نے دیکھا ہے اور کیا اور گویا امام موصوف اسی عمل رسول کے چشم دید شاہد کہے جا سکتے ہیں اور اسیطرح انکے بعد ان کی اولاد کے معصوم تا امام حسن العسکری ۲۶۰ھ ہجری تک یہ پاک سلسلہ ذہبیہ ختم ہوتا ہے۔ اور ان کے عہد تک تقریباً چار سو کتب احادیث و روایات اہل البیت تصنیف ہو چکی ہیں اور ان کتب اصول سے لیکر اصول اربعہ شیعہ کی بنیاد بھی پڑ چکی ہے یعنی ثقۃ الاسلام الکلینی کی کافی اور ان بزرگ کے عمل کا شاہد عادل معصوم امام مہدیؑ بھی وجود میں آچکا ہے اور اس کی غیبت کبرےٰ ۳۲۹ ہجری میں واقع ہوئی ہے۔

اس پاک سلسلہ ذہبیہ کی روایات و احادیث میں شبہ کرنا اپنی عقل و

ایمان کا ماتم کرنا ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے اور داد انصاف دیتے ہوئے ابن ابی الحدید لکھتے ہیں:

وَمَنِ الَّذِي يَعُدُّ مِنْ قُرَيْشٍ أَوْ مِنْ غَيْرِهِمْ مَا يَعُدُّهُ الطَّالِبِيُّونَ عَشَرَةً فِي نَسَقٍ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ عَالِمٌ زَاهِدٌ نَاسِكٌ شُجَاعٌ جَوَادٌ طَاهِرٌ زَاكٍ فَمِنْهُمْ خُلَفَاءُ وَيُرَشَّحُونَ ابن ابن ابن ابن هٰكَذَا الى عَشَرَةٍ وَهُمُ الْحَسَنُ ابن عَلِيِّ بن مُحَمَّدِ بن عَلِيِّ بْنِ مُوسَى بْنِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ وَابْنُ فَاطِمَةَ بِنْتِ مُحَمَّدٍ

کون ہے جو قریش وغیرہ سے اتنے افراد ہادی شمار کر سکے جتنے کہ اولاد ابی طالب اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ایک سلسلہ میں دس اور ان میں سے ہر ایک عالم۔ زاہد عابد شجاع سخی۔ طاہر اور زکی پس انہی میں سے خلفاء ہیں اور دس تک اسی ابن ابن کی نسبت سے قرین و مرشح یعنی الحسن عسکری ابن علی النقی۔ بن محمد (التقی) بن علی الرضا ابن موسیٰ الکاظم۔ بن جعفر الصادق محمد الباقر بن علی السجاد بن الحسین الشہید بن بن علی ؑ بن فاطمہ بنت محمد علیہم السلام۔

یہ بات عرب اور عجم کے کسی اور خاندان کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ کہ دس پشت (دو سو سالہ برس تک) علماء ربانی اور زہاد بان دین پیدا ہوتے رہے ہوں۔ (انکے ساتھ گیارھویں محمد المہدی قائم و باقی)

وَهٰذَا لَمْ يَتَّفِقْ لِبَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ الْعَرَبِ وَلَا مِنْ بُيُوتِ الْعَجَمِ۔

یہ پاک اور طاہرین کا سلسلہ اور کسی خاندان عرب و عجم اور کسی قبیلہ اور کسی قوم کو میسر نہیں ہوا۔

واین انتم عن علی ابن الحسین بن علی الذی یقال له علی الخیر وعلی الاعز وعلی العابد وما اقسم علی الله بشیئ الا وابر قسمه واین انتم عن موسیٰ بن جعفر بن محمد واین انتم عن علی بن محمد الرضا اللابس الصوف طول عمره مع سعة امواله وکثرة ضیاعه وغلاته وجعفر بن محمد الذی ملاء الدنیا علمه وفقهه ویقال ان اباحنیفة کان من تلامذته وکذالک سفیان الثوری وحسبک فی هذ الباب۔

اور تم کہاں دور پڑے ہو علی ابن الحسین سے جس کو علی الخیر علی الاعز اور علی العابد (السجاد) کہا جاتا ہے۔ جس نے جس بات کی قسم اٹھالی اس کو پورا کرکے چھوڑا۔ کہاں چھوٹے ہوئے ہو۔ موسیٰ بن جعفر بن محمد کو۔ اور کیا جانتے ہو علی بن موسیٰ الرضا کو جو باوجود کثرت اموال او جائداد و املاک تمام عمر صوف پوش رہے اور اور جعفر بن محمد (الصادق) جس نے اپنے علم اور فقہ سے دنیا کو پُر کردیا اور کہا جاتا ہے کہ ابو حنیفہ ان ہی کا شاگرد تھا اور اسیطرح سفیان ثوری اور اس باب میں انہی دہ کا ذکر کافی ہے اس معصوم امام کی فضیلت اور جلالت شان ثابت کرنے کیلئے۔

یہ سب خستہ باتیں کرنیوالے پاک معصوم اور مستجاب الدعوات بندے تھے جو کہدیتے تھے وہی ہوجاتا تھا۔ ہر ایک ان میں سے اپنے زمانہ کا قطب تھا۔ (محی الدین عربی) اور تمام اولیا زمانہ انکے تابع اور معتقد اور انسے فیض پانیوالے انکی عبادت عین عبادت رسول تھی اور انکا قول عین قول رسول انکی نماز عین نماز رسول

انکو دیکھ لو اور انسے لو کہ نماز رسول اللہ نے کیسے پڑھی تھی۔ اور اگر یہ سب ہاتھ کھولکر پڑھنے اور تعلیم دیتے ہیں تو بیشک ہاتھ باندھنا بدعت ہے اور یقیناً قول و فعل رسول جو کچھ انکے خلاف مروی ہے وہ موضوع۔ ہر ایک مسئلہ و حکم اسلامی کو انکے مسئلہ اور حکم سے مطابق کرو۔ جو موافق نکلے اسکو قبول کرو اور جو انکے خلاف ہو اسکو ترک یہی صورت حل و رفع اختلاف مسلمین ہے۔ وَبَشِّرْ عِبَادِیَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

اگر یہ بھی منظور نہیں کہ اہل بیت رسالت کی پیروی کیجائے کیونکہ یہ حق ہے اور حق سے اکثر کراہیت رکھتے ہیں۔ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۔ اور کراہیت حق کی وجہ ہی سے یہ صورت پیدا ہوئی اور ناسی واتباع اہل البیت ہی کو چھوڑ کر یہ اختلاف پیدا ہوا ہے جو مفصل و مدلل بیان ہوا تو اب کیوں تاسی اہل البیت کرنے لگے ہیں۔ تو یہ دو سلسلے ایکدوسرے کے مقبول ہیں۔ ان دونوں میں جو بات متفق ہو اسکو تسلیم کیا جائے یعنی جس بات کو سلسلہ اصحاب اہل سنت بیان کرتا ہے اور جسکو سلسلہ مذہبیہ اہل البیت و شیعہ علی بیان کرتا ہے انمیں جو باتیں دونوں میں پائی جاتی ہیں اور متفق ہیں وہ قابل عمل سمجھی جائیں اور جو مختلف ہیں وہ ترک کیجائیں اور اس اصول انصاف سے کسی منصف مسلمان کو انحراف نہ ہونا چاہیئے اور اس صورت حل و اتفاق میں بعض نہیں ضعف احادیث کے وجود کا شبہ بھی خود بخود اٹھ جاتا ہے اور سوال ہی نہیں رہتا کہ انمیں بھی روایات ضعیف ہیں۔ کیونکہ جو دونوں میں متفق ہیں لے لیتے ہیں۔ باقی ترک مثلاً اگر دونو کا سلسلہ روات متفق ہو کہ نماز میں رسول اللہ ہاتھ باندھا کرتے تھے تو سمجھنا چاہیئے کہ یہی فرض ہے اگر اسپر اتفاق ہے کہ رسول اللہ نماز میں ہاتھ کھلے رکھتے تھے تو یہی حق ہے اور اسیکو قبول کرنا چاہیئے اور اس اصل مسلم و مقبول و منظور شدہ پر خلاف

نماز و بعض مبادی و مقدمات نماز کو جانچتے ہیں اور فیصلہ اہل بصیرت پر چھوڑتے ہیں اور یقین کرتے ہیں کہ ہمارے مقدمات اس اختلاف کے رفع کرنے اور مقصد مقصود اتحاد اور اتفاق تک باسانی پہنچنے میں کامل راہ نمائی کرینگے بلکہ اہل بصیرت پر انہی مقدمات سے اصل مسئلہ روشن اور راز اختلاف منکشف ہوگیا ہوگا اور ضرور ہونا چاہیے فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ۔

باب سوم
اختلاف احکام اسلامی نماز

ان اسباب تبدیل و تغییر و تنسیخ احکام اسلام کی بنا پر جو مقدمہ میں مذکور ہوئے مسلمانوں کی بہترین عبادت جو رکن دین ہے اور جسکی قبولیت پر قبولیت عبودیت اور نجات یوم الدین موقوف سینکڑوں جزئی و کلی اختلافات کا مرکز بنی ہوئی ہے کچھ ایسے اختلافات ہیں جو سنی اور شیعوں کے درمیان ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو فیمابین مذاہب اہل سنت ہیں بعض وہ ہیں جو ادائے نماز سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض وہ جو اس کے شرائط یا مقدمات میں شامل ہیں۔ ہم ان میں سے بعض کو جو زیادہ اہم ہیں اور جن پر راتدن فریقین یا مذاہب میں جوتی پیزار رہتی ہے۔ انکو یہاں ذکر کرتے ہیں اور بعد ازاں انکی صحت و بطلان پر استدلال و احتجاج۔ مقدمات نماز میں دو باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں جو وضو سے متعلق ہیں جو شرط صحت نماز ہے۔ اگر وضو صحیح نہیں ہوا تو نماز باطل

ہوگئی اور محنت رائگان گئی۔ چنانچہ اختلافاتِ مقدماتِ نماز و نماز یہ ہیں۔

اوّل۔ اعضا کے الٹا سیدھا دھونیکا اختلاف کہ اہل سنت خلاف فطرت انسانی وحکم عقلی وشرعی ہاتھوں کو وضو میں مثلاً اوپر سے نیچے کو دھوتے ہیں۔ بلکہ منہ کو بھی اور شیعہ اس کے برعکس موافق فطرت سیدھا دھوتے ہیں اوپر سے نیچے کو۔

دوسرے۔ اختلاف مسح رجلین ہے یعنے پیر دھونے اور مسح کرنے میں اختلاف سنّی دھوتے (مگر موزے پر مسح کر لیتے ہیں) اور شیعہ مسح کرتے ہیں اور انہی دو باتوں سے سنّی شیعہ پہچانے جاتے ہیں۔

تیسرے۔ تکبیر میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا شیعہ کرتے ہیں سنّی بعض کرتے ہیں بعض نہیں کرتے۔

چوتھے۔ قرأت سورہ میں بسم اللہ کو بآواز بلند کہنا یا نہ کہنا جس کی طرف پہلے اشارہ ہو چکا کہ معاویہ نے نماز میں سے چرایا یا اس سے قبل کے حضرات نے۔

پانچویں۔ بعد قرآۃ سورۂ حمد آمین کہنا یا نہ کہنا بعض سنّی کہتے ہیں اور بعض نہیں کہتے اور شیعہ بدعت جانتے ہیں۔ یا کم سے کم مکروہ سمجھتے ہیں۔

چھٹے مسئلہ ارسال یدین ورفع یدین شیعہ ارسال کرتے ہیں۔ یعنے ہاتھ کھولکر نماز میں کھڑے ہوتے ہیں اور اسکو واجب جانتے ہیں اور اسکے بغیر نماز کو باطل سمجھتے ہیں سنّی ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھتے ہیں اور پھر اسکی صورت میں بہت سے اختلافات فیمابین اہل سنت ہیں جو آگے چلکر مفصل مذکور ہونگے۔ اور یہی اختلاف ارسال ان میں سب سے اہم ہے اور یہی اس بحث کا موضوع اصلی اور اس مضمون کا عنوان اور اس مقالہ کا اصل مدعا ہے جس کو ہم مفصل لکھینگے اور باقی کو مجمل ومختصر اسطرح دوسری رکن میں

قنوت شیعہ لازم سمجھتے ہیں سنی نہیں۔

ساتویں۔ تشہد یا التحیات۔ اصطلاحاً شیعہ دوسری رکعت میں بیٹھکر تشہد پڑھتے ہیں اور سنی التحیات کہتے ہیں۔

آٹھویں۔ سلام پھیرنے کا طریقہ مختلف ہے۔ اہل سنت سلام دیتے وقت قبلہ سے منہ پھیر لیتے ہیں اور شیعہ اسکو موجب بطلان نماز جانتے ہیں اور وہ صرف اشارہ گوشہ چشم سے سلام پھیرتے ہیں۔

نویں۔ جمع بین الصلوٰتین کا مسئلہ ہے شیعہ ظہرین و مغربین کو ملاکر پڑھتے ہیں اور سنی ہر ایک علیحدہ علیحدہ۔ اور سنی کہتے ہیں کہ شیعہ بجائے پانچ وقت کے تین وقت نماز پڑھتے ہیں۔

دسویں۔ انکے علاوہ ایک اختلاف اذان نماز و اعلان میں ہے کہ سنی حَیَّ عَلیٰ خَیرِ العَمَل اذان میں نہیں کہتے ہیں اور ترک کر چکے ہیں جسکی طرف اشارہ بھی گذر چکا اور شیعہ اسکو ضرور کہتے ہیں اور جزو اذان جانتے ہیں اور اس کے بغیر اذان کو ناقص سمجھتے ہیں۔ سنی اذان صبح میں اَلصَّلوٰۃُ خَیرٌ مِنَ النَّوم زیادہ کرتے ہیں شیعہ اسکو تشریع یا بدعت کہتے ہیں اور یہ دسواں اختلاف در اصل اختلافات وضو کے بعد مذکور ہونا چاہئے تھا۔ مگر ہمیں ترتیب مطلوب نہیں ذکر مطلوب ہے اور اسلئے ہم پہلے مسئلہ ارسال یدین ہی کو لیتے ہیں۔ جو ہمارا اصل موضوع ہے۔ لہذا اس کے اختلافات فیمابین اہل سنت کے متعلق عبارات ذیل ملاحظہ ہوں۔

اہل سنت میں ہاتھ کھولنے اور باندھنے کے متعلق اختلافات

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ

فی اختلاف الائمہ میں لکھتے ہیں:۔

وَاَجْمَعُوا عَلٰی اَنَّهٗ یُسَنُّ وَضْعُ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ فِی الصَّلٰوۃِ اِلَّا فِیْ رِوَایَۃٍ عَنْ مَالِکٍ وَهِیَ الْمَشْهُوْرَۃُ اَنَّهٗ یُرْسِلُ یَدَیْهِ اِرْسَالًا وَقَالَ الْاَوْزَاعِیُّ بِالتَّخْیِیْرِ۔ وَاخْتَلَفُوْا فِیْ مَحَلِّ وَضْعِ الْیَدَیْنِ فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ تَحْتَ السُّرَّۃِ وَقَالَ مَالِکٌ وَالشَّافِعِیُّ تَحْتَ صَدْرِہٖ فَوْقَ سُرَّتِہٖ وَعَنْ اَحْمَدَ رِوَایَتَانِ اَشْهَرُهُمَا هِیَ الَّتِیْ اخْتَارَهَا الْخِرَقِیُّ کَمَذْهَبِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ص۳۰ مطبوعہ مصر۔	اور اس بات پر اجماع اہل سنت ہے کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا سنت ہے سوائے امام مالک کی ایک روایت کے جو مشہور ہے کہ وہ ہاتھوں کو نماز میں کھلا رکھتے تھے اور اوزاعی نے کہا ہے کہ نمازی مختار ہے چاہے باندھے چاہے کھولے اور محل وضع میں اختلاف ہے۔ ابو حنیفہ کہتے ہیں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے اور مالک و شافعی کہتے ہیں کہ سینے کے اوپر رکھے اور امام احمد سے دو روایتیں ہیں مشہور وہ ہے جسکو خرقی نے اختیار کیا ہے یعنی مذہب ابو حنیفہ کے مطابق۔

اور میزان الکبرے ص۱۲۵ میں لکھا ہے:۔

وَمِنْ ذٰلِکَ اتِّفَاقُ الْاَئِمَّۃِ عَلَی اسْتِحْبَابِ وَضْعِ الْیَمِیْنِ عَلَی الشِّمَالِ فِی الْقِیَامِ وَمَا قَامَ مَقَامَهٗ مَعَ قَوْلِ مَالِکٍ فِیْ اَشْهَرِ رِوَایَاتِہٖ اَنَّهٗ یُرْسِلُ یَدَیْهِ اِرْسَالًا وَمَعَ قَوْلِ الْاَوْزَاعِیِّ اَنَّهٗ یَتَخَیَّرُ وَالْاَوَّلُ مُشَدِّدٌ وَالثَّانِیْ وَمَا بَعْدَہٗ مُخَفِّفٌ فَرَجَعَ الْاَمْرُ اِلٰی مَرْتَبَتَیْ تَشْدِیْدٍ وَ تَخْفِیْفٍ وَوَجْهُ الْاَوَّلِ اَنَّ	اور منجملہ مسائل نماز یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کا اسپر اتفاق ہے کہ قیام نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھنا مستحب ہے۔ حالانکہ مالک کا قول مشہور ترین روایات میں یہ ہے کہ وہ ہاتھوں کو نماز میں لٹکا کر رکھتے تھے اور پورے طور سے کھلے رکھتے اور اوزاعی کا قول یہ ہے کہ نمازی مختار ہے چاہے کھولکر پڑھے یا باندھکر پس پہلا قول سخت ہے اور دوسرے میں

صورة موقف العبد بين يدي سيّده وهو خاصٌّ بالاكابر من العلماء الاوليا بخلاف الاصاغر فانّ الاولى لهم ارخاء اليدين كما قال به مالك. وايضاح ذالك انّ وضع اليمين على اليسار يحتاج في مراعاته الى صرف الذهن اليه فيخرج بذالك كمال الاقبال على مناجاة الله عز وجل الذي هي روح الصلوة وحقيقتها بخلاف ارخائهما الجنبيه ثم اختلفوا في محلّ وضع اليدين. فقال ابو حنيفة تحت السّرّة وقال مالك والشافعي تحت صدره فوق سرّته وعن احمد روايتان اشهرهما كمذهب ابي حنيفة و اختارها الخرقي ووجه الاول خفة كونها تحت السرّة على المصلّي بخلاف وضعها تحت

تخفیف ہو اگرچہ تخفیف میں تفاوت ہے قول اول یعنے باندھنے کی وجہ یہ ہے کہ عبد کی صورت اپنے معبود کے سامنے ایسی ہی ہونی چاہئے اور یہ صورت مخصوص ہو اکابر علما و اولیا کے لئے بخلاف عامہ مومنین کہ ان کیلئے بہتر یہی ہو کہ ہاتھ کھلے رکھیں جیسا کہ مالک کا مذہب ہے اور اسکی توضیح یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے بائیں پر رکھنے سے ذہن بٹا رہتا ہے اور توجہ اور اخلاص میں کمی آجاتی ہے۔ حالانکہ اصل روح نماز یہی توجہ الی اللہ ہے یعنے خشوع خضوع جو نماز کی جان ہو ہاتھ کھلے رکھنے ہی کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ پھر اس امر میں اختلاف ہے کہ ہاتھ کہاں رکھے جائیں ابو حنیفہ کا قول ہے کہ زیر ناف رکھے جائیں اور امام مالک اور شافعی کہتے ہیں کہ سینے کے نیچے ناف کے اوپر رکھے جائیں امام احمد سے دو روایتیں ہیں جو زیادہ مشہور ہے جو امام ابو حنیفہ کے موافق ہے اور اسکو خرقی نے اختیار کیا ہے زیر ناف ہاتھ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہاتھ رکھنے سے نمازی

الصدر فانه يحتاج الى
مراعاتهما لثقل اليدين
وتدليهما اذا طال الوقوف
فرجع الامر الى مرتبتي الميزان
فلذلك كان استحباب وضع
اليدين تحت الصدر خاصا
بالاكابر الذين يقدرون
على مراعاة الشيئين معا
في ان واحد دون الاصاغر
وسمعت سيدي عليا الخواص
يقول حجة قول من قال بعدم
استحباب وضع اليدين تحت
الصدر مع ورود ذلك
من فعل الشارع كون مراعاة
المصلي ودوامها تحت الصدر
يشغله غالبا من مراعاة
كمال الاقبال على مناجاة
الله فكان ارسالهما او جعلهما تحت
السترة مع كمال الاقبال على المناجاة و

بوجہ نہ پڑیگا بخلاف اسکے اگر سینے پر ہاتھ رکھے
جائیں گے تو نمازی کو ہر وقت انکے سنبھالنے
کا خیال رہیگا کیونکہ ہاتھ خود بھاری چیز ہے
اور فطرۃً نیچے لٹکنا چاہتا ہے جیسا کہ بیان کیا
ہے تو اب میزان کے دونو طرف رجوع کرنا
پڑا اسلیے سینے کے نیچے ہاتھ رکھنا اکابر علما
اولیا کیلیے مستحب ہے جو دونوں ہاتھوں کو سنبھالنے
اور توجہ کو قائم رکھنے کی قدرت رکھتے ہیں ادنی
درجے کے مسلمانوں کیلیے یہ حکم نہیں وہ ہر قدرت
نہیں رکھتے کہ دونو باتوں کا لحاظ رکھیں۔
میں نے سید علی الخواص سے سنا وہ فرماتے
تھے کہ جو اس کے قائل ہیں کہ سینے کے نیچے
ہاتھ نہ رکھنے چاہئیں حالانکہ یہ فعل شارع سے
ثابت ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ رکھنے
سے رجوع قلب حاصل نہیں ہوتا حالانکہ اصل نماز
رجوع و حضور قلب ہی ہے اسلیے ہاتھ کا کھول لینا
یا ناف کے نیچے رکھنا ہی بہتر ہوا اسی اور
ہیئت میں جو شخص توجہ الی اللہ اور ہاتھ کے
سنبھالنے سے عاجز ہو تو اس کیلیے ہاتھ کا

الحضور مع الله اولى من مراعاة هيئة
من الهيئات فمن عرف من نفسه
العجز عن مراعاة كون يديه تحت
صدره في الصلوة الا مع الغفلة
عن كمال الاقبال على الله عزّ و
جلّ فارسال يديه لجنبيه اولى
به وصرح الشافعي في الام فقال وان
ارسلهما ولم يعبث بهما فلا باس و
من عرف من نفسه القدرة على الجمع
بين الشيئين معا فان واحدا كان وضع
يديه تحت صدره اولى وبذلك يحصل
الجمع بين اقوال الائمة رضي الله عنهم۔

کھولنا ہی مناسب ہے اور بہتر
ہے۔ اور اسی کی شافعی نے کتاب الام
میں تصریح فرمائی ہے اور کہا ہے اگر
ہاتھ کھلے رکھے اور اُن سے بازی نہ
کرے تو ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے میں کوئی
ہرج نہیں اور جو اپنے اندر دونوں باتوں کی
قدرت پاتا ہے کہ ہاتھ بندھے
بھی رہیں اور توجہ بھی قائم رہے
تو اس کے لئے زیر صدر ہاتھ
باندھنے ہی بہتر ہیں اور اس سے
اقوال ائمہ میں صورت جمع پیدا ہو جاتی
ہے۔ انتہی۔

ان عبارات سے حسب ذیل مطالب و نتائج اخذ ہوتے ہیں:۔

اوّل۔ یہ کہ تمام علمائے اہل سنت کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا مستحب ہے فرض نہیں ہے۔ اور مستحب کے یہ معنے اصول فقہ میں مسلم ہیں کہ اس کے کرنے میں ثواب ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہیں اور یہ مکروہ کی ضد ہے پس انکے نزدیک اگر ہاتھ کھولکر ہی نماز پڑھی جائے تو علمائے اسلام کے نزدیک نماز صحیح ہے۔ ثواب کم ملیگا۔

دوم۔ امام مالک ہاتھ کھولنے کے قائل ہیں۔ اور ان کا یہ مذہب مشہور ہے اور اسی پر کل مالکیوں کا عمل ہے۔

سوم۔ امام اوزاعی تخییر کے قائل ہیں کہ دونو امر مساوی ہیں اور نمازی کو ختیار ہے خواہ ہاتھ کھولکر پڑھے یا باندھکر کوئی حرج نہیں۔

چہارم۔ امام شافعی بھی ہاتھ کھولکر نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں۔

پنجم۔ اس کی تصریح ہے کہ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنے کا طریقہ سخت ہے (اور شریعت محمدی شریعت سہلہ ہے) اور ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے طریقہ میں تخفیف زحمت و تکلیف ہے۔ اسلئے وہی مناسب و ممدوح ہے۔

ششم۔ ہاتھ باندھکر نماز پڑھنے میں اقبال قلب اور توجہ میں کمی ہوجاتی ہے اور حضور قلب و خشوع و خضوع باقی نہیں رہتا۔ اور ہاتھ کھولکر پڑھنے میں رجوع قلب حاصل ہوتا ہے۔

ہفتم۔ اسی وجہ مذکورہ پر ہاتھ باندھکر نماز پڑھنے کا مستحق حکم بڑے کامل اولیاء اور علماء کیلئے ہے جو توجہ کو قائم رکھ سکتے ہیں اور عام مسلمانوں کیلئے بہرحال میں ہاتھ کھولکر ہی نماز پڑھنا لازم ہے (عام مسلمانوں کو خواہ مخواہ ہاتھ باندھنے پر کیوں مجبور کیا جا رہا ہے۔)

ہشتم۔ اس طریقہ نماز ادا کرنے پر ان علماء کے پاس کوئی دلیل کتاب و سنت سے نہیں ہے۔ جو کہا یا کیا جاتا ہے۔ صرف اپنی قیاس آرائی ہے لیکن جہاں وجود سنت کا دعوے بھی ہے وہاں بھی عمل اپنی رائے پر ہے جیساکہ سید علی الخواص کے قول میں مذکور ہوا یعنی مسئلہ وضع الیدین تحت الصدر میں۔

نہم۔ ہاتھ باندھنے کی سنت کی علت یہ ظاہر کی گئی ہے کہ اسطرح عبد کا معبود کے سامنے کھڑا ہونا بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ عبد حقیقی رسول اللہ کے فعل یا قول سے

ماخوذ نہیں صرف اپنے کئے کی لاج میں حسن ظن سے یہ رائے خود ہی قائم کی ہے۔
معبود کو زیبا ہے کہ وہی فعل محبوب ہے جسکو اسکا محبوب پسند کرے اور حکم دے اور
ہر ایک آقا اور مالک کے دربار میں حضوری کے ضوابط و آداب جداگانہ ہیں اور نوع انسانی
خود بتلا رہی ہے دنیا میں بھی یہی مشاہدہ ہوتا ہے۔ شاہان یورپ کے دربار میں ہاتھ باندھکر
حاضر ہونا مذموم ہے۔ ترکی دربار میں بھی یہ طرح مروج نہیں ہندو درباروں میں ہاتھ
باندھکر ڈنڈوت ہوتی ہے۔ ایران کے مجوسی درباروں میں البتہ سینے پر ہاتھ باندھکر حضوری
ہوتی تھی اور شعراء و مداحین بھی اسی شان سے شاہان مجوس کی مدح سرائی کرتے تھے
اسی کی طرف شیخ سعدی کا اشارہ ہے ع

ستائش کناں دست بر بر نہند

اگر فطرت انسانی میں یہ ہوتا کہ عبد ہمیشہ معبود کے سامنے دست بستہ ہی پیش ہو تو تمام
نوع انسانی متفق ہوتی لیکن اختلاف بتلا رہا ہے کہ یہ طریقہ عقلی و فطری نہیں ہے۔ بلکہ
ہر ایک آقا اور ہر قوم اور ہر مذہب اسکا طریقہ جداگانہ رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت
میں یہ طریقہ ایرانی مجوسیوں ہی سے لیا گیا ہے۔ انہی کا یہ طریق تھا جب جنگ قادسیہ
ہوئی اور ایران کا ایک بڑا حصہ مفتوح ہوا ایرانی اسیر اول اول قید ہو کر حضرت عمر کے دربار
میں اسی صورت سے پیش ہوئے تو انکو انکی یہ ادا پسند آگئی اور فرمایا کہ کیا اچھا طریقہ ہے اگر
ہم بھی اپنے آقا کے دربار میں (وقت عبادت) اسیطرح کھڑے ہوا کریں۔ چنانچہ اس کے
متعلق احکام جاری ہو گئے اور اسی وقت سے اس عبادت خدا میں تنسیخ واقع ہوئی جیسا کہ
العسکری کی کتاب الاوائل میں اس کی تصریح ہے۔ اور اس کی اس سے بھی تائید ہوتی
ہے۔ جو ائمہ معصومین خصوصاً حضرت علی نے فرمایا ہے۔ کہ لَا تُكَفِّرُوا فِي الصَّلوٰةِ فَاِنَّهَا

طَرِيْقُ الْمَجُوْسِ"۔ نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھکر نہ کھڑے ہو کہ یہ مجوسیوں کا طریقہ ہے اور اسواسطے کہ یہ تشبیہ فعل کفار ہے اور حکم خدا و رسول کے خلاف ایسا کرنیسے نماز قطعاً باطل سمجھی جاتی ہے۔ اور یہی اہل بیت طاہرین کا مذہب ہے پس یہ صورت شان عبودیت کیلئے جو نکالی ہے خلاف شان عبودیت ہے۔ عبودیت تو فرمانبرداری میں ہے جو آقا حکم دے اسکی تعمیل میں چون و چرا نہ کی جائے۔ وہ عبد عبد مطیع ہے۔ یاد رکھئے کہ عبادت ہر ایک انسان کرتا ہے اور ہر ایک مذہب کرتا ہے اور ہر ایک شخص جو خدائی ہستی کو ماننے والا ہے ضرور اس کی پرستش کرتا ہے اور اسی کا نام چاہتا ہے لیکن اسلام ان سب کی عبادات کو باطل اور غلط اور نامقبول و نامنظور خدا جانتا ہے۔ کیوں؟ صرف اسلئے کہ وہ موافق حکم خدا نہیں ہے۔ حکم خدا رسول سے معلوم ہوتا ہے اور وہ رسول کے وجود کے منکر ہیں۔ اس طرح اگر مسلمان اپنی رائے سے عبادت خدا کریں اور نماز پڑھیں اور وہ حکم خدا و رسول سے ثابت نہ ہو تو اسی طرح غلط و باطل ہے جس طرح غیر مسلمین کی عبادت۔

دہم۔ ان عبارات میں اور اسطرح دیگر علمائے محققین کے کلام میں یہ تصریح ہے کہ امام مالک ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے تھے اور اوزاعی دونوں طرح جائز جانتے تھے اور شافعی ہاتھ کھولنے کو جائز سمجھتے تھے تو یہ دعوے کہ ائمہ مذاہب کا نماز میں ہاتھ باندھنے کے استحباب پر اجماع یا اتفاق ہے بالکل غلط دعوے بلا دلیل بلکہ کذب صریح ہے۔ بلکہ معاملہ برعکس ہے یعنے اگر اجماع یا اتفاق آرا حاصل ہے تو ہاتھ کھولنے کے جواز پر حاصل ہے کیونکہ تصریح ہے کہ مالکی کھولتے ہیں شافعی بھی مانتے ہیں اوزاعی کا قول تخییر بھی ہاتھ کھولنے کے جواز پر صاف دال ہے اور خود حنفی بھی عامہ مومنین کیلئے سوا علماء و اولیا ہاتھ کھولنے کو اولیٰ اور انسب فرماتے ہیں۔ اور تمام ائمہ اہل البیت اور علماء شرق سے غرب تک اور قرن اول سے آجتک

ہاتھ کھولنے کو نہ صرف جائز بلکہ واجب جانتے ہیں اور مالکیوں کی طرح اسپر عامل ہیں۔ تو اجماع و اتفاق اور کثرت رائے ہاتھ کھولنے پر واضح ہے جب کہ باندھنے کے وجوب کا دنیائے اسلام میں کوئی بھی قائل نہیں۔

در اصل صرف شیعوں کی ضد میں ہاتھ باندھنے پر بعض اہل سنت کو اصرار ہے۔ جس کی علمائے محققین اہل سنت نے مثلاً علامہ برجندی نے خود تصریح فرما دی ہے جسکی تفصیل آئندہ اور بھی آئیگی۔

یازدھم۔ اس تصریح کے بعد کہ امام مالک ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے تھے۔ ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ تحت الصدر ہاتھ باندھنے کے قائل تھے صریح تناقض ہے اور تناقض دلیل بطلان ہے۔

دوازدھم۔ ان ہاتھ باندھنے کے استحباب اور سنت کے قائلین میں حد درجہ اختلاف ہے۔ اور اس کی تفصیلی صورتوں سے بعض علماء اعلام کی تحقیق پر بعض دیگر نمازوں کو شامل کرکے مسلمانوں کی نماز کا یہ عبرت خیز و بصیرت افروز نقشہ تیار ہوتا ہے۔

نقشہ اختلافات نماز

پہلا اختلاف ہاتھ باندھنے اور کھولنے میں

فتوے	حوالہ کتاب	نام مفتی
ہر شخص ہاتھ باندھکر پڑھے	شرح کنز الدقائق جلد ۱ ص ۳۱	ابوحنیفہ احمد بن حنبل شافعی
علماء اور اولیاء باندھیں عوام کھولیں	میزان الکبرے جلد اول ص ۱۳۶	ابوحنیفہ، شافعی۔

فتوے	حوالہ کتاب	نام مفتی
ہر شخص[1] کھولکر پڑھے	میزان کبرے ص۱۳۸ شرح کنز الدقائق	امام مالک و شافعی میزان کبرے ص۱۳۸
داہنا[2] ہاتھ بایاں باندھے بایاں کھولے	شرح وقایہ برجندی کشوری ص۱۰۲	امام ابو یوسف حنفی فقیہ ابوجعفر
چاہے باندھے چاہے کھولے	میزان کبرے ص۱۳۸ و حاشیہ سنن ابو داؤد ص۷۶	اوزاعی۔ ابن منذر۔

دوسرا اختلاف کہاں باندھے

فتوے	حوالہ کتاب	نام مفتی
ناف کے نیچے باندھے	شرح کنز الدقائق جلد ۱ ص۳۱	ابو حنیفہ احمد بن حنبل میزان کبرے ص۱۳۸
سینہ پر باندھے	شرح کنز الدقائق جلد ۱ ص۳۱	شافعی احمد بن حنبل۔
سینے کے نیچے ناف کے اوپر	میزان کبرے ص۱۳۹	شافعی۔

تیسرا اختلاف کیونکر باندھے

فتوے	حوالہ کتاب	نام مفتی
داہنی ہتھیلی بائیں ہتھیلی پر	شرح وقایہ برجندی ص۱۰۳	بعض علماء
داہنی ہتھیلی بائیں کلائی سے اوپر	"	"
داہنی ہتھیلی خود بائیں کلائی پر	"	"

چوتھا اختلاف کب باندھے کب کھولے

فتوے	حوالہ کتاب	نام مفتی
جس قیام میں کوئی ذکر ہو اسمیں باندھے جسمیں ذکر نہو اسمیں کھولے رہے	شرح وقایہ برجندی جلد ص۱۰۳	ابو حنیفہ۔ ابو یوسف
قرأت کے وقت باندھے اور اسکے پہلے کھولے	شرح وقایہ برجندی جلد ۱ ص۱۰۳	امام محمد۔

فتوے	حوالہ کتاب	نام مفتی
تکبیرۃ الاحرام[۱] کے بعد فوراً باندھے	شرح وقایہ برجندی جلد ا ص۱۰۳	ابو حنیفہ۔ ابو یوسف
تکبیر[۲] کے بعد اور قرأت کے قبل کھولے رہے	”	امام محمد۔
رکوع[۳] اور سجدے کے درمیان باندھے رہے	”	صاحب کتاب متلفظ
رکوع[۴] اور سجدے کے درمیان کھولے رہے۔	”	ابو بکر بن سعید ابو جعفر ابو لیث

پانچواں اختلاف باندھنے اور نہ باندھنے میں قنوت وتر و تکبیر عیدین میں

فتوے	حوالہ کتاب	نام مفتی
قنوت[۱] وتر میں بعض باندھنے کو کہتے ہیں بعض کھولنے کو	شرح وقایہ برجندی جلد ا ص۱۰۳	جماعت حنفیہ
عیدین[۲] کی تکبیروں کے درمیان کھولے رہے	”	صاحب وقایہ وغیرہ
عیدین[۳] کی تکبیروں کے درمیان باندھے رہے	”	امام ابو علی النسفی وغیرہ

یہ انیس[۱۹] اختلافات ہیں جو صرف ہاتھ باندھنے نہ باندھنے یا باندھنے کی ہیئت و صورت کے متعلق ہیں یعنی ایک نماز جس کو پیغمبر اسلام نے تیئیس[۲۳] برس عملاً و قولاً سکھایا اور جس کے قائم کرنے کی وصیت آخری دم تک کرتا رہا۔ اسکو مسلمان انیس طریق سے ادا کرتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ صورت نماز اسلامی کیا تھی جو رسول نے سکھائی تھی اور اس رسالہ میں کے اختلاف کے ساتھ کم سے کم وہ اختلاف درشامل کئے جائیں جنکی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے تو عام مسلمانوں میں نماز تیس طریق سے ادا کی جاتی ہے۔ اور یہ اختلاف اہل سنت قطعاً بطلان عمل کی دلیل ہے اور یہ کہ ان حضرات نے در اصل مذہب کے ساتھ استہزا کر رکھا ہے اور اپنا کھلونا بنایا ہوا ہے۔ مذہب کیا ہے آراء فاسدہ اور قیاسات جاہلہ کی

فٹ بال ہے۔ جدھر چاہی پھینکدی اور پھر دعوے ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور سنت رسول پر چلنے والے اور کوئی نہیں یعنے وہ جو قول و فعل خدا و رسول و عقل و فطرت انسانی پر چلتے ہیں۔ بلکہ ان کو کسی طرح کا بھی اسلام سے تعلق نہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ حضرات دین محمدی کے قائل نہیں ہیں پیغمبر عربی کو حقیقۃً روحانی پیشوا اور فرستادۂ خدا نہیں مانتے۔ بلکہ ایک بادشاہ عرب جیسا کہ بیان ہوا اور یہ حقیقت ناقابل انکار ہے اور اس کے خلاف ثبوت محال۔ فَاْتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے استحباب پر علماء اہل سنت کی دلیلیں اور انکے جوابات از اہل تشیع

ہمارے مقدمہ اور نیز بیان اختلاف نماز سے بخوبی واضح ہو گیا ہے کہ کل اہل سنت کا مذہب قیاس و اجماع ہے اور انکا اصل مرکز و مرجع و مدرک بن قول و فعل شیخین بلکہ اصلاً سنت حضرت عمر ہے لیکن چونکہ جانتے ہیں کہ مسلمان کہلا کر ہم اپنے عمل کی حقانیت کا ثبوت محض سنت عمری سے غیر کے سامنے پیش نہیں کر سکتے کہ خصم اسکو قبول نہ کریگا کہ یہ خلاف اصول عقل و نقل ہے۔ اور خلاف اصول بحث و نظر ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس عمل کی صحت پر کچھ دلیلیں بھی تراشیں چنانچہ وہ اس مطلب کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

پہلی دلیل مسلمانوں کا عمل ہے اور اس کا بیان یہ ہے کہ تین جماعتوں کے علماء اور عوام الناس سب ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے ہیں یعنی حنفی۔ شافعی حنبلی اور مسلمانوں کا عمل بغیر کسی دلیل کے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ عمل صحیح ہے اور امام مالک

نے بھی موطا میں ہاتھ باندھکر پڑھنے کو روایت کیا ہے۔ انتہیٰ

الجواب اول۔ تو یہاں عین دعوے کو دلیل قرار دیا گیا ہے کیونکہ اصل ما بہ النزاع یہی ہے کہ آیا مسلمانوں کا یہ عمل صحیح ہے یا غلط ہے اور صحیح ہے تو اس پر دلیل کیا ہے۔ مسلمانوں کے اس فعل پر دلیل مانگی گئی ہے اور اسی فعل کو مجیب مدعی نے دلیل بنایا ہے۔ یہ دلیل نہیں۔ اقرار عجز و قصور ہے۔ اور خود اپنی ذات پر غیر معمولی حسن ظن کہ ہم مسلمان ہو کر جو کچھ کر رہے ہیں۔ وہ خواہ مخواہ ٹھیک ہی کر رہے ہیں۔

پھر اس کے جوابات ہمارے علماء نے حسب ذیل دئے ہیں۔

پہلا جواب مسلمانوں کے اس عمل کی کوئی دلیل کتاب و سنت سے نہیں ہے جیسا کہ ثابت کیا گیا ہے اور جو روایتیں اس کی تائید کیلئے بنائی گئی ہیں۔ وہ سب نا قابل عمل ہیں۔ جن کا آگے ذکر آئے گا اور انکا رد بھی۔

دوسرا جواب۔ یہ ہے کہ کل قائلین کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا حکم یا فتوے مستحبی ہے فرض نہیں ہے اور گفتگو فرض یا واجب ہونے میں ہے۔

تیسرا جواب۔ یہ ہے کہ یہ حکم بھی صرف علماء اور اولیاء کیلئے ہے۔ نہ عوام و اصاغر الناس کیلئے۔ بلکہ ان کیلئے کھولنا ہی اولیٰ لکھا ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ اس دعوے کے مدعیوں اور گواہوں کا اختلاف ان کی بے اعتباری کا بین ثبوت ہے۔ لہذا یہ دعوے سراسر کمزور اور بے اعتبار ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

پانچواں جواب یہ ہے کہ عمل وہ معتبر ہے جس کی بنا دین و مذہب کے حکم پر ہوا اور سبب اسکا حکم خدا و رسول ہو نہ وہ عمل جس کا دارومدار ضد۔ زبردستی غصہ تعصب

مخالفت پر ہو۔ اور علامہ برجندی کا کلام نقل کیا گیا کہ شیعوں کی مخالفت میں یہ عمل سختی سے اختیار کیا گیا ہے۔ شروع بحث میں مخالفتوں کا بیان ملاحظہ ہو۔ یہی امام مالک کی تحریر آنکھ کھولکر دیکھنے والوں کو معلوم ہو جائیگا کہ اولاً امام مالک نے اپنا فتوے نہیں لکھا ہے۔ بلکہ روایت لکھی ہے اور علامہ معین لکھتے ہیں کہ اہل علم جانتے ہیں کہ امام مالک موطا میں ایسی روایتیں بھی ذکر کرتے ہیں جو ان کے مذہب کے مخالف ہیں جیسے قنوت صبح کے متعلق عبد اللہ ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ جائز نہیں ہے حالانکہ سب جانتے ہیں کہ امام مالک کا مذہب قنوت نماز صبح کے جائز ہونیکے متعلق ثابت ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ امام مالک نے اس روایت میں نماز نافلہ میں ہاتھ باندھنا مراد لیا ہے۔ وہ بھی اس وقت جب ہاتھ لٹکائے ہوئے تھک جائے جیسا کہ زرقانی نے شرح موطا میں لکھا ہے واجب نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ جانتے ہیں تیسرا جواب یہ ہے کہ قاسم نے امام مالک سے ارسال یدین کی ہی روایت نقل کی ہے۔ چوتھا جواب یہ ہے کہ علامہ محدث عبد القادر قرشی حنفی لکھتے ہیں کہ جب راوی کا عمل اس کی روایت کے مخالف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے نہ روایت (جواہر مضیہ جلد ۲ ص۴۲۷ چھاپہ دکن) اور امام مالک کا عمل اس روایت کے مخالف تھا۔ اس لئے معتبر انکا عمل ہے جیسا کہ بیان حدیث میں آئیگا۔ محشی سنن ابوداؤد لکھتے ہیں کہ امام ابن منذر[۱] نے اپنی بعض تصانیف میں لکھا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق حضرت سرور عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ سے کوئی حدیث منقول نہیں ہوئی۔ (حاشیہ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ ص۶۷ چھاپہ اصح المطابع لکھنؤ) اور یہی اصل حقیقت ہے کہ رسول اللہ سے کوئی حدیث صحیح اس باب میں مروی نہیں ہے۔

[۱] امام ابن منذر کی جلالت قدر کیلئے اسیقدر کافی ہے کہ یہ امام بخاری کے استاد حدیث اور صحیح بخاری کے راوی ہیں کتاب الجمع بین صحیحین حمیدی

دوسری دلیل روایتیں ہیں ان حدیثوں کو ملاحظہ کریں سے پہلے یہ امر واضح کہ روایات ذیل کے بعض راوی ایسے بھی ہیں جن کی کتب رجال ہیں جرح و تعدیل دو نو نقل کی گئی ہیں لیکن علماء حدیث جرح کو تعدیل پر ترجیح دیتے ہیں۔ کیونکہ تعدیل کا دارو مدار خلاف شریعت فعل نہ دیکھنے پر ہے اور نہ دیکھنے کو یہ لازم نہیں ہے کہ نہ کرتے ہوں۔ اور جرح بغیر دیکھے نہیں کیجاتی۔ اسیواسطے امام علامہ فخر الاسلام بزدوی کی شرح اصول میں یہ عبارت بصراحت مذکور ہے مسئلہ اذا تعارض الجرح والتعدیل بان اخبر مزکی انہ عدل واخر انہ مجروح یرجح الجارح۔ یعنے جب جرح تعدیل متعارض ہوں اس عنوان سے کہ ایک صفائی کے بیان کرنے والے نے بیان کیا کہ وہ راوی عادل ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مجروح ہے تو ایسی صورت میں جرح کرنے والے کو ترجیح دیجایئگی (شرح اصول فخر الاسلام بزدوی جلد ۳ ص۸۱ دربیان معارضہ چھاپہ مصر)

ہاتھ باندھکر پڑھنے کی روایتیں اور جرح علماء

کہتے ہیں کہ قتیبہ نے ابو الاحوص سے اس نے سماک بن حرب سے اس نے قبیصہ بن ہلب سے اُس نے اپنے باپ ہلب سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ہم لوگوں کی امامت کرتے تھے پس بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے (ترمذی ماجاء فی الیمین ص۱۳ سطر ۶ اصح المطابع) اس کے راوی سماک بن حرب کو سفیان ثوری اور بزہ نے غیر معتبر کہا ہے اور جریر ضبی ان سے حدیث نہیں لیتے تھے اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ مضطرب الحدیث تھے۔ اور

امام نسائی تنہا انکی اس حدیث کو جس کی موید کسی دوسرے کی حدیث نہ ہو غیر معتبر جانتے تھے (میزان الاعتدال بیان سماک بن حرب)

نمبر۲۔ محمد بن قدامہ نے ابوبدر سے اس نے ابوطالوت سے اس نے ابن جریر ضبی سے اس نے اپنے باپ جریر سے روایت کی ہے کہ میں نے علی کو دیکھا کہ وہ اپنے بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ سے پکڑا کرتے تھے (سنن ابوداؤد باب وضع الیمین ص۷۶ سطر۱۳ چھاپہ اصح المطابع) اس کے راوی ابوبدر شجاع بن ولید کو ابوحاتم نے لین الحدیث کہا ہے یعنی انکی حدیثیں ضعیف ہوتی تھیں۔ اور کہا ہے کہ یہ آدمی اچھے نہ تھے۔ ان پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ (میزان الاعتدال بیان شجاع بن ولید)

نمبر۳۔ نصر بن علی نے ابواحمد سے اس نے علا بن صالح سے اس نے زرعہ بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ ہم نے عبداللہ بن زبیر کو کہتے سنا کہ قدموں کو برابر رکھنا اور ہاتھ کو ہاتھ پر رکھنا سنت ہے (سنن ابوداؤد باب وضع الیمنی ص۷۶) اس کا راوی نصر بن علی متہم ہے اور ابواحمد مجہول ہے اور ناپسندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا۔ اور علا بن صالح ناپسندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا اور زرعہ سے لوگ حدیثیں نہیں لیتے تھے اور اس کی حدیثیں باطل ہوتی تھیں (میزان الاعتدال) علاوہ اس کے یہ روایت حضرت سرور عالم صلواۃ اللہ علیہ وآلہ کی نہیں ہے۔ بلکہ ابن زبیر کی رائے ہے اور اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ابن زبیر ہاتھ کھول کر پڑھتے تھے۔ اس لئے یا تو یہ نسبت ابن زبیر کی طرف غلط ہے یا روایت چھوڑ دینے کے لائق ہے۔ کیونکہ سند صحیح اوپر

اس مضمون کی روایت گذر چکی ہے کہ ابن زبیر ہاتھ کھول کر پڑھا کرتے تھے۔ اور علامہ عبدالقادر کی تحریر اوپر ذکر کی گئی۔ کہ جب راوی کا عمل اس کی روایت کے مخالف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے۔ نہ کہ روایت (دیکھو جواہر مضیہ جلد ۲ ص ۴۲۷ چھاپہ دکن۔

نمبر ۴۔ محمد بن بکار بن ریان نے ہشیم بن بشیر سے اس نے حجاج بن ابی زینب سے اس نے ابوعثمان ہندی سے روایت کیا ہے کہ کہا اس نے ابن مسعود بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر رکھکر نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت سرور عالم نے انکا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھدیا (سنن ابوداؤد بحوالہ بالا) اس کا راوی محمد بن بکار مجہول ہے اور ہشیم بہت تدلیس کیا کرتے تھے سفیان ثوری نے کہا کہ انسے حدیثیں نہ لیجائیں یہ لوگوں کی طرف غلط نسبت دیکر حدیثیں بیان کیا کرتے تھے اور حجاج کو امام احمد بن حنبل اور ابن مدینی اور امام نسائی اور دارقطنی نے غیر معتبر کہا ہے (میزان)

نمبر ۵۔ محمد بن محبوب نے حفص بن غیاث سے اس نے عبدالرحمن بن اسحاق سے اس نے زیاد بن زید سے اس نے ابوجحیفہ سے روایت کیا ہے کہ علی نے فرمایا کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھنا سنت ہے (سنن ابوداؤد بحوالہ بالا) اس کا راوی محمد محبوب قدری مذہب تھا۔ اور حفص حدیثوں میں غلطی بہت کیا کرتے تھے اور عبدالرحمان بن اسحاق کو سب نے غیر معتبر کہا ہے اور امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہ تھے۔ انکی حدیثیں بیہودہ ہوتی تھیں لوگ انسے حدیث نہیں لیتے تھے۔ ان کے غیر معتبر ہونے پر سب نے اتفاق کیا ہے (میزان و حاشیہ سنن ابن ماجہ ص ۵۹)۔

نمبر ۶۔ مسدد نے عبدالواحد بن زیاد سے اس نے عبدالرحمن بن اسحاق سے

اس نے سیار ابوالحکم سے اس نے ابو وائل سے روایت کی ہے کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ ہاتھ کو ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا چاہیئے۔ (سنن ابو داؤد بحوالہ بالا) اس کا راوی مسدد حدیثوں میں بے پروائی کیا کرتا تھا۔ اور عبدالواحد لعیس کیا کرتا تھا یحییٰ کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے یعنے بے وقعت ہے اور عبدالرحمٰن بن اسحاق کی بے اعتباری کا بیان اوپر گذر چکا ہے (میزان الاعتدال) علاوہ اس کے یہ حدیث حضرت سرور عالم کی نہیں ہے بلکہ ابو ہریرہ کی روایت ہے۔ جو حجت نہیں۔

نمبر ۷۔ ابو توبہ نے ہشیم (ابن حمید) سے اس نے (محمد) ابن حمید سے اس نے ثور سے اس نے سلیمان بن موسیٰ سے اس نے طاؤس سے روایت کی ہے کہ حضرت سرور عالم داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھکر سینہ پر رکھتے تھے (سنن ابو داؤد بحوالہ بالا) اس کے راوی ہشیم کو خود ابو داؤد نے قدری مذہب کہا ہے اور ابو مسہر غسانی نے قدری اور غیر معتبر کہا ہے اور محمد بن حمید کو امام ابن حجر مکی نے تقریب میں غیر معتبر لکھا ہے اور امام ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ غیر معتبر اور نہایت درجہ جھوٹے تھے اور حدیثوں میں تصرف کیا کرتے تھے اور حدیثیں چرایا کرتے تھے۔ ان سے بڑھکر جھوٹا کسیکو نہیں پایا۔ (میزان حال محمد بن حمید)

نمبر ۸۔ حضرت سرور عالم نے ارشاد فرمایا کہ داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے (شرح ہدایہ باب صفۃ الصلوٰۃ صفحہ ۹۶ جلد ا چھاپہ یوسفیہ) اس حدیث کو صاحب ہدایہ نے بغیر سند کے لکھا ہے لیکن مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ امام نووی نے کہا کہ اس کی بے اعتباری پر کل علما نے اتفاق کیا ہے۔ علاوہ اس کے یہ حدیث ۳ کے مخالف ہے۔ کیونکہ اس میں

سینہ پر ہاتھ رکھنے کا ذکر ہے۔ اور اس میں ناف کے نیچے۔

نمبر ۹۔ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی نے امام مالک سے انہوں نے ابو حازم سے انہوں نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا۔ کہ نمازی نماز میں داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا کریں۔ ابو حازم کہتے ہیں کہ جہاں تک ہم جانتے ہیں اس میں حضرت سہل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب وضع الیمنی علی الیسریٰ جلد ا صفحہ ۹۵ مصری) یہ روایت ایک تو اس وجہ سے بے اعتبار ہے کہ امام مالک جو اس کے راوی ہیں خود اس کے خلاف عمل کرتے تھے۔ امام علامہ محدث عبدالقادر قرشی حنفی لکھتے ہیں کہ جب راوی کا عمل اس روایت کے خلاف ہو تو عمل ہی معتبر سمجھا جاتا ہے نہ روایت (جواہر مضیہ جلد ۲ صفحہ ۴۲۲ چھاپہ دکن) اور بظاہر وجہ اسکی یہ تھی کہ یہ روایت حضرت سرور عالم کی نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے کا فتویٰ سہل بن سعد نے بیان کیا ہے اور یہ امر اسکی بے اعتباری کی دوسری وجہ ہے۔ رہی ابو حازم کی حدس و تخمین کہ سہل نے غالباً حضرت سرور عالم کی طرف نسبت دی ہے یہ حدس حجت نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو حدیث کو حسی ہونا چاہیئے نہ حدسی۔ دوسرے اس روایت سے حضرت کی طرف اشارہ ہونا بصراحت معلوم نہیں تھا اور نہ اس پر کوئی قرینہ موجود ہے۔ یہی وہ روایتیں ہیں جن پر ہاتھ باندھنے کا دارومدار ہے پس معلوم ہوا کہ ہاتھ باندھنے کا سبب نہ تو کوئی آیت ہے نہ روایتِ حضرت سرور عالم بلکہ اصل سبب اس کا مخالفت شیعہ ہے جس کو علامہ برجندی نے شرح وقایہ میں لکھدیا ہے۔ جو مذکور ہوا۔ اور اس کیلئے یہ جھوٹی حدیثیں بنائی گئی ہیں۔ قال ابن منذر فی بعض تصانیفہ لم یثبت عن النبی فی ذالک شیئ فھو مخیر (حاشیہ سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۱۰) یعنی ابن منذر نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے

کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق حضرت رسول سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی
اسی لئے نمازی کو اختیار ہے چاہے باندھے چاہے کھولے۔ ہماری غرض اس
کلام کو نقل کرنے سے یہ ہے کہ حضرت رسول سے اس بارے میں کوئی حدیث ثابت
نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب حدیثیں بنائی ہوئی ہیں۔ انتہیٰ۔

تکملہ۔ ان کے علاوہ بعض متاخرین نے باوجود اس اقرار اور ثبوت کے
کہ کتاب یا سنت میں کوئی دلیل ہاتھ باندھنے کے ثبوت میں نہیں ہے۔ اور روایات
تصنیف کی ہیں اور بعض آیات بلکہ سورے سے اس کے اثبات یا اس کے استحسان کا دعوے
کیا جنکی طرف قدما نے حیا کرتے ہوئے توجہ نہ کی تھی مثلاً بعض ملا مکتوبہ نہیں مسموعہ
یہ روایت سناتے ہیں کہ در اصل پہلے تمام لوگ ہاتھ باندھکر ہی نماز پڑھتے تھے اور
اس صورت میں بعض اصحاب آستینوں میں اپنے بت لیکر ان پر سجدہ کرتے تھے رسول
اللہ نے دیکھکر انکے ہاتھ کھلوا دئے۔ تو وہ بت انکی آستینوں سے گر پڑے اور وہ
رسوا ہوگئے۔ اسکی رکاکت وہملیت خود واضح ہے۔ اور کوئی معقول آدمی خواہ سنی
ہی کیوں نہ ہو اسکو قبول نہ کریگا کیونکہ یہ صحیح مانی جائے تو سنیت کا گھروندا خود بخود سے
بیٹھ جاتا ہے۔ اور سارے یا اکثر اصحاب منافقین مشرک بت پرست ثابت ہوتے
ہیں اور صحابیت یا اس کی عدالت گئی تو سنیت رخصت ہوئی۔

شادم کہ از رقیبان دامن کشاں گذشتی
گو مشتِ خاکِ ماہم برباد رفتہ باشد

لیکن اسکو ہم تسلیم نہیں کرسکتے اول تو ہم اصحاب کرام کی نسبت ہرگز ایسا عقیدہ
نہیں رکھتے بعض اصحاب کی غلطیوں اور خطاؤں کے قائل ہیں لیکن یہ ہیں انسے بھی

یقین نہیں کہ وہ ایسی غلطی کریں بعض منافقین جو تھے وہ اپنے گھر میں تنہائی میں ایسا کر سکتے ہوں مگر مسجد رسول میں رسول کے پیچھے نماز میں ایسی غلطی کبھی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ خطاکار تھے احمق نہ تھے۔ اور یہ امر مقصد منافقین کے بالکل منافی ہے اسلئے یہ بالکل لغو اور مہمل اور کسی جاہل ملا کی گھڑی ہوئی ہے۔ علاوہ ازیں بفرض محال اگر یہ صحیح ہے تو پھر ہاتھ کھلے ثابت رہے کیونکہ رسول نے اس روایت میں دوبارہ باندھنے کا حکم نہیں دیا۔ اور جب ہاتھ باندھنے کا یہ عیب رسول پر واضح ہو چکا۔ تو وہی غلطی کیسے کر سکتا ہے۔ اگر کریگا تو پھر یہی صورت منافقین سے ممکن ہے معاذ اللہ ایسا کہنے میں رسول کی تحمیق و تسفیہ ہے۔ فلاتکن من الجاہلین۔

دوسرے بعض عارفین نے کتاب اللہ پر بھی دست درازی کی ہے۔ اس کو عقلی دلیل و حجت تو نہیں کہہ سکتے ورنہ عقل ماتم کریگی۔ ہاں انکو شطحیات صوفیہ عارفین میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ شیخ اکبر محی الدین عربی ہاتھ باندھنے کی لطیف علت بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔ خدا کے سامنے تذلل و مسکنت سے کھڑا ہونا آداب وقوف میں ہے اور خداوند جلیل کے آگے ہاتھ باندھنا شغل عبد ذلیل ہے اور اس کے مطابق سنت بھی وارد ہے (غلط سنت نہیں۔ عادت سرقہ) اور میرے نزدیک یہ بہتر ہے اور اس کی توضیح یہ ہے کہ خدا نے نماز کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ اپنے لئے اور ایک بندے کیلئے اور ایک مشترک سورۃ فاتحہ کا ابتدائی جزو خدا سے مخصوص ہے اور آخری حصہ بندے سے اور ایاک نعبد وایاک نستعین عبد و معبود میں مشترک۔ لہذا بندے کے خدا کے سامنے دونو ہاتھ جمع کرکے کھڑے ہوئے سے صفت عبودیت کامل ہوتی ہے۔ الخ[1]

[1] کبریت الاحمر فی علوم الشیخ الاکبر برحاشیہ الیواقیت والجواہر کتاب ہر مکمل قلمی نسخہ جناب خلیفہ موصوف کے کتبخانہ پٹیالہ میں ہے

سُبحان اللہ۔ کیا استدلال ہے۔ مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ۔ کیا تک ملائی ہے۔ ایاک نعبد ایک ہاتھ اور وایاک نستعین دوسرا۔ دونو بندھ گئے۔ قربان ہو لاد پہ پیارے کی روح اس احتجاج و استدلال روحانی پر شطحیات ہمہ بھی مات ہو گئیں۔ اسکی بنیاد ہی باطل ہے۔ یہ کہاں ثابت ہے کہ بندے کا خدا کے سامنے دست بستہ کھڑا ہونا ہی کمال عبودیت ہے۔ اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے۔ یہ تو جب ثابت ہو جب معبود خود ایسا فرمائے اور اس کا ثبوت محال ثابت ہو چکا۔ اگر یہی صورت عبودیت فی اقصی محبوب و مطلوب معبود ہوتی تو مرتے وقت مرنے مسلمان کے ہاتھ باندھنے کا حکم ہوتا۔ کہ یہ بندے کی بارگاہ الٰہی میں خاص پیشی کا وقت ہے۔ نیز روز قیامت جب ساری کائنات کی پیشی ہو گی تو وہاں موقف میں مومنین مطیعین کے دست بستہ کھڑے ہونیکا حکم دیتا مگر وہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہاں مومنین کھلے ہاتھ پیش ہونگے اور مجرمین ہاتھ بندھے اور گردنیں بھی بندھی ہوئی۔ یہ ہاتھ باندھنے کی سنت پسندیدہ معبود نہیں ہے بلکہ مبغوض و ناممدوح ہے۔ غلت ایدیھم۔ پھر اس پر بنائے استدلال قیاس باطل ہے۔ اور قیاسی مذہب کی یہی شان ہے۔ "لکن الدین لایصاب بالقیاس" قیاسات سے دین حاصل نہیں ہوتا۔

سوم "فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" میں وانحر سے ہاتھ باندھنے پر بھی جاہل علماء استدلال کرتے ہیں لیکن اس کے لغوی معنی میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے اس پر استدلال صحیح ہو سکے یا اسکی طرف ذہن عالم منتقل ہو سکے۔ اگر وانحر کے معنے ہاتھ باندھنا ہے اور یہی اس کا منطوق یا مفہوم ہے۔ تو یہ نص صریح قرآنی ہے۔

لہذا اس مسئلہ میں صحابہ کرام میں اختلاف نہ ہونا چاہیے تھا اور اسیطرح تابعین

اور تبع تابعین میں لیکن اختلاف موجود ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ آیت کے یہ معنے نہیں ہیں۔ یا یہ کہئے کہ صحابہ سب معمولی آیات قرآنی کے سمجھنے سے قاصر تھے اور اس کو بھی کوئی تسلیم نہ کریگا۔

دوسرے ثابت یہ ہوا ہے کہ رسول اللہ نے ہاتھ کھولکر نماز پڑھی۔ تو رسول اللہ نے صریح حکم خدا کے خلاف کیسے کیا؟

تیسرے اگر آیت کے یہ معنی ہوتے تو صحابہ و تابعین و علماء اسپر اتفاق نہ کرتے کہ قرآن سے ہاتھ باندھنے کا کوئی حکم ثابت نہیں اور نص قرآنی اس مسئلہ میں مفقود ہے۔

چوتھے اگر ایسا ہوتا تو ابن منذر جیسے بزرگ یہ نہ کہتے کہ کوئی حدیث اس باب میں نہیں کیونکہ نص قرآنی کے ہوتے ہوئے حدیث رسول کا نہ ہونا بے معنی ہے۔ کیا اس نے تبلیغ نہ فرمائی تھی۔

پانچویں۔ یہ نص ہوتی تو ہاتھ باندھنا مثل اقامۃ نماز واجب ہوتا۔ حالانکہ علماء اہل سنت میں کوئی قائل نہیں ہے کہ ہاتھ باندھنا واجب ہے۔

چھٹے۔ اگر اس آیت سے یہ معنے دست بستن ثابت ہوتے۔ تو پھر ہاتھ گردن پر باندھے جاتے کیونکہ قطعی طور پر نحر بالائے حصہ صدر متصل حلق ہے یعنی جائے گلوبند۔ یعنے جانور کے ذبح کا مقام نحر ہے۔ اور اسی واسطے نحر کرنے کے معنے ذبح کرنے اور قربانی کے ہیں۔ اس لئے یہ بھی غلط ہے کہ بعض لغات میں اس کے یہ معنے پائے جاتے ہیں۔ کیونکہ لغوی معنے تو وہ ہیں جو قبل ظہور اصطلاحات شرعیہ قرآنیہ قوم عرب میں یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوتا ہو اور یہ ہرگز نہیں ہوا۔ عرب ہرگز نحر کو نماز

میں ہاتھ باندھنے یا ہاتھ سینے پر رکھنے کے معنے میں استعمال نہیں کرتے تھے۔
اور نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ ان کے یہاں قبل اسلام یہ صورت نماز ہی نہ تھی پھر
اس معنی میں یہ لفظ کیسے استعمال ہو سکتا تھا۔ وہ کیونکر نماز کے مسئلے یا نماز کی ہیئت
بیان کرتے۔ لہذا بعد ظہور اسلام جن مفسرین یا اہل لغت نے اس لفظ کو اس معنی میں
استعمال کر لیا تو وہ انکی عادت مذہبی اور عقیدہ کی بنا پر ہوا۔ جب ہاتھ کھولکر نماز
شروع ہو گئی تو جس طرح اس کے جواز کیلئے روایتیں بنالیں اسی طرح یہ معنی بھی بنالیے
ہرگز ہرگز اس کے یہ لغوی معنی نہیں۔ عرب نے کبھی اس کو اس معنی میں استعمال نہیں
کیا۔ اس لئے یہ استدلال غلط محض ہے۔

ساتویں۔ یہ قطعاً مسلم ہے کہ اہل بیت نبوت نے ہمیشہ ہاتھ کھولکر نماز پڑھی ہے
اور تعلیم دی ہے۔ اور وہ بہترین ماہر کلام عرب اور معالم کتاب اللہ تھے جس سے کسی کو انکار
نہیں ہو سکتا کیسے ممکن ہے کہ علی اور اولاد علی قرآن کے معنے نہ سمجھے یا عمداً حکم قرآن
کے خلاف کرے۔ حالانکہ انکی عصمت بھی ثابت ہے۔ بلاشبہ اس آیت سے یہ جاہلانہ
استدلال ہے اور اسلئے علماء سلف نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ انکو شرم مانع تھی
کہ ایسی مہمل بات کہیں۔ آجکل یہ جوہر چونکہ مفقود ہو رہا ہے۔ ایسی باتیں کہی جاتی ہیں
ورنہ صاف ظاہر ہے کہ وانحر کے معنے قربانی کرنا ہے اور آیت کے دونوں معنوں
کی تعمیل عید اضحیٰ کے دن ہو جاتی ہے۔ نماز پڑھی جاتی ہے اور قربانی دیجاتی ہے۔
اور یوم عید الضحیٰ یوم النحر کہلاتا ہے اور عید النحر بھی کہتے ہیں۔

پر لطف بات یہاں پر یہ ہے کہ اس آیت کی تفسیر حضرت علی کی طرف بعض
جہال منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اس کے معنے ہیں وضع الیمین علی الشمال

فی الصلوٰۃ لیکن جب یہ ثابت ہوگیا کہ لغت میں اس کے یہ معنے ہی نہیں ہو سکتے اور اس پر سات دلیلیں ہم نے بیان کیں تو یہ بات خود بخود باطل ہوگئی حضرت پر یہ تہمت ہے۔ وہ ایسی لغو بات معاذ اللہ کیسے کہہ سکتے تھے۔ اور اسی طرح یہ کہ علی نے فرمایا ہے کہ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ۔ ناف کے نیچے ہتھیلیوں پہ ہتھیلیاں رکھنا۔ وھذا بھتان عظیم۔ علماء اسلام نے خود اسکی تردید فرمائی ہے اور اس کے رواۃ کی تنقید و تخریج کی ہے کہ اس روایت میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ہے اور وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔ متروک الحدیث ہے۔ لاشے ہے منکر الحدیث ہے۔ (بیہقی۔ شعبی۔ ابوداؤد۔ نووی۔ ابن حجر) اس روایت میں زیاد بن زید ہے۔ جس کو بخاری نے بالکل غیر معروف لکھا ہے اور تقریب التہذیب میں مجہول کہا گیا ہے۔

ایسے مجہول کی بات کو جاہل ہی مان سکتا ہے۔ علماء میں سے کسی نے اسکو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ صحیح روایات و احادیث سے یہی ثابت کیا ہے کہ علی کا مذہب ارسال الیدین و رفع الیدین تھا۔ اور یہی ابتک ان کی اولاد کا ہے اور یہی انکے پیروؤں کا اور یہ روایات قبض یدین جھوٹی۔ ان ھذا الا اختلاق۔

نماز میں ہاتھ کھلے رکھنے کی دلیلیں اور علماء شیعہ کی تحقیقات

جب یہ بخوبی ثابت ہوگیا کہ ہاتھ باندھنے کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ نہ فطرت

انسانی ہیں نہ عقل انسانی ہیں۔ نہ کتاب ہیں نہ سنت ہیں نہ قیاس سے نہ اجماع سے
بلکہ بعض مسلمانوں کی عادت ہے اور وہ بھی شیعوں کی ضد میں اور وہ بھی بعض اکابر کیلئے
سنت فرض کیا گیا ہے نہ عامہ مومنین کیلئے۔ ان کیلئے سب کے نزدیک ہاتھ
کھولنا ہی فرض ہے۔ تو پھر خود بخود ثابت ہو گیا کہ نماز میں ہاتھ کھولنا ہی اصل
حکم اسلامی ہے۔ کیونکہ انہی دو شقوں میں دائر ہے اور اصل اختلاف یہی ہے کہ ہاتھ
کھولنا واجب ہے یا باندھنا واجب ہے۔ جب ایک شق باطل ہو گئی تو از روئے قانون
منطق دوسری شق ثابت ہو گئی کہ رفع نقیضین محال ہے اور قول ثالث مفقود اور ہم منفذ
ہی میں ثابت کر آئے ہیں کہ یہ صورت صلوٰۃ بگاڑی ہوئی اور مسخ کردہ اور مسترقہ ہے تو
اسی سے خود ثابت ہو گیا کہ اصل صورت نماز اسلامی شق ثانی ہی ہے یعنی ہاتھ کھولنا
وھو المطلوب۔ لیکن اس خیال سے کہ مبادا یہ صورت استدلال عقلی عجز استدلال
پر محمول کیجائے اور عوام کو اس سے دھوکہ دیا جا سکے۔ ہم اس شق پر براہین انی و
لمی و استدلالات علماء شیعہ بیان کرتے ہیں۔ وھی ھذہٖ۔

پہلی دلیل۔ فطرت کا اقتضاء ہے حکیم علی الاطلاق نے اشرف المخلوقات یعنی
انسان کے ہاتھ کو لٹکا ہوا پیدا کیا اور بغیر کسی خاص صورت کے لٹکا رہنا قانون فطرت کے مطابق
ہے۔ اس کیلئے قانون فطرت خود دلیل ہے کسی دوسری دلیل کا محتاج نہیں ہے۔ دونو
پاؤں پر چلنے والے سے دلیل طلب کرنا مضحکہ خیز ہے۔ اور ایک پاؤں پر چلنے والے
سے سبب پوچھنا مقتضائے عقل اور ثبوت ہمدردی ہے۔ اور مذہبی اعمال بجالانے
کے وقت خلاف اقتضائے فطرت ہاتھوں کو اٹھانے یا باندھنے کیلئے شرعی دلیل
کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی ثبوت نہ ہو تو عقلاً قبیح اور مخالف فطرت اور شرعاً بدعت

سمجھا جاتا ہے۔ اگر اذان یا تکبیر کہنے کے وقت ہاتھوں کے اٹھانے پر دلیل ہوتی
تو ہم اس میں بھی نہ اٹھاتے۔ رکوع کے حد تک جھک کر کھڑے ہونے میں چونکہ
کمر پر بوجھ پڑتا ہے۔ اور باختلاف حالات کسی کو کم کسی کو زیادہ تکلیف ہوتی ہے اور
کسی کو مطلق تکلیف نہیں ہوتی۔ اس لئے تکلیف اٹھانے والے آسانی اور
رفع تکلیف کیلئے فطرۃً گھٹنوں پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں۔ تو شریعت نے بھی اسکی
اجازت دیدی۔ بلکہ اس واسطے کہ آرام پاکر خضوع وخشوع اور اسکی طرف پوری توجہ
اور حضور قلب حاصل ہو رکھنا مستحب قرار دیا۔ اور چونکہ بعض لوگ بے زحمت جھک
سکتے ہیں انکو ہاتھ نہ رکھنے کی بھی اجازت دیدی۔ اور رکھنے کو واجب نہیں کیا۔ اگر
فطرت نہ چاہتی اور شارع حکیم تجویز نہ کرتا تو ہم ہرگز نہ رکھتے۔ جیسے کھڑے ہونیکی حالت میں
کسی عضو پر نہیں رکھتے۔ اسی طرح بیٹھنے کی حالت میں چونکہ کوئی زحمت نہیں ہوتی لیکن ہاتھوں کو کہیں رکھنا
چاہیئے اور بہتر طریقہ زانو پر رکھنا ہے۔ اسلئے شرعاً کسی خاص جگہ پر رکھنا لازم نہیں کیا گیا بلکہ
زانو پر رکھنا مستحب کیا گیا۔ جو فطرت کا حکم ہے۔ اور چونکہ گردن کمر سے بھی زیادہ
نازک ہے اور سجدہ میں اسپر بوجھ زیادہ پڑتا ہے جس سے حضور قلب اور توجہ
میں خلل پڑتا ہے۔ اور عبادت میں توجہ ضروری چیز ہے۔ اس لئے سجدہ کی حالت
میں زمین پر ہاتھ رکھنے کو ضروری سمجھکر شرع میں لازم قرار دیا گیا۔ جو قانون فطرت کے
مطابق ہے۔ اگر ہاتھ باندھنا خضوع وخشوع کی دلیل ہے تو ایک پاؤں پر کھڑا ہونا بھی
اس کی دلیل ہے تو کیا ہاتھ باندھنے والے حضرات اس کو اختیار کرلیں گے
خلاصہ یہ کہ مخالف فطرت امر کے لئے ثبوت ودلیل کی ضرورت ہے۔ اور علاوہ
اس کے کہ نماز میں ہاتھ کھولے رہنے پر قانون فطرت بہتر دلیل ہے متعدد

دلیلیں شرعی بھی موجود ہیں اور باندھنے پر کوئی دلیل اعتبار کے لائق پائی نہیں جاتی۔ جیسا کہ مذکور ہوا اور مخالف فطرت امر پر جب تک کوئی ثبوت نہ ہو اسکو اختیار کرنا عقل پسند نہیں کرتی۔ کیا بے ضرورت اپنے ہاتھوں کو برابر باندھے رہنا کوئی عاقل پسند کریگا ایسے باندھنے والے کو عقلا کس زمرے میں داخل سمجھینگے۔

لہذا دوسری دلیل اجماع مسلمین ہے۔ جہاں یہ مسلوم ہے کہ شیعہ کل باتباع پیشوایان دین یعنے ائمہ طاہرین علیہم السلام ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے ہیں وہاں یہ بھی لائق انکار نہیں ہے کہ مالکی بھی ہاتھ کھولکر ہی نماز پڑھتے ہیں (میزان کبرے امام شعرانی باب صفۃ الصلوٰۃ ص۱۳۱ جلد ۱ و شرح کنز الدقائق باب صفۃ الصلوٰۃ ص۲۳۱ جلد ۱ و رحمۃ الامۃ برحاشیہ میزان کبرے جلد ۱ ص۱۲۱) اور علامہ محمد معین لاہوری جو شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے شاگرد تھے اپنی کتاب دراسات اللبیب میں لکھتے ہیں کہ اہل مدینہ سب کے سب ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے تھے اور اجماع اہل مدینہ حجت ہے اور امام مالک کی دلیل یہی اجماع ہے (دراسات ص۲۳۴) پھر لکھتے ہیں کہ مقابل اہل مدینہ کے غیر اہل مدینہ کی صحیح حدیثیں چھوڑ دیجائینگی کیونکہ انکا عمل بتاتا ہے کہ ان حدیثوں سے زیادہ[1] قوی حدیثیں انکے پاس موجود ہیں اس وجہ سے وہ ان حدیثوں پر عمل نہیں کرتے ورنہ ان حدیثونکو وہ ہرگز نہ چھوڑتے اور امام شافعی بھی انکے عمل کو غیرونکی حدیثوں پر ترجیح دیتے تھے (دراسات اللبیب ص۲۴۲) بلکہ امام شافعی نے بھی اپنی کتاب الام میں ہاتھ کھولکر پڑھنے کو جائز لکھا ہے (میزان کبرے جلد ۱ ص۱۳۹) اور باتفاق جملہ ائمہ حنفیہ کے محض علماء اور اولیاء کیلئے ہاتھ باندھنا

---

[1] آئندہ معلوم ہوگا کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں۔ کل غیر معتبر ہیں۔

مستحب ہے (واجب ہرگز نہیں ہے) اور عام لوگوں کیلئے ہاتھ کھولکر پڑھنا
ہر حال میں اولیٰ وانسب ہے (میزان کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۳۸) اس تفصیل سے دو
باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ کل شیعہ اور کل مالکی اور اہل مدینہ علماء اور غیر علماء
غیر اولیاء سب کے سب نماز ہاتھ کھولکر پڑھنے کے وجوب کا فتوےٰ ابھی دیتے
ہیں اور خود اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ دوسری یہ کہ امام مالک کے علاوہ کل
ائمہ علماء غیر اولیاء کے لئے ہاتھ کھولکر ہی پڑھنے کو اولیٰ وانسب جانتے ہیں
رہے علماء و اولیاء زنوان کیلئے بھی ہاتھ باندھنے کو واجب نہیں جانتے۔
بلکہ مستحب جانتے ہیں اور مستحب اس کو کہتے ہیں جسکو چھوڑنا جائز ہے اسلئے
ہاتھ کھلے رہنے کے جواز پر دنیا کے کل مسلمانوں کا اجماع حاصل ہو گیا ہے پھر
باوجود اس کے حنفی حضرات ہاتھ باندھنے پر کیوں زور دیتے ہیں۔ اس کی وجہ
یہ علامہ برجندی لکھتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے۔ کہ چونکہ روافض شیعہ شروع سے
ہاتھ کھولکر نماز پڑھتے ہیں۔ اس لئے اُن کے خلاف عمل سنت ہے (شرح وقایہ
برجندی جلد ۱ صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۴ چھاپہ نولکشور)

تیسری دلیل۔ کتاب خدا ہے۔ خداوند عالم نے یہودیوں کے متعلق ارشاد
ارشاد فرمایا ہے غلت ایدیھم ولعنوا بما قالوا بل یداہ مبسوطتان
(سورۂ مائدہ پارہ ۶ آیت ۶۹ رکوع ۱۳) یعنی اُنکا ہاتھ بند ہے اور اُنپر
لعنت ہے بسبب اس جرم کے کہ انہوں نے خدا کے ہاتھوں کو بندھا ہوا کہا بلکہ
خدا کے ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ امام بیضاوی اور علامہ زمخشری اپنی اپنی تفسیر
میں لکھتے ہیں۔ کہ اس آیت میں خدا نے یہودیوں کے حق میں بددعا کی ہے

کہ انکے جرم کی سزا میں انکے ہاتھ بندھے ہیں۔ دنیا میں قیدی ہو کر اور آخرت میں جہنم میں جانے کے وقت اور ماضی کا صیغہ قرب زمانہ سزا کی طرف اشارہ کے لئے لایا گیا ہے۔ جیسے دعا میں کہتے ہیں رحمک اللہ رزقک اللہ یعنے خدا تمپر جلد رحم کرے۔ خدا اُسکو جلد رزق عطا کرے۔ بیان استدلال یہ ہے کہ ہاتھ کھلا رہنا خدا کے نزدیک عزت کی حالت ہے۔ اور کھلا رہنے کی حالت میں ہر امر پر قدرت حاصل رہتی ہے اور بندھا رہنا ذلت کی حالت ہے اور ہر امر کے انجام دینے سے مجبوری ہو جاتی ہے۔ اور یہ وہ سزا ہے جو مجرموں کے لئے تجویز کیجاتی ہے جیساکہ خدا نے یہودیوں کے جرم کی سزا میں تجویز کیا۔ اور یہ سزا قرآن میں کئی جگہ تجویز کی گئی ہے منجملہ انکے ایک سورہ الحاقہ پارہ ۲۹ آیت ۳۰ لغایت ۳۲ میں خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ یعنے پکڑو اسکو اور اسکو باندھ دو۔ اور دوسرے سورہ دہر سے پارہ ۲۹ میں انا اعتدنا للکفرین سلاسل واغلالا وسعیرا ہم نے کافروں کیلئے زنجیر اور بیڑی اور جہنم مہیا کر دیا ہے اور خداوند عالم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح ذلت کی حالت میں دیکھنا پسند نہیں کرتا چنانچہ خود فرماتا ہے۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (پارہ ۲۹ سورہ قلم آیت ۳۵) یعنی کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنا دیں۔ کیا ہو گیا ہے تم کو کیسی بات کہتے ہو اور نماز پڑھنا خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری اور بھلائی اور کار خیر ہے۔ نہ کہ نافرمانی اور گناہ اور برا کام۔ چنانچہ خود اُس نے ارشاد فرمایا کہ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ (سورہ بقر پارہ ا آیت ۱۱۲) اسلم فعل ماضی ہے مصدر اس کا اسلام اور اسم فاعل اس کا

مسلم ہے اور جمع مسلم کی مسلمون اور مسلمین ہے اور یہاں پہ اسلام کا معنی پھیر دینا ہے یعنی آیت یہ ہوئے کہ ہاں جو شخص پھیر دے اپنے منہہ کو خدا کی طرف ایسی حالت میں کہ وہ اچھا کام کرنے والا ہو تو اس کا اجر و ثواب اس کے پروردگار کے پاس ہے اور ظاہر ہے کہ نماز پڑھنے والا خدا کا مطیع و فرمانبردار بندہ اور مستحق عزت ہے نہ کہ مجرم اور مستحق ذلت اور چونکہ ہاتھ بندھا ہونا ذلت کی حالت ہے اسلئے اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کیلئے وہ اسکو پسند نہ کرکے ارشاد فرماتا ہے افنجعل المسلمین کالمجرمین۔ کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح بنا دیں۔

خداوند عالم نے قرآن پاک میں نماز کا حکم اکثر جگہ "اقم الصلوٰۃ"۔ "اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ" "وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ" (نماز کو قائم کر۔ نماز کیلئے سیدھا کھڑا ہو۔ سیدھا کھڑا ہو کر نماز پڑھ۔ نماز کو سیدھے کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں۔ وہ نماز کو قائم کرتے ہیں) سے دیا ہے۔ اور سیدھا کھڑا ہونا بغیر کسی حکم ہاتھ کھلے ہی کھڑا ہونا ہے۔ اور اسلئے یہ کہنا لغو اور بے معنی ہوتا کہ نماز میں ہاتھ کھولکر کھڑے ہو۔ اگر انسان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے یا ہاتھ باندھکر کھڑا ہونا اس کی فطرت ہوتی تو پھر یہ حکم دیا جاسکتا تھا کہ ہاتھ کھولکر کھڑے ہو۔ کھلے ہوئے ہاتھوں کو کیونکر کھولنے کا حکم دے سکتا ہے سیدھا کھڑا ہونے میں یہ حکم صریح موجود ہے۔ اگر نماز میں خلاف فطرت ہاتھ باندھنے منظور ہوتے تو کہنا کہ ہاتھ باندھکر کھڑے ہو۔ اور یہ کہنا واجب ہوتا لیکن ایسا نہیں کہا اور یقیناً نہیں کہا گیا اور نہ کہہ سکتا تھا۔ لہذا قرآن پاک میں جتنی آیات ہیں اقامۃ الصلوٰۃ کا ذکر ہے۔ وہ آیتیں صاف دال ہیں کہ نماز میں ہاتھ کھولنا واجب ہے نہ کہ باندھنا یعنی ستائیس جگہ قرآن میں نماز ہاتھ کھولکر پڑھنے کا حکم ہے۔ صرف دو جگہ اپنے

رسول کو حسل کھکر حکم دیا ہے۔ اور رسول نے اسکی تعمیل اسیطرح کی کہ سیدھا کھڑا ہو کر نماز ادا کی اور فرمایا۔ صَلُّوا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِی اُصَلِّی۔ جس طرح مجھکو نماز پڑھتے دیکھتے ہو اسیطرح نماز ادا کرو۔ ان آیات اور ان احکام کے سوا اور کوئی آیت اس مسئلہ میں قرآن پاک میں نہیں ہے۔ تاویلات سے قرآن کو مسخ کر کے حکم نکالے جاتے ہیں۔

چوتھی دلیل حدیثیں ہیں نمبرا۔ ابن ابی شیبہ ہیثم سے ہیثم یونس سے وہ معرہ اور ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ یہ دونوں نماز میں ہاتھوں کو کھلا رکھتے تھے۔

نمبر۲۔ ابن ابی شیبہ غصان سے وہ یزید بن ابراہیم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے عمرو بن دینار کو کہتے ہوئے سُنا کہ عبداللہ[1] بن زبیر ہاتھ کھولکر نماز پڑھا کرتے تھے اور علامۂ زمان اور بحر العلوم اور صحابی مشہور یعنے عبداللہ بن عباس چچازاد بھائی حضرت سرور عالم کے بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر تم حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کی نماز دیکھنا چاہتے ہو تو عبداللہ ابن زبیر کی نماز کو دیکھ لو (تیسیر الوصول جلد ۱ ص ۲۹۹ باب خامس بیان کیفیت نماز) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سرور عالم بھی ہاتھ کھولکر ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔

نمبر۳۔ ابن ابی شیبہ ابن علیہ سے وہ ابن عون سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ محمد بن سیرین سے کسی شخص کے متعلق سوال کیا کہ اس نے ہاتھ باندھکر نماز پڑھی تو انہوں نے جواب دیا کہ اس نے خوف کی وجہ سے ایسا کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن سیرین کے وقت تک عام طور پر ہاتھ کھولکر نماز پڑھی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے سائل کو مسئول عنہ کے ہاتھ باندھکر پڑھنے سے تعجب ہوا۔ اور ابن سیرین سے جو فقیہ وقت تھے۔ اس کا حکم پوچھا اور انہوں نے عذر بیان کیا۔

[1] عبداللہ بن زبیر خود صحابی اور صحابی کے بیٹے اور خلیفہ اول کے نواسے اور بی بی عائشہ کی گود میں پرورش

نمبر۴۔ ابن ابی شیبہ عمر بن ہارون سے وہ عبداللہ بن یزید سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ہم نے ابن مسیّب کو کبھی ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ وہ ہاتھ کھولکر پڑھا کرتے تھے۔

نمبر۵۔ ابن ابی شیبہ یحیی بن سعید سے وہ عبداللہ بن غزار سے نقل کرتے ہیں کہ ہم سعید بن جبیر کے ساتھ طواف کر رہے تھے کہ انہوں نے ایک شخص کو ہاتھ باندھکر نماز پڑھتے دیکھا تو وہ گئے اور اس کے ہاتھ انکو جدا کرکے واپس آئے۔ ان کل حدیثوں کو ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب میں جو مصنف ابن ابی شیبہ کے نام سے مشہور ہے اپنی سند سے لکھا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ابوبکر عثمان ابن ابی شیبہ کوفی ثقہ اور حافظ تھے۔ اور ۲۳۵ھ میں مرے (تقریب التہذیب) پہلی حدیث میں ہشیم بغدادی معتبر ثقہ تھے ۸۰ سالہ ہوکر ۱۸۳ھ میں مرے۔ اور یونس بن خباب کوفی ثقہ تھے ۱۰۰ھ کے بعد مرے۔ اور ابراہیم بن محمد کوفی ثقہ تھے ۱۰۰ھ کے بعد مرے اور حسن بصری مشہور امام اہل سنت تھے۔ عمر ۹۰ سال ۱۱۰ھ میں مرے اور لفظ حسن حیث بے قید بولا جاتا ہے تو یہی مراد ہوتے ہیں۔ اور حسن کے بعد اگرچہ روایت میں مصرہ لکھا ہوا ہے لیکن یہ لفظ غلط ہے۔ کیونکہ کتابوں میں اس نام کا نہ کوئی راوی ہے نہ عالم یہ نام درحقیقت مغیرہ ہے جو بگاڑ کر مصرہ لکھا گیا ہے۔ اور طبقہ کی مطابقت بتاتی ہے۔ کہ یہ مغیرہ بن شبیل کوفی ہے اور ۱۰۰ھ کے بعد مرے۔ اور اگر صحیح مصرہ

پائے ہوئے اور مشہور عابد و زاہد تھے۔ حضرت رسول اور اپنے باپ اور نانا کی نمازیں دیکھے ہوئے تھے نیز بدعبادت مخالفت حکم خدا و رسول سے روکنے والی چیز تھی۔ اسی وجہ سے ابن عباس نے انکی نماز کو حضرت رسول کی نماز کا فوٹو قرار دیا ہے۔ اس لئے یہی ایک حدیث ہمارے مدعا کیلئے کافی ہے۔

ہی موجب بھی انکی جلالت قدر ظاہر ہے۔ کیونکہ ایسے ہی جلیل القدر تھے کہ انکے عمل کو حسن بصری جیسے بزرگ نے مذہبی حکم کی سند قرار دیا ہے۔ دوسری حدیث میں عصان بصری ثقہ تھے ۲۱۹ھ کے تھوڑا ہی بعد مرے۔ اور یزید بن ابراہیم بصری ثقہ ہیں ۱۶۳ہجری میں مرے۔ اور عمر بن دینار مکی ثقہ ہیں۔ عمر ۷۰ سے زائد ۱۲۶ھ میں مرے۔ اور عبداللہ بن زبیر صحابی جلیل ہیں ۷۳ھ میں مرے تیسری حدیث میں ابن عبد یعنی اسمٰعیل بن ابراہیم بن مقسم ثقہ حافظ تھے۔ عمر ۸۳ سال ۱۹۳ھ میں مرے۔ اور ابن عون فقیہہ مشہور ثقہ اور جلیل القدر تھے ۱۵۱ھ مرے۔ اور محمد بن سیرین مشہور امام زمانہ اور تابعی شاگرد اور جلیل القدر تھے ۱۱۰ھ ہجری میں مرے۔ چوتھی روایت میں عمر بن ہارون حافظ اور بزرگان اہل سنت سے تھے۔ ۱۹۴ھ میں مرے۔ اور عبداللہ بن یزید مقری استاد امام بخاری ثقہ فاضل تھے ۲۱۳ھ میں مرے۔ اور سعید بن مسیب امام زمانہ پیشوائی اہل سنت تابعی مشہور شاگرد صحابہ تھے ۹۳ھ میں مرے۔

پانچویں حدیث میں یحییٰ بن سعید بن فروخ ثقہ اور پیشوائے اہل سنت سے تھے ۱۹۸ھ میں مرے۔ اور عبداللہ بن غرار یا عرار یا عزار کسی نام سے کوئی راوی کتابوں میں نہیں ہے۔ یہ نام غلط لکھا گیا ہے صحیح عبداللہ بن عیسی ہے کیونکہ سعید بن جبیر سے یہی روایت کرتے ہیں اور یہ ثقہ تھے ۱۳۰ھ میں مرے اور سعید بن جبیر تابعی مشہور اور شاگرد صحابہ اور فقیہہ و پیشوائے اہل سنت سے تھے۔ ۹۵ھ ہجری میں مرے۔ ان روایتوں میں ایک صحابی یعنے عبداللہ بن زبیر اور پانچ تابعی یعنی حسن بصری اور معرہ یا مغیرہ اور محمد بن سیرین اور سعید بن مسیب

اور سعید بن جبیر کا عمل ذکر کیا گیا (تقریب التہذیب)

ضمیمہ۔ ان احادیث کی تائید اور توثیق میں یہ اقوال و روایات اور ملاحظہ طلب ہیں:۔

نمبر۱۔ قال العینی فی شرح کنز الدقائق قال مالک العزیمۃ فی الارسال والرخصۃ فی الوضع والاخذ لان النبی کان یفعل کذلک وکذا اصحابہ حتی تنزل الدم من رؤس اصابعھم۔

اور عینی شرح کنز الدقائق میں ہے کہ امام مالک کہتے تھے کہ حکم تو ہاتھ کھولنے کا ہے۔ اور ہاتھ باندھنے کی اجازت ہے۔ اسلئے کہ نبی اسیطرح ہاتھ کھولکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور اسیطرح آپکے اصحاب تمام یہانتک کہ ہاتھ لٹکے لٹکے انگلیوں کی پوروں میں خون اتر آتا تھا۔

یعنی رسول اور اصحاب رسول ہاتھ کھول کر ہی نماز پڑھتے تھے۔

نمبر۲۔ وفی روضۃ الندیہ ص۶۵ اما ما روی عن الارسال عن بعض التابعین من نحو الحسن المتوفی سنۃ ۱۱۰ھ و ابراھیم وابن المسیب وابن سیرین المتوفی سنۃ ۹۵ھ کما اخرجہ ابن ابی شیبہ فان بلغھم حدیث الوضع فمحمول علی انھم لم یحسبوہ سنۃ من سنن الھدی بل حسبوہ عادۃ من العادات

الروضۃ الندیہ میں مرقوم ہے کہ بعض تابعین مثل الحسن و ابراہیم و ابن المسیب و ابن سیرین سے جو ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا مروی ہے جیسا کہ اسکو ابن ابی شیبہ نے اخراج کیا ہے تو اگر ان کو ہاتھ باندھنے کی روایت ملی تھی تو انہوں نے اسکو سنت رسول نہیں سمجھا۔ بلکہ اسکو بعض لوگوں کی عادت خیال کیا تو وہ ہاتھ کھولنے کی طرف مائل رہے۔ کیونکہ یہ اصل ہے گو باندھنا

فقالوا الى الارسال لاصالته مع جواز الوضع فعملوا بالارسال بناءً على الاصل اذ الوضع امر جديد يحتاج الى الدليل۔

نمبر۳۔ وفی تنویر العینین ویحکی انه ان الامام مالك حكم بالارسال مع انه كان مشهورًا فی قرن الاول واتفق علیه اكثر العلماء فی القرون الاخر وقالوا ایضًا ان هذا الفعل فی هذه البلاد تشبیه بالروافض حیث ترك سوی المذهب الحنفی فلم یبق فاعلوه غیر الشیعة وقد قال النبی اتقوا مواضع التهم۔

جائز ہے پس انہوں نے اصل پر بنا رکھکر ہاتھ کھولنے ہی پر عمل کیا کیونکہ باندھنا خلاف فطرت ایک امر جدید ہے۔ اس کیلئے دلیل کی ضرورت ہے اور دلیل کتاب و سنت میں ہاتھ باندھنے پر موجود نہیں لہذا اصل حکم یعنی کھولنے پر عمل لازم ہوا

تنویر العینین میں مرقوم ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام مالک ہاتھ کھولنے کا حکم دیتے تھے حالانکہ وہ قرن اول کے مشہور امام تھے۔ اور اکثر علماء نے دوسرے قرون اور صدیوں میں اس پر اتفاق کیا ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ ہاتھ کھولنے کا عمل ان ملکوں میں روافض سے مشابہ ہے جبکہ سوائے مذہب حنفی سب ترک ہو گئے تھے۔ اور سوائے شیعوں کے اس پر عمل کرنیوالا کوئی نہیں رہا تھا مالکی و الکی مفقود ہو گئے تھے اور رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ تہمت کے موقع سے بچنا چاہیے پس اسوقت اگر ہاتھ کھولنے کے فریضہ پر عمل کیا جاتا تو سب شیعیت میں متہم ہو جاتے۔

اس میں یہ تصریح ہے کہ اصل حکم نماز میں ہاتھ کھولنے ہی کا ہے۔ لیکن شیعوں کی مشابہت کی تہمت سے بچنے کیلئے اس کو عمداً ترک کیا گیا ہے۔ ہاتھ باندھنے کا حکم

دراصل کوئی نہیں ہے اور حقیقت میں یہ بھی غلط ہے۔ کہ یہ عمل شیعوں ہی سے مخصوص تھا بلکہ وہ بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن چونکہ شیعہ بھی کرتے تھے۔ اور ان سے مشابہت عیب خواہ اتباع حق ہی میں ہو۔ لہذا ہاتھ باندھ لئے گئے۔ چنانچہ مولانا وحید الزمان خان ہدیۃ المہدی جلد صفحہ ۱۲۶ میں فرماتے ہیں۔

فمن جعل الارسال من شعائر الروافض فقد اخطاء

یعنی جو یہ کہتا ہے کہ ہاتھ کھولکر نماز پڑھنا شیعوں ہی کا شعار ہے تو وہ غلطی پر ہے اور اس لئے میں خطا کار ہے شیعوں ہی کا نہیں بلکہ تمام اہل اسلام کا بھی عمل رہا ہے خصوصاً زمانہ نبی میں کل اصحاب اسی پر عامل تھے اور ہاتھ باندھنے کا کہیں نام بھی نہ تھا اور اب بھی اکثریت ہاتھ کھولنے والوں کی ہے یعنی کل دنیا کے امامیہ۔ کل مالکی ہاتھ کھولکر پڑھتے ہیں۔ شافعی ہاتھ کھولنے ہی کو بہتر سمجھتے ہیں پانچ مذاہب اسلامیہ میں سے تین ہاتھ کھولنے والے ہوئے اور دو حنبلی اور حنفی باندھنے والے لیکن حنفیوں کا فتوے عوام کیلئے ہاتھ کھولنے ہی کا ہے۔ باندھنے کا صرف اکابر علما کیلئے اور وہ بھی سنت۔ لہذا قطعی طور پر کثرت رائے اور عمل دنیائے اسلام میں اب بھی کھولنے پر ہے اور اسی کو اجماع سمجھ لیجئے۔

پانچویں دلیل سیرت صحابہ و تابعین و تبع تابعین ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ایک صحابی ابن زبیر اور پانچ تابعین کا عمل بیان کیا جا چکا اور بیان اجماع میں ذکر کیا گیا کہ کل اہل مدینہ ہاتھ کھولکر پڑھتے تھے جو امام مالک سے پہلے گذرے اور ان کے زمانہ میں موجود تھے۔ جن کے فعل اور اجماع کو یہ اپنی دلیل قرار دیتے تھے۔ اور یہ خود اور ان کے ہم عصر تبع تابعین تھے جو تابعین کے عمل کو اپنے عمل کا شاہد قرار دیتے تھے۔ اس لئے یہ معلوم ہوا کہ تابعین بھی ہاتھ کھولکر پڑھا کرتے

تھے اور تابعین نے عمل کو صحابہ سے لیا تھا۔ اس واسطے ضرور ہوا کہ صحابہ کا عمل بھی ایسا ہی رہا ہے۔ چنانچہ علامہ لاہوری کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ کل اہل مدینہ کا ہاتھ کھولکر پڑھنے پر اجماع ہے جن میں صحابہ بھی یقیناً داخل ہیں۔ علاوہ اس کے کہ تابعی اپنے بزرگان دین اور استادوں یعنے صحابہ کی پوری پوری پیروی کرتے تھے اسلئے کہ باعتقاد اہل سنت صحابہ دیدہ و دانستہ حضرت رسول کے قول یا فعل میں مخالفت نہیں کر سکتے تھے یہی وجہ ہو کہ اہل مدینہ کا عمل و اجماع بے دغدغہ حجت سمجھا جاتا ہے جیساکہ علامہ محمد معین صاحب نے لکھا ہے۔ اس لیے ہاتھ کھولکر نماز پڑھنے پر صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی سیرت بھی ثابت ہو گئی جو عام مسلمانوں کی سیرت و اجماع سے قوی تر سمجھی جاتی ہے۔ چہ جائیکہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی سیرت جو عام مسلمانوں سے یقیناً کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ اور انکی جلالت قدر میں مسلمانوں کو کوئی کلام نہیں ہے۔

چھٹی دلیل۔ خاص اجماع اہل المدینہ۔ یہ ثابت کرنے کے بعد کہ اکثریت مسلمانوں میں ہاتھ کھولنے والوں کی ہے۔ اور یہ گویا اجماع امت ہے۔ اور اجماع مذہب اہل سنت میں حجت اور حق ہے اور اسی پر بنیاد مذہب قائم ہے۔ اور اس کی تصریح آچکی۔ مذہب اہل سنت اجماع صحابہ ہی سے لیا گیا ہے۔ نہ کتاب و سنت سے۔ تو خاص اہل مدینہ کا مسئلہ ارسال یدین میں اجماع و اتفاق بذات خود ایک خاص حجت ہے کیونکہ رسول نے فرمایا ہے کہ اہل مدینہ میری سنت سے زیادہ واقف ہیں کیونکہ جو حضوری انہیں حاصل رہی ہے وہ دوسرے کو نہیں رہی ہے۔ اسلئے علماء اہل سنت کا یہ مذہب ہو گیا ہے کہ اگر کوئی حدیث اجماع و اجتماع اہل مدینہ کے خلاف ہو تو وہ قبول نہ کی

جائیگی۔ بلکہ اس حدیث پر عمل اہل مدینہ کو مقدم رکھا جائیگا۔ ملا محمد معین لاہوری اپنی مشہور کتاب دراسات اللبیب میں لکھتے ہیں:۔

وثانیهما ان عمل اهل المدينة المقدسة على ساكنها افضل الصلوة والتسليمات من اقوى حجج الدين عندنا ونزى الامر فيما طريقة النقل من ذالك على ما يرى مالك ابن انس الاصبحي من ان اجتماع اهل المدينة المطهرة حجة حتى انه عولت علماء مذهبه في ارسال اليدين حالة القيام في الصلوة على عمل اهلها مع وجود المرفوع في قبض اليمنى على اليسرى فحملوه على الحاجة عند طول القيام وخصوه بها بدليل عمل اهلها كما يخص الحديث الصحيح بحديث آخر مثله۔ الخ

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے نزدیک عمل اہل مدینہ قوی ترین حجت ہے۔ اور میری اس باب میں کہ حدیث مقدم ہے یا عمل اہل مدینہ وہ رائے ہے جو مالک ابن انس اصبحی کی ہے کہ اجتماع اہل مدینہ حجت ہے، اور اسی پر اسکے مذہب کے علما نے اعتماد کیا ہے نماز میں حالت قیام میں ہاتھ کھولنے کے مسئلہ میں باوجودیکہ حدیث مرفوع (جسکا حال اوپر مذکور ہو چکا) اس باب میں موجود ہے کہ داہنے ہاتھ کو بائیں پر رکھنا چاہیے اور انہوں نے اسکو طول قیام کی صورتمیں ضرورت پر محمول کیا ہے یعنی اگر ہاتھ کھولے ہوئے دیر تک کھڑا رہنے سے تھک جائے تو ہاتھ اوپر رکھ لے اور اس حدیث کی عمومیت کو مختص کر دیا ہے جسطرح بعض صحیح حدیثیں بعض کی مختص ہوا کرتی ہیں۔ اسیطرح عمل اہل مدینہ یہاں مختص حدیث مرفوع ہوا۔ الخ

اگر ہاتھ کھولنے کے متعلق کوئی حدیث یا روایت بھی موجود نہ ہوتی تب بھی اس اصل مسلّم کے مطابق یہی اجماع اہل مدینہ ہی ارسال یدین کے ثبوت میں کافی تھا۔ حالانکہ احادیث

بھی موجود ہیں، جیسا کہ بیان ہوئیں ہے تو پھر یہ مسئلہ مسلم ہوگیا کہ اصل حکم نماز میں ہاتھ کھولکر کھڑے ہونے کا ہے۔ اسی کی تائید میں یہی بزرگ پھر لکھتے ہیں:-

شیخ دہلوی سے سخت تعجب ہے جبکہ وہ شرح سفر میں ارسال یدین کی دلیل سے قطعاً منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے حجاز میں علماء مالکیہ سے دریافت کیا تو وہ اپنی نماز میں ہاتھ کھولنے کے مسئلہ کی کوئی	والعجب كل العجب من شيخ الدهلوي حيث ينفي في شرح السفر الدليل للارسال مطلقا رفعا واثرا۔ الخ۔

ایسی دلیل نہ پیش کر سکے جو قابل قبول ہو۔ حالانکہ عمل اہل مدینہ منورہ اس بارے میں مالکیوں کے نزدیک خود قوی تر آثار تابعین و صحابہ سے ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالک اور اسکے اصحاب عمل اہل مدینہ کی بنا پر احادیث صحیحہ کی تاویل کر دیتے تھے اور اسکی وجہ سے آثار صحابہ کو چھوڑ دیتے تھے۔ اور یہی مذہب شافعیؒ کا بھی ہے کہ عمل اہل مدینہ دوسروں پر مقدم و مرجح ہے حیث یقول۔

ہر ایک حدیث جو اہل عراق سے مروی ہو اور حجاز میں اسکی اصل نہ ہو تو اسکو قبول نہ کرو۔ اگرچہ وہ صحیح ہو اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عمل اہل مدینہ سے حدیث صحیح بھی ترک کیجا سکتی ہے۔	كل حديث جاء من اهل العراق وليس له اصل في الحجاز فلا تقبله وان كان صحيحا ومنه يخرج ان عمل اهل المدينة المقدسة يترك به الحديث الصحيح

ساتویں دلیل اجماع اہل بیتؑ۔ جو اصل مسلم و معیار رفع اختلاف ہے شرح بخاری تسہیل القاری میں ہاتھ باندھنے کے واجب نہ ہونے کے ذکر کے بعد لکھا ہے کہ اگر نماز میں ہاتھ باندھنا واجب ہوتا تو اہل بیت یعنی علی و آل علی اس کو ترک نہ کرتے پس یہ ان کا باندھنے کو ترک کرنا دلیل ہے کہ ہاتھ باندھنا واجب نہیں۔ اور خلاصہ یہ کہ امام مالک امام

محمد باقر۔ ابراہیم نخعی اُستاد ابو حنیفہ۔ عبد اللہ بن زبیر اور حسن بصری لیث بن سعد اور اوزاعی وغیرہ سب ارسال الیدین کے قائل و عامل تھے۔

عن زرارہ عن ابی جعفر علیہ السلام انہ قال اذا قمت الی الصلوٰۃ فعلیک بالاقبال علی صلوتک فانما یحسب لک ما اقبلت علیہ ولا تعبث فیھا بیدک ولا براسک ولا بلحیتک ولا تحدث نفسک ولا تتاؤب ولا تتمخط ولا تکفر۔ فان ما یفعل ذالک المجوس الیٰ اخرہٖ۔

زرارہ محمد بن علی بن حسین بن علی علیہم السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپنے فرمایا جب تو نماز میں کھڑا ہو تو نماز پر پورا پورا متوجہ ہو کیونکہ تیرے لئے اسی توجہ اور رجوع کا ثواب لکھا جائیگا اور نماز کی حالت میں ہاتھ سر داڑھی سے نہ کھیل۔ نہ دل میں باتیں کر۔ نہ جمائی لے اور نہ ناک سنک اور نہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کیونکہ یہ کام مجوسی کرتے ہیں ہاتھ باندھکر اطاعت خدا و عبادت میں کھڑا ہونا مجوسیوں کا فعل ہے مسلمانوں کا عمل ہاتھ کھولکر کھڑا ہونا ہے لہذا اسیطرح کھڑا ہو۔

اور یہی زرارہ اسی جناب سے روایت کرتا ہے کہ آپنے فرمایا۔

اذا قمت فی الصلوٰۃ فلا تلصق قدمک بالاخری ودع بینھما فصلاً اصبعاً اقل ذالک الی شبر کثرہ واسدل منکبیک وارسل یدیک۔

جب نماز میں کھڑا ہو تو اپنے پیر کو دوسرے سے نہ ملا۔ اور دونوں کے درمیان کم سے کم ایک انگشت اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت فاصلہ رکھ اور کندھے ڈھیلے رکھ اور دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکا دے

اور حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے حماد بن عیسیٰ صورت نماز بیان کرتا ہے فارسل یدیہ جمیعاً علی فخذیہ (حبل المتین صفحہ ۲۱۱-۲۱۲) یہی مضمون

فروع الکافی صفحہ ۱۹۰ پر ہے اور ارسل یدیک ولا تشبک اصابعک ولیکونا علی فخذیک قبالۃ رکبتیک۔ دونو ہاتھ نماز میں لٹکا دے اور پنجہ میں پنجہ نہ ڈال اور چاہئے کہ دونو ہاتھ تیرے دو زانو پر گھٹنوں کے مقابل لٹکے ہوئے ہوں یہی مضمون تہذیب الاحکام میں ہے۔ اور شرائع الاسلام میں نماز کے بیان میں ہے۔ الثانی لا یبطلہا الا عمداً وھو وضع الیمین علی الشمال دوسری قسم مبطلات نماز کی وہ ہے جن کے عمداً کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے جیسے اپنے ہاتھ کا بائیں پر رکھنا۔ اور اسکی شرح میں صاحب مدارک فرماتے ہیں کہ نماز میں ہاتھ باندھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ اور ہمارے علماء میں یہی مشہور ہے اور سید مرتضیٰ اس پر اجماع کا دعوے رکھتے ہیں (بیشک اجماع ہے) اس پر محمد بن مسلم کی روایت بھی دال ہے جو احد الصادقین سے روایت کرتا ہے کہ میں نے کہا اگر آدمی نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے تو فرمایا۔ "ذالک التکفیر فلا تفعل" یہی تکفیر ہے جو فعل مجوس ہے ایسا مت کر۔ یہی مذہب علی ہے لیکر تا حضرت امام مہدی جنکی نسبت علمائے اہل سنت متفق ہیں کہ وہ صاحب وحی ہیں (مقدمہ ابن نسیم الریاض وغیرہا) سب متفق ہیں اور اجماع اہل البیت اہل سنت کیلئے بھی حجت ہے ملا محمد معین اس باب میں فرماتے ہیں۔ وممّا اعتقدہ حجۃ اجماع اہل البیت النبوۃ رضی اللہ تعالی عنہم وعملہم وھو عندی وعند کل منصف اقوی من عمل اہل المدینۃ الخ۔ اور میرا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اجماع و اجتماع اہل بیت نبوت و رسالت اور انکا عمل مسلمانوں کیلئے حجت ہے اور وہ میرے نزدیک اور ہر منصف مزاج مسلمان کے نزدیک عمل اہل مدینہ سے

قوی تر ہے۔ الخ۔ کیونکہ عام اہل مدینہ کا عمل اسی لئے سند اور حجت ہے کہ وہ اباً عن جدٍ گویا عمل رسول کو نقل کرنے والے ہیں اور انہوں نے جو دیکھا اور سنا ہے۔ وہی عمل اور نقل کیا ہے لیکن اہل البیت عمل رسول کے دیکھنے والے بھی ہیں اور سننے والے بھی۔

بالجملہ ان تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ نماز ہاتھ کھولکر پڑھنے کے جواز پر نو دلیلیں قائم ہیں۔

اول۔ فطرت انسان یہی ہے کہ ہاتھ کھلے رہیں۔ اور باندھنا امر جدید محتاج دلیل ہے۔

دوم۔ اکثریت مسلمانوں کی اسی پر ہے۔

سوم۔ کتاب اللہ سے ہاتھ کھولنا ہی واجب ثابت ہوتا ہے یہی فطرت ہے۔ اسطرح پیدا ہوتا ہے۔ اور اسیطرح چلنے پھرنے بیٹھنے میں رہتا ہے۔ مرنے کے وقت بھی یہی حالت ہوتی ہے اور یہی قیامت ہیں اور ہاتھ باندھنے کے متعلق کوئی اشارہ کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ لہذا حکم واجب در اصل یہی ارسال یدین ہوا۔ چہارم۔ سنت نبوی۔

پنجم۔ سیرت صحابہ تابعین و تبع تابعین کہ یہ خود بھی اہل سنت کے نزدیک حجت و سند ہے۔

ششم۔ اجماع اہل مدینہ حجت ہے۔

ہفتم۔ اجماع اہل البیت کہ سب سے قوی حجت و سند ہے۔

ہشتم۔ یہ کہ امام ابوحنیفہ اور شافعی دونوں اس بات کو تجویز کرتے ہیں کہ ہاتھ باندھنا خاص علماء اور اولیاء کیلئے مستحب ہے۔ عام مسلمانوں کیلئے یہ حکم نہیں

ان کیلئے ہاتھ کھولکر ہی پڑھنا اولیٰ و انسب ہے۔

تاہم۔ تمام ائمہ کے نزدیک جو ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں یہ فعل مستحب ہے واجب یا فرض نہیں جسکے یہ معنے ہوئے کہ اسکے ترک کرنے سے نماز باطل نہیں ہوگی یعنی جن علماء اولیاء کیلئے ہاتھ باندھنا مستحب ہے وہ اگر ہاتھ باندھکر پڑھیں تو ثواب زیادہ ملیگا اور کھولکر پڑھنے سے کم لیکن نماز صحیح ہوگی باطل نہوگی اور جو لوگ ہاتھ کھولنے کا حکم دیتے ہیں انکے نزدیک چونکہ کھولنا واجب ہے اور ترک حرام اسلئے ترک کرنے سے انکی نماز باطل جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ امام ابوحنیفہ وغیرہ کے نزدیک ہاتھ کھولکر پڑھنے سے امام مالک وغیرہ کی نماز باطل نہیں ہوتی بلکہ صحیح رہتی ہے صرف ثواب کم ملتا ہے اور امام مالک و شیعہ و ائمہ اہل بیت کے نزدیک امام ابوحنیفہ وغیرہ کی کھولکر پڑھنے سے یا تو ثواب پورا پورا ملیگا یا کم لیکن نماز باطل ہرگز نہ ہوگی اور ایسے موقعہ پر حکم عقل اور قاعدہ اصول فقہ یہ ہے کہ جس صورت میں نماز باطل ہونے کا شبہ ہو۔ اسکو چھوڑ دے اور وہ صورت ہاتھ باندھکر پڑھنا ہے جس کو امام ابوحنیفہ کہتے ہیں۔ اور جس صورت میں نماز کی صحت بے شبہ ہو اسکو اختیار کرے اور وہ صورت ہاتھ کھولکر پڑھنا ہے جسکو شیعہ اور امام مالک کہتے ہیں اور ہاتھ باندھنے پر صرف دو دلیلیں ذکر کیجاتی ہیں اور دونوں کمزور۔ ایک مسلمانوں کا عمل تعصب آمیز۔ دوسرے غیر معتبر حدیثیں جو مذکور ہوئیں۔ علاوہ ان دو دلیلوں کی کمزوری کے ہاتھ باندھنے کے بے اعتباری کے وجوہ اور بھی ہیں ایک ہاتھ باندھنے کے دعویداروں میں اختلاف شدید۔ دوسرے اکثر صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور علماء و فقہا بلکہ خود ہاتھ باندھنے کے دعویداروں کا فتوے کہ عام مسلمانوں کو ہاتھ کھولکر پڑھنا چاہیئے تیسرے۔ اس باب میں صحیح حدیث کا موجود نہ ہونا۔ چوتھے۔ یا تو خدا نے نماز یوں کو اختیار دیا ہے

چاہے کھولیں چاہے باندھیں جیسا کہ امام اوزاعی اور امام ابراہیم بن منذر کہتے ہیں تو اس صورت میں شیعوں اور امام مالک کا ہاتھ کھولنا نہ تو فعل حرام ہے۔ نہ مکروہ بلکہ جائز ہے۔ یا خلفائے ہاتھ باندھنے کو مستحب کیا ہے جیسا کہ باندھنے والے کہتے ہیں جب بھی کھولنا جائز ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ثواب کم ملیگا۔ لیکن نماز صحیح ہوگی۔ یا ہاتھ کھولنے کو خلفائے واجب کیا ہے اور ہاتھ باندھنے کو حرام جیسا کہ شیعہ اور امام مالک اور عبداللہ بن زبیر وغیرہ کا فتوے ہے اور عمل ہے تو اس صورت میں ہاتھ باندھنے والوں کی نماز باطل ہوگی۔ اور یہی اصل حقیقت ہے عقلاء اس میں غور کریں۔

ماحصل دلیل عقل نقل (کتاب و سنت) اور قیاس و اجماع (اجماع اہل مدینہ و اجماع اہل بیت نبوت و رسالت) سے نماز میں ہاتھ کھولنا ہی اصل حکم ثابت ہوا اور ہمارے استدلال مقدمات کی شرط پوری ہوگئی یعنی اہل مسلم و مسبوین یہ قرار دی تھی کہ جو عمل کتاب اور عترت رسول اللہ کے موافق ہو وہ صحیح تصور کرنا چاہیئے بحکم حدیث ثقلین اور یہاں ایسا ہی ثابت ہوا۔ اور کم سے کم ہم نے معیار ثبوت و قبولیت عمل اسلامی یہ قرار دیا تھا کہ اگر معاند مجادل اسکو کبھی نہ مانے اور اتباع عترت سے گریز کرے تو جو عمل سلسلہ اصحاب اور سلسلہ آل میں متفق ہو وہ واجب العمل سمجھا جائے اور جس کا ثبوت ایک سلسلہ میں ملے دوسرے میں نہ ملے وہ ترک کیا جائے۔ چنانچہ ان بیانات و دلائل سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ہاتھ کھولنے پہ اصحاب رسول و آل رسول کا اتفاق ہوا اور دونو سلسلوں میں اس کا ثبوت موجود ہے بخلاف اس کے ہاتھ باندھنے کا ثبوت اہل بیت کے سلسلہ میں بالکل مفقود ہے۔ بعض اصحاب کے یہاں ملتا ہے۔ اس لئے وہ دونو فریق کیلئے قابل قبول و اتباع نہ رہا کیونکہ

یہ مسلّم و متفق علیہ و یقینی نہیں ہے۔ اور پھر جو ثبوت موجود ہے۔ وہ مجروح ہے اور اس کا بطلان ثابت اور وہ فطرت انسانی و نص قرآن کے خلاف لہذا قطعی طور پر نماز میں حکم ارسال یدین صحیح و فریضہ مسلمین ہوا جس طرح کہ شیعہ کرتے اور اُن کے ائمہ طاہرین و معصومین نے تعلیم دیا ہے۔ اور عمل کیا ہے اور صورت نماز اسلامی یہی ہے۔

حماد بن عیسٰی بیان کرتا ہے کہ امام جعفر صادق آل محمد نے اس سے فرمایا۔ اے حماد کیا نماز درست پڑھ سکتا ہے۔ عرض کیا۔ اے مولا میں تو نماز میں کتاب حریز حفظ رکھتا ہوں۔ فرمایا کوئی حرج نہیں تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ حماد کہتا ہے کہ میں نماز کے لئے قبلہ رو کھڑا ہوا۔ نماز شروع کی اور رکوع و سجود بجالایا۔ آپ نے فرمایا۔ اے حماد تو نے نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کیا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم لوگوں کی ساٹھ ساٹھ ستر ستر برس کی عمر ہو جاتی ہے اور نماز درست نہیں پڑھ سکتے اور اس کے حدود احکام و ارکان کو پورے طور سے ادا نہیں کرتے۔ حماد کہتے ہیں کہ اس بات سے میں دل میں بہت شرمندہ ہوا اور ذلت کا احساس کیا۔ اور میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہوں۔ آپ مجھے نماز تعلیم فرمائیں۔

فقام ابو عبد اللہ علیہ السلام یستقبل القبلۃ منتصباً فارسل یدیہ جمیعاً علی فخذیہ قد ضم اصابعہ وقرب بین قدمیہ حتی کان بینھما قدر ثلاث اصابع منفرجات واستقبل باصابع رجلیہ

تب حضرت صادق آل محمد سیدھے قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دونوں ہاتھ دونوں زانوؤں پر بالکل لٹکائے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملالیں اور دونوں پیروں کو نزدیک کر لیا کہ ان میں کوئی تین انگل کا فاصلہ رکھا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کا رخ بالکل سیدھا قبلہ کی طرف

جميعاً القبلة لم يخرجها عن القبلة
فقال بخشوع الله اكبر ثم قرء
الحمد بترتيل وقل هو الله
احد ثم صبر هنيئةً بقدر ما
يتنفس وهو قائم ثم رفع يديه
حيال وجهه وقال الله اكبر وهو
قائم ثم ركع وملأ كفيه من ركبتيه
مفرجات ورد ركبتيه الى خلفه حتى
استوى ظهره حتى لو صب عليه
قطرة من ماءٍ او دهنٍ لم يزل
لاستواء ظهره ومد عنقه وغمض
عينيه ثم سبح ثلاثاً بترتيل فقال
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ ثم
استوى قائماً فلما استمكن من القيام
قال سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ثم كبر
وهو قائم ورفع يديه حيال وجهه
ثم سجد وبسط كفيه مضمومتي الاصابع
بين يدي ركبتيه حيال وجهه فقال
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ

کردیا۔ اور پھر خشوع وخضوع کے ساتھ
تکبیر کہی (اللہ اکبر) پھر سورہ حمد ترتیل کے ساتھ
قرأت فرمائی اور بعدازاں سورہ قل ھو اللہ
احد۔ پھر سانس بھر توقف کیا اور سیدھے
کھڑے رہے۔ پھر دونوں ہاتھوں کو منہ کے مقابل بلند
کرکے اللہ اکبر کہا اور ابھی تک قیام رہا پھر
(اس قیام متصل بہ رکوع کے بعد) رکوع میں گئے
اور دونوں ہتھیلیوں سے دونوں گھٹنوں کو پکڑ لیا
کہ انگلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اور دونوں گھٹنوں کو
پیچھے کی طرف دبایا۔ کہ آپ کی پشت مبارک
بالکل سیدھی ہوگئی۔ کہ اگر پانی وغیرہ کا قطرہ
گرے تو حرکت نہ کرے وہیں ٹھہرا رہے کہ پشت
بالکل برابر تھی۔ گردن کو سیدھا کردیا آنکھوں کو
جھکا لیا۔ پھر تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ
وَبِحَمْدِهٖ کہا۔ پھر سیدھے کھڑے ہوگئے جب اچھی
طرح کھڑے ہوگئے تب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ
کہا اور کھڑے کھڑے تکبیر کہی اور ہاتھوں کو کانوں تک بلند
کیا پھر سجدہ میں گئے اور دونوں ہتھیلیوں کو انگلیاں ملا کر
گھٹنوں کے سامنے منہ کے مقابل رکھ دیا۔

ثلاث مرات ولم يضع شيئًا
من جسده على الشيء منه و
سجد على ثمانية اعضاء الكفين
والركبتين وانامل ابهامي
الرجلين والجبهة والانف. فقال
سبعة منها فرض يسجد عليها وهي
التي ذكرها الله تعالى في كتاب
فقال ان المساجد لله فلا تدعوا
مع الله احدًا وهي الجبهة والكفان
والركبتان والابهامان ووضع
الانف على الارض سنة، ثم رفع
راسه من السجود.

فلما استوى جالسًا قال الله
اكبر ثم قعد على فخذه الايسر
وقد وضع ظاهر قدمه الايمن
على بطن قدمه الايسر وقال
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ
ثم كبر وهو جالس وسجد السجدة
الثانية وقال كما قال في الاولى

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی وَبِحَمْدِہٖ تین بار
اور بدن کا کوئی حصہ دوسرے پر نہ رکھا اور آٹھ
اعضاء پر سجدہ کیا۔ دونو ہتھیلیاں
دونو گھٹنے اور پیروں کے دونو
انگوٹھے۔ پیشانی اور ناک (اور یہ
فرمایا ہے کہ سات اعضاء پر سجدہ
فرض ہے۔ جس کا ذکر خدا نے اس
آیت میں کیا ہے۔ وَاِنَّ الْمَسَاجِدَ
لِلّٰہِ۔ الآیہ۔ یعنے پیشانی دونو
ہتھیلیاں۔ دونو گھٹنے۔ دونو
پاؤں کے انگوٹھے (اور ناک کا خاک
پر رکھنا سنت ہے۔)

پھر سجدہ سے سر اُٹھایا اور جب سیدھے
بیٹھ گئے تو اللہ اکبر کہا پھر بائیں ران پہ بیٹھے اور
دائیں پیر کی پشت بائیں تلوے کے اوپر
رکھی اور فرمایا۔ استغفر اللہ رَبِّی وَاَتُوْبُ
اِلَیْہِ۔ پھر بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی۔ اور
دوسرا سجدہ بجالائے اور اس میں بھی وہ دعا
پڑھی جو پہلے میں پڑھی تھی اور اسی طرح کہا۔

ولم يضع شيئاً من بدنه على شيء منه في ركوع ولا سجود وكان متجنحاً ولم يضع ذراعيه على الارض فصلى ركعتين على هذا ويداه مضمومتي الاصابع وهو جالس في التشهد وسلم فقال يا حماد هكذا صلّ ـ

(حبل المتین ص۲۱۱ دکافی ص۱۹)

اور بدن کا کوئی حصہ دوسرے سے نہیں لگنے پا نہ حالت رکوع میں اور نہ حالت سجود میں اور دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے تھے اور کہنیوں کو زمین سے نہیں لگنے دیا اور اس طریق سے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی تھیں اور بیٹھکر تشہد ادا کیا جب تشہد سے فارغ ہوئے تو سلام پھیرا اور بعد فراغ فرمایا اے حماد اسطرح نماز پڑھ ـ

یہ ہے اصلی صورت نماز اسلامی کی جو رسول اسلام نے پڑھی اور پڑھائی اور اپنی اولاد اور امت کو سکھلائی۔ یہ نماز بعد رسول اللہ مسلمانوں نے بھلادی۔ بلکہ بدلدی بہت سے احکام چرا لئے یہی وہ نماز ہے جو علی کے پیچھے ایک مرتبہ مطرف اور عمران بن حصین نے پڑھی تو عمران نے حصین سے کہا تھا آج اس شخص نے رسول اللہ کی نماز یاد دلائی۔ اس کی تعلیم آل رسول نے تا حد ممکن دی اور بہت سے احکام تحریر فرما کر اصحاب کو دیئے یہی نماز شیعہ ادا کرتے ہیں اور یہی سب کو کرنی چاہیئے۔ اس میں قیام تکبیر قرأت ترتیل۔ قیام متصل برکوع۔ رکوع وسجود تام۔ قومہ۔ جلسہ۔ طمانینت۔ اور ذکر رکوع وسجود وتشہد سب مکمل ہیں جو مسلمانوں کی خصوصاً حنفیوں کی نماز میں مفقود ہوگئے ہیں یا ناقص۔ مولانا وحید الزمان خانصاحب انوار اللغۃ میں فرماتے ہیں آنحضرت کی نماز میں رکوع اور رکوع کے بعد قومہ اور سجدہ اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ یہ سب برابر ہوتے تھے۔ افسوس ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں نے خصوصاً حنفیوں اور

شافعیوں نے اس سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ رکوع کے بعد قومہ اور دونو سجدوں کے درمیان جلسہ بہت تخفیف کرتے ہیں۔ بعضے چور نمازی تو رکوع کر کے سیدھے کھڑے بھی نہیں ہوتے اور مقتدیوں کو ربنا لك الحمد حمداً کثیراً مبارکاً فیه کہنے کی بھی مہلت نہیں دیتے کہ سجدے میں چلے جاتے ہیں، دونو سجدوں کے درمیان سیدھے بیٹھتے بھی نہیں کہ دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ نماز کیا پڑھتے ہیں مرغ کی سی ٹھونگیں مارتے ہیں۔ لاحول و لاقوۃ الا باللہ۔ در اصل یہ ان حضرات کی وہی تلنسیخ شدہ صورت نماز ہے جسکی ہیئت کذائی قفال مروزی نے سلطان محمود کے سامنے پیش کی (کما فصلناہ سابقاً) یہ نماز اسلامی نہیں۔ نماز یہ ہے جسکی ایک مثال صادق آل محمد نے قائم کی۔ خدا سب مسلمانوں کو توفیق نیک عطا فرمائے کہ وہ نماز اسلامی ادا کر کے سنت رسول کا احیا کریں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ یہی نماز پیغمبری پڑھو ورنہ مشرک کہلاؤ گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بیانات و استدلالات و براہین اسلامی نماز کی حقیقت سمجھنے اور صورت اصلی معلوم کرنیکے لئے کافی ہیں۔ اس سے زیادہ بھی ضرورت ہو تو پھر کتب مطولہ مطالعہ کیجائیں جنکی طرف ہم نے مقدمہ میں اشارہ کیا ہے۔ لہذا اب ہم ان بقیہ اختلافات نماز اسلامی کا بھی ذکر کرتے ہیں جنکی طرف اشارہ اور جن کا وعدہ کیا ہے اور بہت اختصار کے ساتھ۔ کیونکہ اس رسالہ میں طول کی گنجائش نہیں۔

خاتمہ

بعض دیگر اختلافات نماز

نمبرا۔(ا) یہ حدیث صحیح و متفق علیہ ہے۔ کہ "الاعمال بالنیات" اور بغیر نیت عبادت صحیح نہیں۔ وضو شرط صحت عبادت (نماز) ہے۔ لہذا اس میں بھی نیت لازم ہے اور یہ مسئلہ اہل اسلام ہے (نیل الاوطار، میزان الکبریٰ، رحمۃ الامۃ) امامیہ مذہب کا یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ اور ائمہ اہل البیت سے یہ بلا اختلاف مروی (شرح لمعہ، شرائع الاسلام، حبل المتین) پس وضو میں نیت کا ترک جائز نہیں جو ابی حنیفہ کا مذہب ہے۔

(ب) ترتیب اعضاء وضو میں واجب ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے یعنی پہلے منہ دھونا۔ پھر دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ۔ پھر مسح سر پھر مسح پا۔ اس کے برعکس درست نہیں جیسکی بابت قفال مروزی نے اپنی نماز میں اشارہ کیا ہے غسل اعضاء میں فطرت کے اصول کی پابندی لازم ہے یعنے اوپر سے نیچے کو دھونا۔ نیچے سے اوپر کو دھونا خلاف فطرت ہے۔ اور اس طریق فطری پر کل نوع انسانی کا اتفاق ہے۔ رسول اللہ نے ایسا ہی کیا ائمہ ہدیٰ نے ایسا ہی کیا ہے (حبل المتین صلا) اگر منہ یا ہاتھ الٹے دھونے کا حکم ہے تو پھر چاہیئے کہ ایسا کرنے والے غسل بھی الٹا کریں۔ یعنے ٹانگیں اوپر کر کے اور سر نیچے کر کے بلکہ طہارت و استنجا بھی اسیطرح کیا کریں۔ بائیں سے ہاتھ منہ دھونا بھی خلاف فطرت ہے

خلاف حکم اسلامی ہے۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے۔ یُمْنَاكَ لِعُلْيَاكَ وَ يُسْرَاكَ لِسُفْلَاكَ۔ تیرا دایاں ہاتھ منہ کیلئے ہے اور بایاں نیچے (طہارت وغیرہ) کیلئے۔ دنیا کا عمل یہی ہے۔ رسول اللہ کا عمل یہی تھا۔ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یَغْسِلُ وَجْھَہٗ بِیَمِیْنِہٖ۔ رسول اللہ دائیں ہاتھ سے منہ دھویا کرتے تھے۔ (کنز العمال) "وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یَّبْدَءَ فِیْ غَسْلِ وَجْھِہٖ بِاَعْلَاہُ لِکَوْنِہِ الْاَشْرَفِ۔" مستحب ہے کہ منہ پہلے اوپر سے دھویا جائے کیونکہ وہ حصہ اشرف ہے اور موافق فطرت ہے۔ (نووی شرح مسلم صـ۱۲۳) لفظ "اِلَی الْمَرَافِقِ" سے اُلٹا دھونا ثابت نہیں یہ عقل کا پھیر ہے بیشک ہاتھ کہنی تک دھلنے چاہئیں۔ لیکن یہ اس کے معنے نہیں کہ ابتدا نیچے سے کی جائے اور انتہا کہنی تک ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ کہنی تک ہاتھ فطرت کے موافق دھلے اور کہنی مغسول ہو۔ اسیواسطے مفسرین نے الیٰ بمعنے مع لیا ہے یعنی فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ مَعَ الْمَرَافِقِ (جلالین اور فتح الباری نے بھی یہی ثابت کیا ہے کہ الیٰ بمعنی مع ہے۔ اور یہی احادیث نبوی سے ثابت ہے اور یہی ائمہ اہل البیت سے (تہذیب الاحکام وحبل المتین)

مطلب ۲۔ مسح پا وضو میں منصوص ہے۔ فَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلِکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ اور یہاں بھی الیٰ بمعنے مع ہے۔ آیت میں صاف حکم ہے کہ جب تم نماز پڑھنے لگو تو پہلے وضو کر لو اور اپنے منہوں کو اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ اور اپنے پیروں کا کعب پا تک مسح کرو۔ لفظ ارجل کو خواہ مجرور پڑھا جائے۔ یا منصوب ہر حال میں وہ فَامْسَحُوْا کا مفعول بہ ہے۔ اور حکم مسح میں قطعاً

داخل۔ باء جارہ جو اسپر داخل ہے۔ وہ باتفاق علماء تبعیضیہ ہے یعنی کل نہیں بلکہ بعض حصّہ سر کا مسح کرنا واجب ہے۔ قال النوری والاوزاعی و اللیث یجزی مسح بعض الراس ویمسح المقدم وھو قول احمد و زید بن علی والناصر والباقرؑ والصادقؑ یعنی ثوری۔ اوزاعی اور لیث نے کہا ہے۔ سر کے کچھ حصہ کا مسح کرنا کافی ہے اور چاہیئے کہ سر کے اگلے حصہ کا مسح کرے اور احمد و زید بن علی و ناصر اور امام محمد باقرؑ و جعفر صادقؑ کا بھی یہی قول ہے یہی تمام معصومین سے مروی ہے اور انکا مسلک ہے اور اسی پر تمام دنیا کے شیعہ عامل ہیں یہی مضمون کتاب کافی استبصار اور حبل المتین وغیرہ میں ہے۔ اور یہ مسئلہ مجمع علیہ ہے پس اَرْجُلَكُمْ میں اَرْجُلَ کے جر یا نصب با جر جوار سے اصل معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہر حال میں یہ مفعول فَامْسَحُوْا ہے۔ اور پیر یقیناً حکم مسح میں داخل ہیں اور مسح پا اس حکم سے واجب ہے کیونکہ اصل یہی ہے کہ "الامر للوجوب"۔ اَرْجُلَكُمْ کو فَامْسَحُوْا کے حکم معمولیت سے خارج کرکے فَاغْسِلُوْا کا مفعول و معمول بنانا معاذ اللہ خدا کو کلام عرب بلکہ مطلق تکلم سے جاہل ثابت کرتا ہے۔ اگر کوئی کہے مار و زیدا اور عمرو کو اور انعام دو بکر اور زفر کو اور مطلب وہ یہ لے کہ مار و زید و عمر اور زفر کو تو کیا یہ عند العقلا رنا قابل ہوگا۔ اور کوئی ذی فہم اس کلام سے یہ سمجھ سکیگا فعل و فاعل و مفعول کے درمیان فاصلہ ہوسکتا ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ایک فعل کے مفعول دل ذکر کیئے جائیں پھر دوسرے فعل کے اور پھر اسی فعل سابق کے۔ یہ کلام کسی فصیح کا نہیں ہوسکتا۔ یہ غیر فصیح ہی نہیں بلکہ غلط ہوگا اور جاہل کا کلام سمجھا جائیگا۔

کیونکہ مقصود متکلم پر دال نہیں ہے۔ معمولی انسان بھی ایسا غلط کلام نہیں کر سکتا۔ چہ جائیکہ خدائے علیم ازلی اور پیغمبر حکیم عربی۔ یہ اس سے بھی بڑھکر جہالت کا مظاہرہ ہے۔ جو کہا جاتا ہے کہ خدا پہلے غسل پا کا حکم دینا بھول گیا۔ پھر یاد آیا تو کہا۔ ہاں، اور پیر بھی دھولیا کرو۔ جیساکہ مولوی نذیر احمد خانصاحب مرحوم دہلوی اپنے ترجمہ قرآن میں ارقام فرماتے ہیں اپنے خود رائے پیشوا کی غلط کاری کو صحیح ثابت کرنے کیلئے خدا و رسول سبکو خطا کار و غلط کار ثابت کیا جاتا ہے۔ اور کلام اللہ کو مسخ۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔

امام فخر الدین رازی کہتے ہیں۔ اس مسئلہ میں اختلاف ہو گیا ہے۔ قفال نے اپنی تفسیر میں ابن عباس۔ انس بن مالک عکرمہ شعبی اور امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے۔ کہ مسح پا واجب ہے اور یہی مذہب شیعہ امامیہ ہے اور شعبی میں عامر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا۔ جبرئیل محض پاؤں کا مسح لیکر اترا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ جن اعضاء کو دھونا ہے۔ انہی پر تیمم کا حکم ہے۔ اور جن پر مسح کا حکم ہے۔ انکو تیمم میں چھوڑ دیا ہے۔ اگر پیروں کے دھونیکا حکم ہوتا تو تیمم میں انپر مسح واجب ہوتا۔ ابن جریر اور ابن کثیر نے بھی ان صحابہ کا یہی عقیدہ لکھا ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں حضرت عثمان سے بھی مسح پا بروایت رویت رسول مروی و مرقوم ہے اور اسی میں حضرت علی سے مروی ہے کہ آپنے وضو کیا اور پشت قدم پر مسح کیا اور فرمایا اگر میں نے رسول اللہ کو اسی طرح کرتے نہ دیکھا ہوتا تو پشت پا کی نسبت تلو ونکا مسح مقدم ہوتا۔ مگر دین میں قیاس نہیں ہے۔ پس جیسے خدا نے بتلایا اور رسول نے سکھلایا ہے۔ اسیطرح کرنا واجب ہے۔ اور وہ مسح پشت پا ہے) ایسا ہی

حضرت علی کا عمل بخاری اور فتح الباری میں منقول ہے۔ اور یہ مذہب اہل بیت متفق علیہ و مسلم ہے۔ (حبل المتین۔ تہذیب الاحکام۔ کافی۔ استبصار وغیرہ)

تبصرہ

امام فخر الدین رازی کے بیان میں جن احادیث و روایات و عمل حضرت علی و حضرت عثمان وغیرہما کی طرف اشارہ ہے۔ یہ ہیں:-

نمبر ۱۔ حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا محمد بن جعفر حدثنا سعید عن قتادہ عن مسلم بن یسار عن حمران بن ابان عن عثمان اَنَّہٗ دَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّأَ فَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْھَہٗ ثَلَاثًا وَیَدَیْہِ ثَلَاثًا وَمَسَحَ بِرَاسِہٖ وَظَھْرِ قَدَمَیْہِ ثُمَّ ضَحِکَ فَقَالَ لِاَصْحَابِہٖ اَلَا تَسْئَلُوْنِیْ عَمَّا اَضْحَکَنِیْ فَقَالُوْا مِمَّ ضَحِکْتَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ رَئَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ دَعَا بِمَاءٍ قَرِیْبًا مِنْ ھٰذِہِ الْبُقْعَۃِ فَتَوَضَّاَ کَمَا

ہم سے عبد اللہ نے بیان کیا اور وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا اور اس نے کہا ہے کہ ہم سے محمد بن جعفر نے اور اس سے سعید نے اور اس سے قتادہ نے اور اس سے مسلم بن یسار نے اور اس سے حمران بن ابان نے اس حدیث کو بیان کیا کہ حضرت عثمان نے وضوء کے لئے پانی منگایا۔ کلی کی۔ ناک میں پانی ڈالا تین دفعہ منہ دھویا۔ تین دفعہ ہاتھ دھوئے اور سر اور پشت پا کا مسح کیا اور پھر ہنسے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم مجھ سے ہنسنے کا سبب کیوں نہیں پوچھتے تب عرض کیا اے خلیفۃ المسلمین آپ کیوں ہنسے۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا

توضأت ثم ضحك فقال الا تسئلوني
ما اضحكني فقالوا ما اضحكك يا رسول الله فقال
الا تسألوني ما اضحكني
فقالوا ما اضحكك يا رسول
الله فقال ان العبد اذا دعا
بوضوء فغسل وجهه حط الله
عنه كل خطيئة اصابها
بوجهه فاذا غسل ذراعيه
كان كذلك وان مسح
براسه كان كذلك واذا
مسح ظهر قدميه كان
كذلك۔

کہ قریب تھے اسی جگہ انہوں نے وضو کیلئے پانی
طلب فرمایا اور اسیطرح وضو کیا جسطرح ہمیں نے
کیا ہے اور حضرت ہنسے اور فرمایا کہ تم لوگ ہنسنے
کا سبب کیوں دریافت نہیں کرتے تو صحابہ نے
عرض کیا یا رسول اللہ۔ فرمائیے اس ہنسی کا
کیا سبب ہے۔ فرمایا جب بندہ مومن وضو کے
لئے پانی طلب کرتا ہے پھر منہ دھوتا ہے تو خدا
اس کے وہ تمام گناہ محو کر دیتا ہے جو اس نے
منہ سے کئے ہوں اور جب ہاتھ دھوتا ہے
تو اسیطرح ہاتھوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں اور
جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر کے اور جب
پیروں کا مسح کرتا ہے تو پیروں سے جو گناہ کئے
ہیں گر جاتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اول ص ۵۸ مطبوعہ مصر)

حدثنا عبد الله حدثني ابي
ثنا ابن الاشجعي حدثنا ابي عن سفيان
عن سالم ابي النضر عن بسر بن سعيد
قال اتى عثمان المقاعد فدعا بوضوء
فتمضمض واستنشق ثم غسل
وجهه ثلاثا ويديه ثلاثا ثلاثا

بسر بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت
عثمان وضو کی جگہ بیٹھے۔ اور
پانی منگایا۔ کلی کی ناک میں پانی ڈالا
تین تین دفعہ۔ منہ ہاتھ دھوئے
اور سر اور پیروں کا مسح کیا اور
فرمایا۔ اے لوگو میں نے اس طرح

ثُمَّ مَسَحَ بِرَاسِهِ وَرِجْلَيْهِ ثَلَاثًا ثَلَاثًا ثُمَّ قَالَ
رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ هٰكَذَا يَتَوَضَّأُ يَا هٰؤُلَاءِ
كَذٰلِكَ قَالُوْا نَعَمْ لِنَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ
رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ ۔

رسول اللہ کو وضو کرتے دیکھا ہے
سب نے کہا ہاں۔ اور بہت سے
اصحاب رسول آپ کے پاس
تھے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا عبد اللہ
بن الولید حدثنا سفیان حدثنی سالم ابو
ابو النضر عن بسر بن سعید عن عثمان بن
عفان انہ دعا بماء فتوضأ عند المقاعد
فتوضأ ثلاثا ثلاثا ثم قال لاصحاب رسول اللہ
ھل رأیتم رسول اللہ فعل ھذا (ص۶۸ مسند احمد مصری)

تیسری روایت نیز بسر بن سعید سے مروی ہے
کہ عثمان نے وضو کیلئے پانی طلب کیا اور
تین تین مرتبہ منہ ہاتھ دھوکر اور تین تین
دفعہ سر و پیر کا مسح کرکے وضو کیا
اور اصحاب رسول سے کہا کیا تم نے
رسول اللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے؟

حدثنا عبد اللہ حدثنی وکیع
الاعمش عن ابی اسحاق عن عبد خیر
عن علی قال کنت اری ان باطن
القدمین احق بالمسح من
ظاھرھما حتی رأیت رسول اللہ
یمسح ظاھرھما (ص۹۵ مسند احمد)

عن عبد خیر عن علی میری رائے میں
پیروں کے تلوؤں کا مسح پشت سے بہتر ہے لیکن رسول
اللہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ پشت پا ہی پر مسح
کرتے تھے نیز مروی ہے کہ باطن قدمین وضو
میں مسح کے زیادہ حقدار ہیں مگر رسول اللہ
ظاہر قدمین ہی پر مسح فرماتے تھے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی ثنا
اسحاق بن اسمٰعیل ثنا وکیع ثنا
الاعمش عن ابی اسحاق عن عبد

عن عبد خیر عن علی۔ میری رائے
میں پیروں کے تلوؤں کا مسح کرنا پشت سے بہتر ہے
لیکن رسول اللہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ پشت

خیر عن علی قال کنت اریٰ ان باطن
القدمین احق بالمسح من ظاهرهما حتی
رأیت رسول الله یمسح ظاهرهما (ص ۱۱۱)
حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا
اسحاق بن یوسف عن شریک عن
السدی عن عبد خیر قال رأیت
علیاً دعا بماء لیتوضأ فتمسح به
تمسحاً ومسح علی ظهر قدمیه ثم قال
هذا وضوء من لم یحدث ثم قال لولا
انی رأیت رسول الله مسح علی ظهر قدمیه
رأیت ان بطونهما احق ثم شرب فضل
وضوئه وهو قائم ثم قال این الذین یزعمون
انه لا ینبغی لاحد ان یشرب قائماً (ص ۱۱۶)
حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا ابن الاشجعی
ثنا ابی عن سفیان عن السدی عن عبد خیر
عن علی انه دعا بکوز من ماء ثم قال این هؤلاء
الذین یزعمون انهم یکرهون الشرب قائماً قال
فاخذه فشرب وهو قائم ثم توضأ وضوءاً خفیفاً
ومسح علی نعلیه ثم قال هکذا وضوء رسول الله للطاهر ما لم یحدث (ص ۱۲۳)

پاہی پر مسح کرتے تھے۔ نیز مروی ہے کہ باطن
قدمین وضو میں مسح کے زیادہ حقدار ہیں۔ مگر
رسول اللہ ظاہر قدمین ہی پر مسح فرماتے تھے۔
نیز انہی بزرگ سے مروی ہے کہ دیکھا علی کو کہ
انہوں نے وضو کیلئے پانی منگایا وضو کیا
اور پشت پر مسح کیا اور فرمایا یہی وضو ہے
غیر جنب کا۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر میں رسول اللہ
کو نہ دیکھتا کہ پشت پا پر مسح کرتے تھے تو
میری رائے میں تلووں کا مسح کرنا مناسب
ہوتا لیکن دین میں رائے و قیاس پر عمل
نہیں ہو سکتا ہی پھر وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے
کھڑے نوش فرمایا اور فرمایا کہاں ہیں وہ لوگ
جو کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پانی پینا جائز نہیں
یہی مضمون سدی کی روایت میں ہے۔ مگر
فرق یہ ہے کہ اس میں اول پانی پینا اور
پھر وضو کرنا مذکور ہے۔ اور پھر فرمایا
کہ یہی وضو ہے طاہر کا جب تک
جنب نہ ہو۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا اسحق بن اسمعيل و ابو خيثمة قال ثنا وكيع ثنا الاعمش عن ابي اسحاق عن عبد خير عن علي قال كنت ارى ان باطن القدمين احق بالمسح من ظاهرهما حتى رأيت رسول الله يمسح ظاهرهما (ص۱۳۴)

ابو اسحاق کی روایت میں بھی علی سے یہی مضمون مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری رائے میں تو باطن قدمین مسح کے زیادہ مستحق ہیں لیکن رسول اللہ کو دیکھا ہے کہ وہ ظاہر قدمین ہی پر مسح کرتے تھے۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا اسحاق ثنا سفيان مرة اخرى قال رأيت عليا توضأ فمسح ظهورهما (ص۱۴۲)

سفیان سے بھی یہی مضمون علی سے مروی ہے اور مدعا راویوں کا واحد۔

حدثنا عبد الله حدثني ابي ثنا بهز ثنا شعبة عن عبد الملك بن ميسرة قال سمعت النزال بن سبرة قال رأيت عليا صلى الظهر ثم قعد لحوائج فلما حضرت العصر اتي بتور من ماء فاخذ منه كفا فمسح وجهه وذراعيه وراسه ورجليه ثم اخذ فضله فشرب قائما وقال ان ناسا يكرهون هذا وقد رأيت رسول الله يفعله وهذا وضوء من لم يحدث (ص۱۵۳)

میسرہ بیان کرتا ہے کہ میں نے نزال بن سبرہ کو کہتے سنا کہ میں نے علی کو دیکھا کہ آپ نے اول ظہر کی نماز ادا کی اور پھر لوگوں کی ضروریات مقدمات و سوالات طے کئے پھر جب عصر کا وقت آیا تو پانی کا لگن منگایا اور چلو میں پانی لیکر منہ ہاتھ دھوئے اور سر و پیر کا مسح کیا اور پھر بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا لیکن بعض لوگ اسکو مکروہ سمجھتے ہیں۔ اور میں نے رسول اللہ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ اور یہی وضو ہے غیر محدث کا۔

وَفِی سنن الدارقطنی حدثنا الحسین
بن اسمٰعیل حدثنا یوسف بن موسیٰ
حدثنا ہشام بن عبد الملک و الحجاج
بن المنہال و اللفظ لابی الولید قال
حدثنا ہمام حدثنا اسحاق بن عبد اللہ
بن ابی طلحة عن علی بن یحیی بن خلاد
عن ابیه عن عمه رفاعة بن رافع اخوین
من اہل بدر قال بینما نحن جلوس عند
رَسُوْلِ اللّٰہِ اَوْ رَسُوْلُ اللّٰہِ جَالِسٌ وَّنَحْنُ
حَوْلَہٗ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَاسْتَقْبَلَ
الْقِبْلَةَ وَصَلّٰی فَلَمَّا قَضَی الصَّلٰوةَ جَاءَ
فَسَلَّمَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلَی الْقَوْمِ
فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَعَلَیْکَ اِرْجِعْ
فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ فَجَعَلَ الرَّجُلُ
یُصَلِّیْ وَنَحْنُ نَرْمُقُ صَلٰوتَہٗ لَا نَدْرِیْ
مَا یَعِیْبُ مِنْہَا فَلَمَّا صَلّٰی جَاءَ فَسَلَّمَ
عَلَی النَّبِیِّ صلعم وَعَلَی الْقَوْمِ فَقَالَ لَہٗ
النَّبِیُّ صلعم وَعَلَیْکَ اِرْجِعْ فَصَلِّ
فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ قَالَ ہمام فلا ادری

دارقطنی میں ہے کہ ہمیں نے حسین بن اسمٰعیل
سے اس نے یوسف بن موسیٰ سے اُس نے
ہشام بن عبد الملک سے اور حجاج بن منہال
سے (اور الفاظ حدیث ابی الولید کے ہیں)
اُنہوں نے اسحاق بن عبد اللہ بن ابی طلحہ سے
اس نے علی بن یحییٰ بن خلاد سے اس نے اپنے
باپ اور چچا سے حدیث سُنی کہ جو دونو
اہل بدر تھے کہ ہم رسول اللہ کے پاس بیٹھے
ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور قبلہ رو
ہو کر نماز پڑھنے لگا۔ جب نماز پڑھ چکا تو
رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا
اور سلام کیا۔ اور سب اصحاب رسول
کو سلام کیا۔ رسول اللہ نے جواب سلام
دیا اور فرمایا۔ جا پھر نماز پڑھ کہ تو نے نماز
صحیح ادا نہیں کی۔ وہ پھر نماز پڑھنے لگا
اور ہم دیکھتے رہے ہم نہیں سمجھتے تھے کہ اس
میں کیا عیب ہے جب وہ پڑھ چکا تو حاضر
خدمت ہوا اور سلام کیا۔ رسول اللہ نے
جواب سلام دیا اور پھر فرمایا واپس جا۔ پھر

امرہ بذلک مرتین او ثلثا فقال الرجل ما ادری ما عیب علی من صلاتی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہا لا تتم صلوٰۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ فیغسل وجہہ و یدیہ الی المرفقین و یمسح براسہ و رجلیہ الی الکعبین۔

(ص۲۵)

نماز پڑھ کہ تو نے نماز ادا نہیں کی ہمام کہتا ہے کہ میں نہیں جانتا کہ دو دفعہ ایسا ہوا یا تین دفعہ۔ اس شخص نے کہا میں نہیں جانتا کہ میری نماز میں کیا نقص و عیب رہ گیا ہے۔ تب رسول اللہ نے فرمایا تمہاری کسیکی نماز پوری نہیں ہوتی جبتک کہ وضو صحیح اور کامل نہ ہو جیسطرح کہ خدا نے حکم دیا ہے۔ پس چاہئے کہ نمازی وضو میں اپنے منہ اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوئے اور سر کا مسح کرے اور پیروں کا کعبین تک مسح کرے۔

حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی قرأت علی عبد الرحمن عن عبد اللہ بن یزید ابو عبد الرحمن المقری قال ثنا سعید یعنی ابن ابی ایوب قال حدثنی ابو الاسود عن عباد بن تمیم المازنی عن ابیہ انہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یتوضأ ویمسح بالماء علی رجلیہ

عباد بن تمیم المازنی کی روایت میں ہے کہ اس نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ اس نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا تو پانی سے دونو پیروں کا مسح کیا۔

(مسند صفحہ ۴۰ جلد ۴)

ورویٰ فی البخاری فی تاریخہ واحمد وابن ابی شیبہ وابن ابی عمر والبغوی والطبرانی و

یہی روایت اسی سند سے بعینہ بخاری نے اپنی تاریخ میں درج کی ہے

الباوردی وغیرھم کلھم من طریق ابی	کہ تمیم مازنی نے اپنے باپ سے
الاسود عن عباد بن تمیم المازنی عن ابیہ قال	روایت کی ہے کہ میں نے رسول
رئیت رسول اللہ یتوضأ و یمسح بالماء علی	اللہ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا
رجلیہ۔ رجالہ ثقات	اور پانی سے دونو پیروں
(ص۳۷۵ جلد اول)	کا مسح کیا۔
قال صاحب الاصابہ جابر بن عوف الثقفی ذکرہ	یہی مضمون الاصابہ میں جابر بن
سعید بن یعقوب واوردلہ من طریق یعلی	عوف سے مروی ہے کہ رسول
بن عطا عن ابیہ عن اوس بن ابی اوس عمہ	اللہ نے نماز ادا کی اور وضو
جابر بن عوف ان النبی صلی و مسح علی قدمیہ	میں قدمین پر مسح کیا۔

انتہی مختصراً ص۲۳۹ جلد اول

ان روایات کا ماحصل یہ ہے کہ :-

اول۔ رسول اللہ وضو میں پیروں کا مسح کرتے تھے۔

دوم۔ حضرت عثمان پیروں کا مسح کرتے تھے۔

سوم۔ حضرت علی پیروں پر مسح کرتے تھے۔

چہارم۔ اصحاب نے رسول اللہ کو۔ علی کو اور عثمان کو اسیطرح مسح کرتے دیکھا ہے۔

پنجم۔ عثمان نے یہ تصریح کی ہے کہ رسول اللہ اسی طرح عمل فرماتے تھے۔ اور بہت سے اصحاب کو اپنا شاہد بنایا ہے۔

ششم۔ علیؑ نے یہ تصریح کی ہے کہ رسول اللہ اسیطرح عمل کرتے تھے۔ اور اگر یہ

عمل رسول نہ ہوتا اور مدار رائے پر ہوتا تو ہم بجائے پشت پا کے باطن پا کا مسح کرتے ۔

ہفتم۔ ان روایات سے صاف واضح ہے کہ حکم وضو میں مسح ہی کا ہے ۔ لیکن عثمان اور علی کے زمانے میں اس میں اختلاف پڑ چکا تھا۔ اور اسی واسطے یہ دونو صاحب۔ اصحاب سے شہادت لیتے اور اپنی چشم دید شہادت وضوء رسول میں مسح پا پر دیتے تھے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت عثمان سے قبل اختلاف پیدا ہوا تھا اور وہ اغلب ہے کہ حضرت عمر ہی کے زمانے میں انہی کے حکم یا فعل سے پیدا ہوا۔ اور اس کی تائید آئندہ کی روایات اور بیانات سے بھی ہو گی ۔

واخرج البیہقی فی سننہ عن رفاعۃ ابن رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال للمسیء صلاتہ انہا لا تتم صلوۃ احدکم حتی یسبغ الوضوء کما امرہ اللہ یغسل وجہہ ویدیہ الی المرفقین ویمسح براسہ ورجلیہ الی الکعبین۔

بیہقی نے اپنی سنن میں رفاعہ بن رافع سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے ایک غلط نماز ادا کرنے والے سے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز درست نہیں جب تک وہ وضو درست نہ کرے جس طرح کہ خدا نے حکم دیا ہے یعنی منھ دھوئے کہنیوں تک ہاتھ دھوئے سر کا مسح کرے اور کعبین تک پیروں کا مسح کرے ۔

واخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ وامسحوا برؤسکم وارجلکم قال ھو المسح۔

ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عباس سے آیہ وضو کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ حکم آیت میں مسح کا ہے ۔

واخرج عبد الرزاق وابن ابی شیبہ وابن ماجہ عن ابن عباس قال ابی الناس الا الغسل ولا اجد فی

عبدالرزاق۔ ابن ابی شیبہ اور ابن ماجہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ لوگ تو پیر دھونے لگے ہیں اور میں کتاب اللہ میں مسح پا کے

كِتَابِ اللهِ إِلَّا الْمَسْحَ ۔

سوا حکم نہیں پاتا ۔

واخرج عبد الرزاق وابن جرير عن ابن عباس قال الوضوء غسلتان ومسحتان ۔ واخرج ابن ابي شيبة عن عكرمة مثله.

عبد الرزاق اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ ابن عباس نے کہا وضو دو غسل اور دو مسح ہیں منہ اور ہاتھ کا دھونا اور سر اور پیر کا مسح کرنا یہی ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے ۔

واخرج عبد الرزاق وعبد بن حميد عن ابن عباس قال افترض الله غسلتين ومسحتين الا ترى انه ذكر التيمم فجعل مكان الغسلتين المسحتين ۔

عبد الرزاق اور عبد بن حمید نے بھی عبد اللہ بن عباس سے روایت کیا ہے کہ خدا نے دو چیزوں کے دھونیکا حکم دیا ہے اور دو کے مسح کرنیکا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ذکر تیمم میں انہی اعضاء کے مسح کا حکم ہے جنکے دھونیکا وضو میں حکم ہے ۔

وَاَخْرَجَ ابن جرير وابن المنذر عن قتادة مثله ۔

ابن جریر اور منذر نے قتادہ سے یہی روایت لکھی ہے ۔

واخرج سعيد بن منصور وابن ابي شيبة وابن جرير عن انس انه قيل له ان الحجاج خطبنا فقال اغسلوا وجوهكم وايديكم وامسحوا برؤسكم وارجلكم وانه ليس شيء من ابن ادم اقرب الى الخبث من قدميه فاغسلوا بطونهما وظهورهما وعراقيبهما

سعید بن منصور ابن ابی شیبہ اور ابن جریر نے انس بن مالک کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حجاج نے خطبہ پڑھا اور اسمیں کہا اپنے منہ اور ہاتھ دھوؤ اور سر پیر کا مسح کرو ۔ اور پیروں سے زیادہ انسان کی کوئی چیز پلید نہیں ہوتی پس ضرور ہیں پیروں کو خوب اوپر نیچے سے اور ایڑیوں تک کو دھوؤ ۔ تو انس نے

فقال انس صدق الله وكذب الحجاج قال الله وامسحوا برؤسكم وارجلكم وكان انس اذا مسح قدميه بلهما۔

کہا۔ اللہ نے سچ کہا ہے اور حجاج جھوٹ بولتا ہے۔ خدا کہتا ہے کہ مسح کرو سر اور پیرونکا اور انس جب پیرونکا مسح کرتے تھے تو انکو تر کر دیتے تھے۔

واخرج[16] عبد الرزاق وابن[17] ابی شیبہ وعبد[18] بن حمید وابن جریر[19] عن الشعبی قال نزل جبریل بالمسح علی القدمین الا تری ان المتیمم یمسح ما کان غسلاً ویلغی ما کان مسحاً۔

عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر نقل کرتے ہیں کہ شعبی کہتا تھا کہ جبرئیل آسمان سے مسح پاؤں کا حکم لیکر اترا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تیمم کرنے والا انہی اعضاء کو مسح بالتراب کرتا ہے جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں اور جنپر وضو میں مسح ہے وہ تیمم میں چھوڑ دئے جاتے ہیں۔

واخرج[20] عبد بن حمید عن الاعمش والنحاس[21] عن الشعبی قال نزل القرآن بالمسح وجرت السنۃ بالغسل

عبد بن حمید وغیرہ نے شعبی ہی سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں تو حکم مسح ہی کا ہے لیکن لوگوں کی سنت پیرونکا دھونا ہو گئی ہے۔

واخرج[22] عبد بن حمید عن الاعمش قال کانوا یقرؤنہا برؤسکم وارجلکم بالخفض وکانوا یغسلون۔

عبد بن حمید اعمش سے روایت کرتا ہے لوگ ارجلکم کو زیر سے پڑھتے تھے اور پھر بھی دھوتے تھے۔

واخرج[24] ابن جریر عن انس قال نزل القرآن بالمسح والسنۃ بالغسل۔

ابن جریر نے انس سے روایت کیا ہے کہ قرآن میں حکم مسح پا کا ہے اور لوگوں میں سنت غسل پا جاری ہو گئی ہے۔

واخرج[23] الطبرانی فی الاوسط عن البراء

براء بن عازب یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

بن عازب ان رسول اللہ لم یزل
یمسح علی الخفین قبل نزول المائدۃ
وبعدھا حتی قبضہ اللہ عزوجل۔
واخرج الطبرانی فی الاوسط عن
ابن عباس انہ قال ذکر المسح
علی القدمین عند عمر وسعد
وعبد اللہ بن عمر فقال عمر سعد
افقہ منك فقال عمر یا سعد انا
لا ننکر ان رسول اللہ مسح ولکن
ھل مسح منذ انزلت سورۃ المائدۃ
فانھا احکمت کل شیئ وکانت آخر
سورۃ نزلت من القرآن الا براءۃ
قال فلم یتکلم احد۔ (در منثور جلد ۲ ص ۲۶۲ تا ۲۶۳)

خفین پر مسح فرماتے تھے سورۂ مائدہ
کے نزول سے قبل بھی اور بعد بھی یہاں
تک کہ انتقال فرمایا۔
طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا
ہے۔ عمر سعد اور ابن عمر کے سامنے مسح
پا کا ذکر ہوا تو عمر نے کہا۔ سعد تجھ سے
زیادہ فقیہ ہے۔ اے سعد ہم اس کا
انکار نہیں کرتے۔ کہ رسول اللہ نے ضرور
پیروں کا مسح کیا لیکن کیا سورۂ
مائدہ کے نزول کے بعد کیا۔ یا قبل
نزول کیونکہ اس نے ہر حکم کو مستحکم کر دیا
ہے اور برات کے سوا سب سے آخری سورت
ہے تو پھر کسی نے کچھ نہ کہا۔

بخاری باب شرب الماء قائماً میں روایت نزال بن سبرۃ اور ذکر وضو کو نقل کرتے
ہیں۔ اور یہ تصریح کہ علی نے پیروں کا مسح ہی کیا تھا۔

صاحب ازالۃ الخفاء سے نقل کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر کا یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک
دن لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو اس میں فرمایا کہ دین میں رائے پر عمل کرنیوالے
سنت کے دشمن ہیں (لاریب فیہ) حدیثوں کے یاد کرنے سے عاجز ہے۔ اور انہیں
محفوظ نہ رکھ سکے۔ اور لوگوں کے سوالات پر یہ کہنا موجب شرم معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ

ہم نہیں جانتے تو اپنی رائے سے سنن پیغمبری کا مقابلہ کرنے لگے۔ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ خدا کی قسم رسول اللہ نے اپنی وفات اور انقطاع وحی سے پہلے ہی تکمیل دین فرما کر لوگوں کو دین میں رائے زنی سے مستغنی کر دیا تھا اگر دین میں رائے کو دخل ہوتا تو یقیناً ظاہر قدمین کی نسبت باطن قدمین مسح کے زیادہ مستحق ہوتے پس تم ان لوگوں سے پرہیز کرو۔ جو دین میں رائے زنی کرتے ہیں حضرت عمر کی اس پولیٹیکل تقریر میں جہاں اس امر پر روشنی پڑتی ہے۔ کہ مسائل دین میں عام انسانی رائے کو دخل نہ ہونا چاہیے جس کو ہم مفصل لکھتے رہے ہیں وہاں۔ یہ بھی واضح ہے کہ حضرت عمر بھی ابتداً میں مسح ہی کے قائل تھے۔ بعد ازاں کسی مصلحت سے غسل پا کے عامل بنے اور پھر خود ہی مسئلہ کی تاویلیں شروع کیں کہ یہ حکم مسح قبل نزول سورہ مائدہ تھا۔ حالانکہ ثابت ہو چکا ہے۔ اور حضرت عمر خود بھی جانتے تھے کہ آیہ وضو جو سورہ مائدہ میں ہے صاف مسح پا پر دال ہے غسل کا وہاں شبہ بھی نہیں۔ یہ سب تاویلات ہیں جو اس کے خلاف عمل ہو جانیکے بعد کی گئی ہیں۔ اور روایات بھی اس عمل کے بعد ہی بنائی گئی ہیں۔ اعراب "اَرْجُلَکُمْ" کے نصب اور جر کی بحث بھی مابعد ہی کی ہے ورنہ پہلے جر ہی پڑھا جاتا تھا جیسا کہ تفسیر در منثور میں تشریح ہے (جلد ۲ صـ۲۶۳) جر جوار بھی اس خیال وعمل کے بعد تراشا گیا ہے اور نہ کتاب اللہ میں ایسی مہملات کا کیا کام اور پھر وہ بھی بے محل جہاں عرب اگر اس کو استعمال بھی کر گئے ہیں تو وہاں جہاں معنی میں اشتباہ پیدا نہ ہوتا ہو۔ جیسے مثلاً "جحر ضبٍ خربٍ"۔ میں نہ وہاں جہاں نہ اشتباہ بلکہ یقیناً معنی میں تغیر پیدا ہو اور وہ بھی جائز و ناجائز میں۔ یہاں جر جوار کو کیونکر جائز سمجھا جا سکتا ہے۔

اس تبصرہ میں اول جو تیرہ احادیث منقول ہیں وہ مسند احمد بن حنبل کی لی گئی

اور ان میں سے بعض کی تائید و تاکید بعض دوسری احادیث سے بھی کی گئی ہے جو بعد میں مذکور ہوئی ہیں اور امام احمد بن حنبل کی جلالت شان اس سے ظاہر ہے کہ وہ امام بخاری و مسلم دونوں کے استاد ہیں اور ان دونوں میں ان کی روایات ہیں۔ اور اسحٰق بن احمد انکو حجت خدا سمجھتے ہیں اور خلفا ثلثہ کا ہم پایہ مانا گیا ہے۔ بلکہ حضرت ابو بکر سے افضل (اسمار الرجال ذہبی) اور علم و فضل میں حضرت صدیق سے افضل ہوئے ہیں کسی عالم بابصیرت کو شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ باقی چودہ روایات مفسرین و محدثین ہیں جو مسح پا کو واضح و ثابت کرتی ہیں کہ رسول اللہ وضو میں مسح پا فرماتے تھے۔ اور یہی حکم مطابق کتاب اللہ دیتے تھے۔ اس کے بغیر وضو غلط اور نماز باطل۔ اصحاب رسول مثل حضرت علی و حضرت عثمان و انس بن مالک وسعد بن ابی وقاص و عبداللہ بن عمر و غیرہم کی بھی یہی تصریح و توضیح ہے۔ عکرمہ۔ قتادہ۔ شعبی وغیرہ تابعین کا بھی یہی حکم و عمل تھا۔ امام ابو حنیفہ۔ علقمہ۔ مجاہد۔ جابر بن زید وغیرہ تبع تابعین کا بھی یہی عمل تھا۔ آئمہ اہل البیت بلا اختلاف سب یہی عمل رکھتے تھے۔ دفیہ تذکرۃ و تبصرۃ لاولی الابصار والالباب۔

غرض حکم مسح پا کتاب اللہ اور سنت رسول سیرۃ صحابہ اور اجماع اہل البیت سے قطعاً ثابت ہے لیکن حضرت عمر نے دیگر اکثر احکام شریعت کی طرح اس حکم کو بھی اپنی رائے سے نسخ اور صورت وضو کو مسخ کر دیا ہے اور خود علماء اہل سنت اس کے قائل ہیں اور اس کی تصریح فرماتے ہیں مسئلہ وضو میں پاؤں دھونے اور مسئلہ متعہ میں مجتہدین نے عمر کی متابعت کی ہے۔ یعنے قرآن سے مسح پا اور مسئلہ متعہ ثابت ہیں لیکن حضرت عمر نے ان کے خلاف کیا ہے۔ اور حرام قرار دیدیا ہے اور سنی مجتہدین

حضرت عمر ہی کی پیروی کرتے ہیں۔ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور تمسک اہل البیت کو چھوڑ دیا ہے اور اس غلطی نے نماز ہی باطل کر دی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کسی کی نماز صحیح نہیں ہو سکتی جب تک وہ اپنے وضو کو مکمل نہ کرے جس طرح کہ اللہ نے اس کو حکم دیا ہے۔

غلطی ۳ تکبیرۃ الاحرام اور ہر تکبیر کے وقت رفع یدین (کانوں تک ہاتھ اٹھانا) سنت رسول اللہ و سنت اصحاب و تابعین و تبع تابعین ہے۔ اور آئمہ اربعہ میں سے امام مالک و شافعی جو نسبتاً اتباع سنت نبوی کی کوشش کرتے ہیں ابو حنیفہ اور امام احمد سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ اسی کے عامل اور قائل ہیں۔ کتاب الاذن باب رفع یدین میں ہے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حَذْوَ مَنْکِبَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ وَ کَبَّرَ لِلرُّکُوْعِ وَ اِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ مِنَ الرُّکُوْعِ رَفَعَھُمَا کَذٰلِکَ اَیْضًا وَ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔	کہ رسول اللہ جب نماز شروع کرتے تکبیر کہتے تھے اور ہاتھ دونوں کندھوں کے مقابل بلند کرتے تھے اور اسی طرح جب رکوع میں جانے یا رکوع سے سر اٹھاتے تکبیر کہتے اور رفع یدین فرماتے اور رکوع سے اٹھکر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تھے۔

اور باب رفع الیدین میں بھی یہی مروی و مرقوم ہے۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کی تو دونوں ہاتھ تکبیر کے ساتھ دونوں کندھوں کے مقابل بلند کئے اور جب رکوع کیلئے تکبیر کہتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے اور سمع اللہ لمن حمدہ فرماتے تھے۔ اصحاب بھی ایسا

ہی کرتے تھے اور یہ مسلم ہے کہ آل رسول کا یہی عمل تھا جو رسول کا جیسا کہ مفصل حماد بن عیسٰی کی روایت امام جعفر صادق کی صورت نماز میں گذرا اور ضرورت اعادہ نہیں یہ مسئلہ مذہب امامیہ میں اجماعی ہے۔ اور چونکہ احادیث و روایات متعلق اس سنت رسول و سیرت اصحاب رسول بکثرت ہیں اس لئے اہل حدیث بھی اسی پر عامل ہیں لیکن ابو حنیفہ خلاف رسول اللہ اس کی مخالفت میں فتوے دیتے ہیں حنفیوں کو بھی اس اصل مسلم کے ماتحت اسی سنت رسول رفع یدین پر عامل ہونا چاہیے۔ مخالف سنت رسول اطاعت و اتباع مجتہد قطعاً حرام ہے۔ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا۔

نمبر۴۔ یہ پہلے مقدمہ ہی میں مذکور ہو چکا ہے کہ اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کا ترک اور اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کا اضافہ حضرت عمر نے کیا ہے سنت رسول اللہ و سنت اصحاب و تابعین و تبع تابعین یہی ہے کہ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل اذان میں ضرور کہا جائے کہ فصول نماز میں مثل حَیَّ عَلَی الْفَلَاح شامل ہے۔ حضرت عمر نے جس طرح اور سنن نبوی ترک کیں اور اپنی طرف سے اضافہ یہ بھی کیا جیسا کہ تراویح بھی انہیں کی ایجاد ہے (ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء وغیرہ) رسول اللہ نے کبھی تراویح نہیں پڑھیں۔ بلکہ صرف نوافل شب فرادےٰ پڑھتے تھے۔ موطا میں حضرت عائشہ سے اس کے متعلق دو روایتیں ہیں اور دیگر کتب اس سے پر۔ بلکہ حضور انور نے نوافل میں جماعت کو منع فرمایا ہے۔

بہرحال جس طرح یہ چیزیں ایجاد حضرت عمر ہیں اسی طرح خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم اور ترک حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل جس کی تصحیح کلام قوشجی میں آ چکی ہے۔ اور اس سے

زیادہ یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلا شخص جس نے حضرت کے زمانہ میں اس کی تاسی میں اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہنا شروع کیا۔ وہ سعد۔ اور بلال ہمیشہ اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کہتے تھے۔ اور اس لئے انہوں نے حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں مسجد میں اذان دینی بھی چھوڑ دی (تفسیر تنویر البیان و کنز العمال وغیرہما) ائمہ اہل البیت کا اسپر اجماع ہے۔ اور تسہیل القاری میں ہے کہ امام زین العابدین علی بن الحسین ع کا یہی عمل تھا۔ اور یہی آجتک مذہب امامیہ ہے اور مجمع علیہ و متفق علیہ ہے (جبل المتین صفحہ کافی۔ تہذیب الاحکام وغیرہ)

غرض سنت رسول اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل اور اسی پر کل کا اتفاق ثابت ہوا۔ اور باصل مسلم اس کا اتباع کل مسلمانوں پر لازم ہوا۔ جملہ اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کیسا ہی اچھا اور پسندیدہ حضرت عمر ہو۔ یا اہل دنیا اور بھی اس مضمون یا جملہ کو پسند کرتے ہوں لیکن اس میں اوّل تو کوئی خاص خوبی نہیں ہے دوسرے اذان ذکر عقائد حقہ اسماء اللہ کا نام ہے۔ یہ جملہ نہ اسم اللہ ہے نہ ذکر اللہ تو اسکو اذان میں کہنا موجب ابطال عمل ہے تیسرے۔ نماز تو ہر چیز سے بہتر ہے۔ بلکہ دیگر تمام عبادات سے بھی بہتر ہے۔ اس کو صرف نوم سے بہتر کہنا اسکی عظمت کی تنقیص ہے نہ کہ تعظیم۔ چوتھے۔ سوتوں کو سونے کی مذمت سنانا بے معنی ہے اور اگر جگانا مقصود ہے تو وہ اول فصول اذان ہی سے جاگ سکتے ہیں۔ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل کہنے سے کیوں بیدار نہیں ہو سکتے۔ جو اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم سے بیدار کئے جاتے ہیں پانچویں۔ حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَل خود اس مضمون کو شامل ہے اور طلب اور دعوت عبادات کو بھی جب یہ کہدیا گیا کہ بہترین عمل نماز کیطرف جلدی آؤ تو یہ بھی تو اسمیں کہدیا گیا کہ وہ سونے سے بھی بہتر ہے

کیونکہ جب سب اعمال سے بہتر اور خیر ہی تو سونے سے بھی بدرجہا اولیٰ بہتر ہی اور بدرجہا بہتر ہی یہ فقرہ محض لغو ہو
بہرحال اس میں کوئی خاص خوبی نہیں اور یہ محض بدعت سیئہ ہی نہیں۔ بلکہ
صاف عبادت خدائی سے استہزا اور دین الٰہی سے لہو و لعب ہے اور یقیناً ہے
اور اسی لئے یہ فقرہ کہا گیا۔ وَلَا يَخْفٰى عَلَى الْعَاقِلِ الْبَصِيْرِ۔ خدا تمام مسلمانوں کو
اس بدعت سے بچائے جو موجب نقص یا ابطال عبادت ہے اور سب کو خیر عمل
کی توفیق دے۔ وَمَنِ اهْتَدٰى زَادَهُمُ الْهُدٰى۔

نمبر ۵ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ کو ہر نماز میں باآواز بلند پڑھنا۔
سنت رسول اللہ ہے۔ امام فخر رازی یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ہر نماز میں وقت قرأت
بسم اللہ کو باآواز بلند پڑھتے تھے اور حضرت شیخین نے اس کو ترک کیا پھر حضرت علی نے
اس کو شائع کیا پھر معاویہ نے اس کو چھڑایا جیسا کہ مقدمہ میں گذرا (دراسات اللبیب ص ۹۶)
اور بغدادیوں نے شیعیان مصر کی ضد میں ترک کیا اور آجتک حنفیوں میں متروک ہے
اور امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ بسم اللہ جزو سورہ نہیں ہے۔ اور امام احمد اور شافعی کے نزدیک
یہ جزو سورہ ہے اور پڑھنا اس کا واجب اور اسیطرح باآواز بلند پڑھنا۔ کہ ماموین یا ساتھ والے
سن سکیں طریق اہل البیت بھی یہی تھا اور ہے جو طریق رسول اللہ ہی۔ اور معصوم نے مومن
کی پانچ علامتیں بتلائی ہیں۔ الجہر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ التعفیر للجبین ۲
التختم بالیمین ۔ الصلوٰۃ باحدیٰ وخمسین ۔ وزیارۃ الاربعین ۵ ۔ یعنی بسم اللہ
کو باآواز بلند پڑھنا پیشانی جبین خاک پر ملنا۔ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا۔ اور روزانہ
اکیاون رکعت نماز پڑھنا۔ ۱۷ فرض اور ۳۴ نفل اور امام حسین کے چہلم کے دن زیارت
کرنا یا پڑھنا۔ یہ تمام چیزیں مسلمانوں سے متروک ہیں اور یہ تمام ان ایک ہزار مسائل

اسلامیہ میں سے ہیں۔ جو حضرات شیخین نے متغیر و متبدل کئے خصوصاً حضرت عمر نے مسلمانوں کو سنت رسول پر عمل چاہیے سنت رسول پر سنت شیخین کو ترجیح دینا اسلام سے بیزاری کا مظاہرہ ہے۔

وَقَالَ الْبَیْہَقِی۔ اَجْمَعَ اٰلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَوْ اَجْمَعَ اٰلُ رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَی الْجَھْرِ بِبِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہمارے اصول متفقہ کے مطابق بسم اللہ کو باواز بلند پڑھنا حکم خدا و رسول ہے کیونکہ جہر کو ترک کرنے کی روایت آل رسول میں کوئی نہیں اور اکثر صحابہ و تابعین و تبع تابعین کا بھی یہ قول و عمل تھا جیسے کہ ابن عمر۔ ابن زبیر۔ ابن عباس۔ عمار۔ بلکہ شروع اسلام میں شیخین بھی اسی کے عامل تھے۔ بمتابعت رسول بعد میں ترک فرمائی اور عثمان بھی۔ ابی بن کعب۔ ابو قتادہ لے۔ ابو سعید۔ انس بن مالک۔ عبداللہ بن ابی شدر بن اوس۔ و عبداللہ بن جعفر و حسین بن علیؑ وغیرہم۔ غرض یہ سنت مسلمہ ہے۔ وَالْعَمَلُ بِہٖ وَاجِبٌ وَالتَّفْصِیْلُ فِی الْمُطَوَّلَاتِ۔

مسئلہ۔ قرآت میں بعد ختم قرآت سورہ حمد ماموم کا آمین کہنا مختلف فیہ ہے اس پر بعض فرق اسلامی لڑتے رہتے ہیں اور خوب مجادلہ ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے۔ کہ کلمۂ آمین۔ کلمۂ قرآنی نہیں ہے۔ اور کلام زائد ہے۔ اور نماز میں کلام زائد موجب بطلان صلوٰۃ ہے۔ لہذا یہ نہ کہنا چاہیے نیل الاوطار میں ہے کہ امام مالک کہتے ہیں کہ جہریہ نماز میں امام آمین نہ کہے (اور نہ ماموم) اور ایک روایت یہ ہے کہ نماز جہری یا سری کسی میں آمین نہ کہی جائے۔ اور ابو حنیفہ اور اہل کوفہ سے بھی یہی مروی ہے اور امام مالک مدنی ہونے کی وجہ سے سنت رسول کے زیادہ واقف مانے گئے ہیں کیونکہ رسول نے خود فرمایا ہے کہ اہل مدینہ میری سنت کے زیادہ واقف ہیں اور مالکؒ ہی کہتے ہیں

جو اہل مدینہ کرتے تھے اور عمل اہل مدینہ غیر اہل مدینہ کی حدیث پر بھی مقدم ہے۔ اور اجماع اہل مدینہ حجت قاطعہ ہے۔ لہذا آمین کہنا بدعت ہوا۔ اور یہی اہل بیت نبوت و رسالت کا عمل رہا ہے۔ اور یہی یعنی اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے۔ حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اِذَا کُنْتَ خَلْفَ الْاِمَامِ فَقَرَءَ الْحَمْدُ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَتِهَا فَقُلْ اَنْتَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ص۱۸۲ جلد۱۔ تہذیب ص۲۵ جلد۱۔ جب تم جماعت سے نماز پڑھو۔ اور امام قرأت حمد سے فارغ ہو تو تم اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن کہو اور آمین نہ کہو۔ یہ بدعت ہے۔ رسول نے کبھی نہیں کہی۔ اور شرائع الاسلام ص۴۲ پر ہے لَا یَجُوْزُ قَوْلُ اٰمِیْن فِیْ اٰخِرِ الْحَمْد۔ حمد کے آخر میں آمین کہنا جائز نہیں ہے۔ هٰذَا هُوَ الْمَشْهُوْرُ بَیْنَ الْاَصْحَابِ بَلْ کَادَ اَنْ یَکُوْنَ اِجْمَاعًا۔ علمار شیعہ میں یہ حقیقت مسلم و معروف و مشہور ہے۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس پر کل علمار کا اتفاق ہے۔

تمہید۔ رکعت دوم میں دعائے قنوت سنت رسول و اصحاب رسول ہے۔ بلکہ صریح نص قرآنی۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلٰوةِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ۔ حمد قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِیْنَ۔ تمام نمازوں صلوٰۃ اور صلوٰۃ وسطیٰ سب سے متعلق اور یہی متبادر ہے۔ اور مقتضائے حقیقت اطلاق لفظ حضرات اس کو صرف صلوٰۃ الوسطیٰ سے متعلق کرتے ہیں اور صرف نماز صبح میں قنوت پڑھتے ہیں بعض کسی میں بھی نہیں پڑھتے حالانکہ اس صورت میں بھی قنوت صبح سے متعلق نہ ہوگا بلکہ عصر سے ہوگا کیونکہ صلوٰۃ وسطیٰ حقیقۃً نماز عصر ہی امام مالک کی نسبت بھی یہی مشہور ہے کہ وہ نماز صبح میں قنوت پڑھتے تھے۔ اور بعض روایات میں ہے وہ ہر ایک نماز میں پڑھتے تھے سنت ہر ایک نماز ہی میں ہے۔ بخاری میں باب قنوت وتر کے علاوہ دیگر نمازوں کے قنوت کا بھی بیان ہے عبدالرحمن نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔ قَالَ لَاُقَرِّبَنَّ

صَلٰوۃَ النَّبِیِّ فَکَانَ اَبُوْ هُرَیْرَۃَ یَقْنُتُ فِی الرَّکْعَۃِ الْاٰخِرَۃِ مِنْ صَلٰوۃِ الظُّهْرِ وَالْعِشَاءِ وَصَلٰوۃِ الصُّبْحِ بَعْدَ مَا یَقُوْلُ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَہٗ وَیَدْعُوْا لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَیَلْعَنُ الْکُفَّارَ (ف ۲) یعنی ابو ہریرہ نے کہا میں تم سے نماز رسول کو قریب کر دوں؟ اور وہ نماز ظہر وعشا اور نماز صبح کی دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے تھے کہ یہ فعل رسول تھا اور مومنین کیلئے دعا کرتے تھے اور کافرین کیلئے لعنت اور انس کہتے ہیں "کَانَ الْقُنُوْتُ فِی الْمَغْرِبِ وَالْفَجْرِ" نماز مغرب اور نماز صبح میں بھی قنوت پڑھا جاتا تھا۔ چاروں ہی نہیں۔ پانچوں نمازوں میں اسطرح قنوت پڑھا جاتا تھا۔ اور رسول اللہ نے کبھی ترک نہیں کیا اور دعائے قنوت اسطرح ہوتی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ. اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَعَافِنَا وَاعْفُ عَنَّا وَاللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ اور جملہ آئمہ اہل بیت دعائے قنوت نمازوں میں پڑھتے تھے اور یہی مذہب امامیہ ہے علمائے شیعہ کہتے ہیں:۔

الثَّانِیْ۔ اَلْقُنُوْتُ وَهُوَ فِیْ کُلِّ ثُنَائِیَّۃٍ قَبْلَ الرُّکُوْعِ وَبَعْدَ الْقِرَاءَۃِ ... وَ فِی الْجُمُعَۃِ قُنُوْتَانِ فِی الْاُوْلٰی قَبْلَ الرُّکُوْعِ وَفِی الثَّانِیَۃِ بَعْدَ الرُّکُوْعِ شرائع الاسلام ص۴۷ قنوت ہر دو رکعتی نماز میں یا دوسری رکعت میں رکوع کے بعد قبل قرأت پڑھا جاتا ہے اور نماز جمعہ میں دو قنوت ہوتے ہیں پہلی رکعت میں قبل رکوع اور دوسری میں بعد رکوع اکثر مستحب ہونیکے قائل ہیں اور بعض واجب جانتے ہیں اور آیہ قُوْمُوْا لِلّٰهِ بظاہر وجوب کی موہم ہے اور جب رسول اللہ نے کسی نماز میں ترک نہیں کیا تو یہ ایسی سنت مؤکدہ ہے جس کو کبھی متروک نہ ہونا چاہیئے اور اہل حق سے ترک نہیں ہوتی۔ اور سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا ہے۔ ذَهَبَ الْاَکْثَرُ اِلَی الْاِسْتِحْبَابِ وَقَالَ

ابن بابویہ فی کتابہٖ وَالْقُنُوْتُ سُنَّۃٌ وَاجِبَۃٌ مَنْ تَرَکَہٗ عَمَدًا اَعَادَ
وَنَحْوَہٗ قَالَ ابْنُ عَقِیْلٍ وَالْمُعْتَمَدُ الْاَوَّلُ (مدارک الاحکام شرح شرائع الاسلام)
وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ الْقُنُوْتُ فِیْ کُلِّ صَلٰوۃٍ وَعَنْ صَفْوَانَ الْجَمَّالِ صَلَّیْتُ
خَلْفَ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَیَّامًا وَکَانَ یَقْنُتُ فِیْ کُلِّ صَلٰوۃٍ یُجْہَرُ
بِھَا اَوْ لَا یُجْہَرُ۔ صفوان جمال کہتا ہے میں نے مدت تک حضرت امام جعفر صادق کے
پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ ہر نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔ خواہ جہری ہو یا سری ہو۔

نمبر۸ تشہد بعد ختم رکعت دوم و آخر نماز قبل سلام واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ سنت
کہتے ہیں اور شافعی ایک سنت دوسرا واجب جانتے ہیں اور احمد بن حنبل دونو واجب
اور فتح الباری میں ہے کہ تشہد کی عبارت و الفاظ تقریباً ۲۰ سے زائد طرق سے مروی ہے
اور مشکوٰۃ میں ہے کہ جس طرح بھی پڑھا جائے جائز ہے اور اصل تشہد شہادتین اور درود
بر محمد و آل محمد ہے۔ اور اسی مشکوٰۃ میں نسائی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ہمکو تشہد کی
کی اسیطرح تعلیم دیا کرتے تھے جس طرح کہ سورہ قرآنی کی تعلیم دیتے تھے اور اکثر ابتدا
یوں ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ بِاللّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی کُلُّھَا لِلّٰہِ۔
نیل الاوطار میں ہے سب سے بہتر وہ ہے جس کو زید بن علی نے علی سے روایت کیا ہے
اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی
کُلُّھَا لِلّٰہِ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بعض نے اس میں اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَ
الطَّیِّبَاتُ کا اضافہ کیا ہے۔ اور نووی کہتے ہیں علماء ان سب کے جواز پر متفق ہیں۔
اور کنز العمال میں ہے کہ زہری نے کہا ہے کہ میں نے امام حسین سے اس تشہد علی کی بابت دریافت

کیا۔ تو انھوں نے فرمایا۔ وہ تشہد رسول اللہ کا ہے۔ اس کے متعلق روایات فریقین شیعہ
ہیں شیعی روایات اصول احادیث اور کتب فقہ میں اس طرح ہیں۔ اور طریق اہل البیت
یہی ہے مثلاً حضرت باقر العلوم سے زرارہ نے روایت کیا ہے کہ اس نے حضرت سے
سوال کیا کہ دوسری رکعت میں تشہد کس طرح پڑھا جائے فرمایا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اور شرائع الاسلام میں یہ
ہے۔ اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ بعض میں یہ الفاظ
زیادہ ہیں۔ وَتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهٗ فِي اُمَّتِهٖ وَارْفَعْ دَرَجَتَهٗ۔ اور کنز العمال میں حضرت
عمر سے یہی تشہد مروی ہے۔ اَلتَّشَهُّدُ وَاجِبٌ فِي كُلِّ ثُنَائِيَّةٍ مَرَّةً وَفِي الثُّلَاثِيَّةِ
والرباعية مرتين۔ شرائع ص۳۵

ماحصل یہ ہے کہ تشہد ہر نماز میں واجب ہے۔ قول وفعل رسول ہے۔ سیرت صحابہ و
تابعین و تبع تابعین ہے۔ اجماع اہل البیت ہے۔ اور اقل درجہ تشہد مختصر شہادتیں
اور درود محمد وآل محمد پر ہے۔

عبارات اس مضمون کی بہت ہیں اور بعض میں الفاظ التحیات الصلوات
شامل داخل ہیں اور کتب فقہ شیعہ میں یہ الفاظ سنت ہیں۔ پڑھے تو ضرور ثواب ہے۔
اور ہمارے علماء و صالحین پڑھتے ہیں مگر کم۔ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں
معصومؑ سے مروی ہے۔ اِذَا رَفَعْتَ رَاْسَكَ مِنَ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ فَتَشَهَّدْ
جب دوسری رکعت سے سر اٹھاؤ تو تشہد پڑھو اور کہو۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ وَالْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا
بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ۔ ثُمَّ قَالَ۔ اِذَا صَلَّيْتَ الرَّكْعَةَ الرَّابِعَةَ تَشَهَّدْ
جب چوتھی رکعت پڑھ چکے تو تشہد پڑھ اور کہو۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَالْحَمْدُ
لِلّٰهِ وَالْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى كُلُّهَا لِلّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا
شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ اَلتَّحِيَّاتُ
لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ الطَّاهِرَاتُ الزَّاكِيَاتُ النَّاعِمَاتُ
الْغَادِيَاتُ الرَّائِحَاتُ الْمُبَارَكَاتُ الْحَسَنَاتُ لِلّٰهِ مَا طَابَ وَطَهُرَ وَ
زَكٰى وَخَلَصَ وَنَمٰى فَلِلّٰهِ وَمَا خَبُثَ فَلِغَيْرِهٖ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ
بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ وَاَشْهَدُ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّاَنَّ
النَّارَ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ
وَاَشْهَدُ اَنَّ رَبِّيْ نِعْمَ الرَّبُّ وَاَنَّ مُحَمَّدًا نِعْمَ الرَّسُوْلُ وَاَشْهَدُ مَا
عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ۔ اس کے بعد سلام ہے اور وہ اس طرح
اس روایت میں ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ (وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ
اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ) ان آخر دونوں میں سے ایک فرض ہے۔ دوسرا سنّت۔ اور
امام فرماتے ہیں۔ يُجْزِيْكَ فِي التَّشَهُّدِ شَهَادَتَانِ وَهٰذِهٖ اَفْضَلُ لِاَنَّهَا
عِبَادَةٌ ثُمَّ تُسَلِّمُ وَاَنْتَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ وَتُمِيْلُ بِعَيْنَيْكَ اِلَى يَمِيْنِكَ

وَفِیْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ۔ وَالْمَسْنُوْنُ مِنْ هٰذِهٖ اَنْ یُّسَلِّمَ الْمُنْفَرِدُ اِلَی الْقِبْلَةِ تَسْلِیْمَةً وَّاحِدَةً وَّیُوْمِیْ بِمُؤَخَّرِ عَیْنَیْهِ اِلٰی یَمِیْنِهٖ وَالْاِمَامُ بِصَفْحَةِ وَجْهِهٖ وَکَذَا الْمَاْمُوْمُ۔ ثُمَّ اِنْ کَانَ عَلٰی یَسَارِهٖ غَیْرُهٗ اَوْمٰی بِتَسْلِیْمَةٍ اُخْرٰی وَبِصَفْحَةِ وَجْهِهٖ اَیْضًا) (شرائع الاسلام شرح لمعہ من لا یحضر کافی)

یہ علیؑ اور اولادِ علیؑ کا طولانی تشہد ہے جو مذکور ہوا۔ اس میں التحیات بھی شامل ہے۔ جو سنت ہے واجب صرف اقرار شہادتین مع درود ہے مسلمانوں کو اسی طریق سے نماز میں تشہد پڑھنا چاہیئے۔ اگر تشہد (اقرار شہادتین) اس طریق سے نہ پڑھا جائے تو نماز باطل ہوگی۔

اور سلام پھیرنے میں قبلہ رو رہنا واجب ہے البتہ صرف آنکھ کا اشارہ یا رخسار کا اشارہ دائیں بائیں کیا جاسکتا ہے اور یہ تمام اہل قبلہ میں مسلم ہے کہ نماز میں قبلہ رو ہونا اور رہنا واجب ہے۔ اگر کسی وقت نماز میں نمازی قبلہ سے مڑ جائے تو نماز باطل ہوجائیگی اور سلام بالاتفاق جزو نماز ہے۔ سلام ختم کرلینے کے بعد جو واجب ہے نماز پوری ہوتی ہے۔ اور بعد ختم نماز قبلہ سے منہ موڑا جاسکتا ہے۔ لیکن جب برادران اہل سنت سلام پڑھتے ہوئے قبلہ سے دائیں بائیں منہ موڑ لیتے ہیں تو نماز میں قبلہ سے انحراف ہوجاتا ہے اور اس طرح نماز باطل ہوجاتی ہے ائمہ معصومین نے اس کی تشریح وتصریح کی ہے۔ اور اسی حدیث بالا میں مذکور ہے کہ قبلہ رو رہکر سلام پھیرو اور سلام میں آنکھ کا اشارہ سنت ہے۔ اگر نہ بھی کیا جائے تو سلام درست ہوگا اور نماز صحیح رہیگی۔ پھر اس سنت (اشارہ) کو

کو اس طرح کیوں ادا کیا جائے جو قبلہ سے انحراف لازم آئے اور نماز باطل ہو جائے
محض شیعوں کی ضد میں ایسا کیا جاتا ہے۔ اور اپنی ناک غیر کی خاطر کاٹی جاتی ہے۔

نمبر ۹۔ جمع بین الصلوٰتین۔ اہل سنت ملا اور ان کی سنی سنائی عوام ہمیشہ
شیعوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ بجائے پانچ وقت کے تین وقت نماز ادا کرتے ہیں اور
اسی سلسلہ میں پر ہمیشہ زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو یہ ایک
بے معنی جملہ ہے۔ اس لئے کہ ایک وقت میں دو کام عقلاً محال ہیں کیسے ممکن ہو کہ شیعہ
ایک ہی وقت میں دو کام کر لیں اور ناممکن کو ممکن بنا دیں۔ فرض کیجئے کہ وقت نماز ظہر
ایک بجے شروع ہوا۔ اور شیعہ نے نماز ظہر ادا کی اور پانچ یا دس منٹ میں ختم ہو گئی
یعنے ایک بجکر دس منٹ پر نماز ختم ہوئی۔ اب کیا ممکن ہے کہ اسی ۱۰ منٹ کے دوران
میں دوسری نماز عصر بھی پڑھ لیتے ہوں؟ کیونکہ ایک وقت میں دو نمازوں کی تو
بس یہی صورت ہو سکتی ہے۔ مگر یہ نہیں ہے اور ناممکن ہے کہ ایسا ہو سکے۔ اب جو
دوسری نماز یعنی عصر پڑھیگا۔ اگر فوراً بلا تعقیبات و تسبیحات و سنت و نفل شروع
کر دے۔ تو بھی ایک بجکر مثلاً بارہ منٹ پر شروع کریگا۔ اور اگر کم سے کم ظہر کے بعد
عصر کیلئے اذان و اقامت بھی کہی تو ایک بجکر کم سے کم ۱۵ منٹ پر نماز شروع کریگا
پس نماز ظہر اور وقت میں ہوئی اور نماز عصر اور دوسرے وقت میں۔ ایک وقت
میں نہ ہوئیں۔ لہٰذا یہ قطعاً لغو و مہمل جملہ ہے کہ شیعہ ایک وقت میں دو نمازیں پڑھتے
یا پانچ وقت کے بجائے تین وقت پڑھتے ہیں۔ بلکہ دراصل سنی اور شیعوں کی نماز
ظہرین و مغربین کے ادا کرنے میں یہ فرق عادی ہے کہ شیعہ نماز ظہر و عصر میں کم فاصلہ
دیتے ہیں۔ کوئی ۵ منٹ۔ کوئی ۱۰ منٹ کوئی ایک گھنٹہ اور کوئی زیادہ کیونکہ شیعہ

ہر نماز کے بعد کچھ تسبیحات۔ سور قرآنی۔ درود شریف کی تسبیحیں تعقیبات سنت یا نفل نمازیں کچھ نہ کچھ ضرور پڑھتا ہے۔ الا کسی ضرورت میں یا کوئی بے فکرا بے پروا انکو ترک کرتا ہی اسلئے کچھ نہ کچھ فاصلہ ضرور ہوتا ہی اور سنی دونوں نمازوں میں زیادہ فصل دیتے ہیں شیعہ مثلاً مسجد میں آکر عموماً ظہر و عصر پڑھکر ہی باہر نکلتے ہیں اور سنی ظہر پڑھکر چلے جاتے ہیں اور پھر دوبارہ آتے ہیں۔ سوائے بعض لمبے وظیفہ خوانوں کے۔

اور یہ امر شیعوں کیلئے درست ہے۔ کیونکہ اول تو صریح نص قرآنی ہے کہ وقت ظہر و عصر و مغرب و عشا مشترک ہے۔ اور درمیان میں کوئی وقت ایسا نہیں ہے جس میں نماز ظہر یا عصر یا مغرب یا عشا نہ ہوسکتی ہو۔ صرف تقدم و تاخر واجب ہے أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ (بنی اسرائیل) قائم کر نماز کو زوال آفتاب سے نصف شب تک۔ یہ چاروں نمازوں کا وقت ہے۔ اور خالی ساعت کوئی نہیں۔ زوال شمس پر نماز ظہر شروع کی اور بعد ختم نماز عصر شروع ہوسکتی ہے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ نماز ظہر کے بعد فوراً نماز عصر نہیں ہوسکتی۔ یا نماز مغرب ادا کرنے کے بعد نماز عشا نہیں ہوسکتی۔ امام فخر الدین رازی اس آیہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ ظہر و عصر کیلئے ایک وقت ہے اور مغرب و عشا کیلئے ایک وقت۔ ایک وقت نہیں یوں کہئے کہ مشترک وقت ہے۔ ایک وقت میں دو کام نہیں ہوسکتے

اور قبل غروب آخر وقت عصر ہے اور اول غروب سے وقت مغرب أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ (ہود) نماز کو قائم کرو دن کی دونوں طرفوں قبل طلوع و بعد غروب) اور کچھ رات گذرے پر۔ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى قبل طلوع آفتاب نماز صبح ہوئی۔ دلوک شمس (زوال آفتاب) پر ظہر ہوئی اس کے

بعد نماز وسطیٰ عصر پھر بعد غروب مغرب پھر زُلَفًا مِنَ اللَّيْلِ پر عشاء تا غسق اللیل یعنی نصف شب یا آخر شب تک۔ آخری وقت عشاء (اول بصورت رخصتی ہے اور آخر اجزائی) بہرحال شیعہ قرآن اور حدیث کے مطابق تین نہیں پانچ وقت کی پانچ نمازیں ہی ادا کرتے ہیں۔ اور یہ طریق نبی و اصحاب نبی و آل نبی ہے۔ ان سب نے اسی طرح سے نمازیں پڑھی ہیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ظہر و عصر و مغرب و عشاء میں کئی گھنٹوں یا پہر دن کا فصل دیا جائے۔

صحیح بخاری۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ۔ باب صلوٰۃ المغرب میں عمرو بن دینار سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے جابر بن زید سے سنا کہ ابن عباس کہتے تھے۔ کہ صَلَّى النَّبِيُّ سَبْعًا جَمِيعًا وَثَمَانِيًا جَمِيعًا۔ نبی نے نماز مغربین اکٹھی سات رکعت پڑھیں اور نماز ظہرین اکٹھی آٹھ رکعت پڑھیں اور دونوں میں فصل نہیں کیا۔ جمع بین الصلوٰتین کیا (ص۹۵) اور اسامہ بن زید سے مروی ہے کہ حج کے موسم میں رسول اللہ نے عرفات و مزدلفہ میں جمع بین الصلوٰتین کیا (بخاری) اور ابو ایوب انصاری کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ نے دو نمازوں کو جمع کیا (بخاری) اور صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ کو جب تعجیل سفر ہوتی تھی تو جمع فرماتے تھے اور ابن عمر بھی ایسا ہی کرتے تھے (بخاری کی روایت میں تعجیل سفر کی قید یا شرط جمع کیلئے نہیں ہے بلکہ مطلق ذکر عمل رسول ہے) اور یہ بھی کہ جب زوال سے قبل سفر فرماتے تو ظہر کو تاخیر کر کے عصر کیساتھ پڑھتے تھے اور معاذ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں ظہرین و مغربین کو جمع کر کے پڑھا میں نے عرض کیا آپ نے ایسا کیوں کیا تو کہا گیا تاکہ امت کو تنگی و تکلیف نہ ہو کہ شریعت محمدی ہی شریعت سہلہ ہے "يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ" اور یہی ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے ظہرین و مغربین کو مدینہ میں جمع سے پڑھا

بخاری ص۷۸ جبکہ نہ کوئی خوف تھا نہ جنگ تھی نہ بارش تھی۔ اور وکیع نے ابن عباس سے
اس کی وجہ پوچھی تو یہی کہا تاکہ امت کو تنگی و تکلیف نہ ہو وقت میں وسعت و گنجائش
رہے۔ اور وقت تنگ کر کے انکو قضا کا موقع نہ دیا جائے۔ ترمذی نے بھی ایک روایت
میں بلا عذر جمع کو روایت کیا ہے یعنی ہر حال میں اور ابن عمر سے روایت ہے کہ
رسول اللہ نے ایک اذان اور دو اقامتوں کی صورت سے جمع کیا یعنی جس وقت
ظہرین و مغربین کو اکٹھا پڑھا تو ایک اذان ظہر کی عصر کیلئے۔ دوسری اذان نہیں کہی
اور اقامت ہر ایک کیلئے جدا جدا کہی نیل الاوطار میں بھی یہی مضمون ہے۔

سہل بن حنیف نے کہا ہے کہ میں نے ابو امامہ کو سنا وہ کہتے تھے کہ ہم نے عمر
بن عبد العزیز کے پیچھے نماز ظہر پڑھی اور باہر نکلے تو دیکھا انس بن مالک عصر پڑھ
رہے ہیں۔ میں نے کہا اے چچا یہ کیا نماز ہے۔ کہا عصر ہے اور یہی نماز رسول اللہ کی
جو ہم ان کے ساتھ پڑھا کرتے تھے یعنے نماز عصر فوراً بعد ادائے ظہر بلا فاصلہ بخاری ص۷۸

احادیث اس باب میں حد تواتر سے زائد ہیں کہ جمع بین الصلوتین فعل رسول
و اصحاب رسول ہے بعض میں بضرورت جائز ہے اور بعض بلا ضرورت یعنی بغیر محل خوف
یا آندھی۔ یا بارش۔ یا سفر وغیرہ کے (نیل الاوطار میں) گھر پر بلا کسی ضرورت یا مجبوری خاص
کے جمع کرنا۔ کل امامیہ۔ متوکل عباسی۔ احمد بن سلیمان۔ مہدی۔ احمد بن حسین۔ ابن مظفر
حضرت علیؑ۔ زید بن علی۔ ناصر اور منصور کا مذہب لکھا ہے اور صاحب رسانۃ اللبیب
کہتے ہیں۔ یہی مذہب جناب امام جعفر صادق کا ہے اور جو انکا مذہب ہے وہ کل ائمہ اہل
بیت کا مذہب ہے۔ لہذا کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ سیرت صحابہ اور اجماع اہل البیت
سے ثابت ہے کہ جمع بین الصلوتین جائز ہے۔ اور اسی پر تمام شیعوں کا عمل ہے اور اہل

سنت کا اعتراض یا طعن بے معنی ہے شیعہ اس مسئلہ میں سنت رسول کے خلاف نہیں کرتے ہیں۔

ہاں یہ بات ضرور حق ہے کہ جمع بین الصلوٰتین بحکم خدا و رسول و بسیرت صحابہ و اجماع ائمہ اہل البیت جائز ہے یعنے ایسا کرنے سے نماز درست ہے۔ کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔ یہ نہیں کہ ایسا کرنا واجب یا فرض ہے کہ نہ کریں تو نماز نہ ہوگی۔ اس لئے عام شیعوں کا عمل کہ ضرور ملا کر ہی پڑھی جائیں بیوجہ ہے۔ ملا کر بھی ہو سکتی ہے اور علیحدٰہ علیحدٰہ بھی ہو سکتی ہیں۔ اور یقیناً افضل یہی ہے اور اس پر روایات اہل بیت شاہد کہ ہر ایک نماز حتی الامکان اول وقت نماز میں پڑھی جائے۔ اور فضیلت ظہر کا وقت (جس میں عصر شامل ہے) اس وقت تک ہے جبتک بعد زوال ایک شئے کا سایہ اسکے قد کے برابر ہو جائے اور پھر عصر کی فضیلت کا زائد وقت اس وقت تک ہے کہ سایہ اس کے دو چند ہو جائے۔ اس کے بعد عصر کی فضیلت کا وقت باقی نہیں رہتا اس کے بعد وقت اجزائی ہے نماز تو ہو جائیگی۔ ثواب فضیلت نہ ملیگا۔ اس لئے اگر اہل سنت ہر ایک نماز کو جدا جدا ہی وقت فضیلت پر پڑھتے ہیں تو یہ اچھی عادت ہے نہ کہ قابل اعتراض شیعوں کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے جس طرح کہ یہ بھی انکی اچھی عادت ہے کہ وہ حتی الامکان ہر ایک نماز مسجد ہی میں ادا کرتے ہیں جبکہ شیعہ اکثر گھر پر ادا کرتے ہیں اور مسجد میں کم سوائے خواص علماء و صلحا کے کہ وہ مسجد ہی میں پڑھتے ہیں اور حتی الامکان اول وقت پر پڑھتے ہیں۔ جناب امام زمان علیہ السلام فرماتے ہیں مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَنْ اَخَّرَ الصُّبْحَ وَقَدْ غَابَتِ النُّجُوْمُ وَصَلَّی الْعِشَاءَ وَ اشْتَبَکَتِ النُّجُوْمُ۔ رحمت خدا سے دور ہے وہ شخص جو نماز صبح اس وقت ادا

کرتا ہے جبکہ ستارے آسمان سے سب غروب ہو چکے ہوں اور عشا کو اتنی تاخیر سے پڑھے کہ آسمان پر ستاروں کا جال پڑ گیا ہو۔ پہلی بد دعا میں اکثر اہل سنت داخل ہیں۔ اور دوسری میں بعض شیعہ "وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ"۔ سچ بات ضرور ماننی چاہیئے۔

یہ امر بھی واضح ہے کہ اہل سنت اکثر نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں اور شیعہ اکثر فرادے۔ حالانکہ باجماعت نماز افضل ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو شیعوں کی مجبوری اور معذوری ہے شیعوں میں شرائط پیشنمازی زیادہ ہیں۔ جو مذہب طاہرین میں ضرور ہونی چاہئیں یعنی عالم صالح و عادل کے ہی پیچھے نماز ہو سکتی ہے اور ایسے عالم ہر مقام پر ہمیشہ میسر نہیں آسکتے اور یہ عبادت ایسی نہیں کہ ہر ..... بر بہتہ ولی کے پیچھے سنیوں کی طرح پڑھ لی جائے۔ اور فاسق و فاجر جاہل و بدکار کو امام جماعت بنا لیا جائے۔ کیونکہ ایسی صورت میں نماز قطعاً باطل ہے کہ نص قرآنی ہے "اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ" سوائے اس کے نہیں ہے کہ عمل بس متقیوں کا قبول ہوتا ہے فاسق و فاجر کا عمل قبول ہی نہیں تو نماز اس کی قبول کیسے ہو گی اور جب اس کی قبول نہ ہوئی۔ تو مقتدیوں کی کیونکر قبول ہو سکتی ہے یقیناً ایسی جماعتیں باطل ہیں لیکن حق یہ ہے کہ شیعہ اس باب میں لاپرواہی بھی ضرور کرتے ہیں کیونکہ ایسے مقامات جہاں پیشنماز باشرائط مل سکتے ہیں۔ اور ملتے ہیں وہاں بھی اس کی پابندی نہیں کہ نماز باجماعت ہی پڑھی جائے۔ اگر جماعت ہوتی بھی ہے تو صرف چند آدمی شریک ہوتے ہیں۔ اور بعض وقت ایک بھی نہیں ہوتا پیشنماز اکیلے پڑھ کے

چاہا جاتا ہے۔ بہر حال شیعوں کو پابندی وقت اور جماعت سے حتی الامکان نماز
پڑھنی لازم ہے اور اس کی ضرور سعی کرنی چاہیئے۔

نماز۔ نماز جنازہ بھی نماز کہلاتی ہے۔ اگر اس میں ہاتھ باندھے جائیں
تو نماز باطل ہے۔ اور پہنماز کیلئے طہارت (وضو و غسل) بھی لازم و واجب ہے
اور جب وضو غسل یا والا باطل ہے تو وہ نماز بھی درست نہ ہوگی جو ایسے وضو کے
ساتھ پڑھائی جائے۔ اور تکبیروں میں سے ایک چرالی جائے تو یہ نماز جنازہ
نماز نہ رہی۔ کیونکہ سیرت صحابہ کبار اور اجماع اہل البیتؑ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ
اصل تکبیرات جنازہ پانچ ہیں۔ اور مقدمہ ہی میں ہم تو شجی کا قول نقل کر آئے
ہیں پانچ کو ترک کر کے چار پر جمع کرنے والے بھی اول حضرت عمر ہیں صحیح مسلم میں ہے
کہ عبد الرحمن بن ابو لیلے نے روایت کیا ہے کہ زید بن ارقم صحابی جنازہ پر پانچ تکبیریں
پڑھتا تھا۔ کنز العمال میں ہے کہ حضرت علی اور حضرت عباس نے رسول اللہ کا جنازہ
پانچ تکبیروں سے پڑھا سنن ابن ماجہ میں ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کبر خمسًا یعنے رسول اللہ نے نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں کہیں جامع
ترمذی نے زید بن ارقم کی بابت لکھا ہے۔ حدیث حسن صحیح وَقَدْ ذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ
الْعِلْمِ إِلَى هٰذَا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ وَغَيْرِهِمْ رَأَوُا التَّكْبِيرَ عَلَى الْجَنَازَةِ
خَمْسًا وَقَالَ أَحْمَدُ وَإِسْحَاقُ إِذَا كَبَّرَ الْإِمَامُ عَلَى الْجَنَازَةِ خَمْسًا
فَإِنَّهُ يَتَّبِعُ الْإِمَامَ۔

روایات اہل سنت اس باب میں بیشمار ہیں اور مختلف تکبیر سے نو تک
کی اور چار سے آٹھ تک اور علی ہذا القیاس لیکن ان روایات مندرجہ بالا اور علما

علما محققین مثل توشنجی یہ تحقیق کہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں پر حضرت عمر نے لوگونکو جمع کیا
اور اجماع اہل البیت سے یہ ثابت ہوا کہ اصل تکبیرات جنازہ کم سے کم پانچ ہیں
اور اس سے زائد مخصوص صالحین و کاملین و شہدا مخصوصین کیلئے جیسا کہ
بعض احادیث اور فعل رسول سے ثابت ہوتا ہے اور اجماع اہل البیت عام طور پر پانچ
تکبیرات مسلم مشہور اور شیعوں میں معمول بہ ہے۔ اور چار تکبیرات پر اہل سنت کے یہاں اصل بنا وجوہ
روایات نے ائمہ محض اسلئے ہے کہ منافقین کے جنازے پر رسول اللہ چار تکبیریں پڑھتے تھے
اور پانچویں نہ پڑھتے کیونکہ اس نماز میت میں پہلی تکبیر کے بعد شہادت توحید ہوتی ہے
دوسری کے بعد درود شریف اور تیسری کے بعد عام مومنین کیلئے دعا اور چوتھی کے
بعد خاص اسی مردہ کیلئے دعا جس کا جنازہ ہے۔ حضرتؐ منافقین کے مردہ کیلئے
دعائے بخشش نہیں کر سکتے تھے اسلئے اسکو ترک فرما دیتے تھے۔ اس سنت کو حضرت
عمر نے سب کیلئے جاری کر دیا۔ اور مومنین کو دعائے مغفرت سے محروم کر دیا اور منافقین
میں شامل ۔ اور اسپر اہل سنت پنجتن کی مخالفت اور چار یاری موافقت سے عمل کرتے
ہیں اور مردے کیلئے دعا نہیں کرتے اور پانچویں تکبیر جو اس دعا کے اختتام پر کرنی ہوتی
ہے۔ ترک کر دیتے ہیں اور مقصد نماز میت فوت ہو جاتا ہے اور ائمہ اہل البیت سے یہ حقیقت
ثابت ہے۔ اور پانچ تکبیریں آدم سے لیکر خاتم تک سنت انبیاء رہی ہے حضرت امام جعفر
صادقؑ فرماتے ہیں کہ جسوقت آدمؑ کا انتقال ہوا۔ اور نماز جنازہ کا وقت آیا تو حضرت
ہبۃ اللہ فرزند آدم نے جبرئیل امین سے کہا۔ اے خدا کے فرستادہ فرشتے آگے بڑھ
اور نبی اللہ پر نماز پڑھ۔ جبرئیل نے عرض کیا۔ اللہ تعالے نے ہمکو تیرے باپکو سجدہ کرنیکا
حکم دیا ہے۔ ہم تیرے لیے سبقت کر سکتے ہیں بس تم آگے پڑھو اور پانچ تکبیریں پڑھو نبی اللہ

کی نماز جنازہ معصوم فرشتہ بھی نہیں پڑھا سکتا۔ وصی پیغمبر مثل ہبۃ اللہ شیث
ہی پڑھا سکتا ہے اگر وقت وفات رسول اللہ وصی رسول اللہ علی موجود نہ ہوتے تو
رسول کی نماز جنازہ ہی نہ ہو سکتی تھی) امت محمدی کی پانچ نمازوں کے موافق۔ پانچ
تکبیریں ہیں۔ " وَهِيَ السُّنَّةُ الْجَارِيَةُ فِي وُلْدِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔
کیونکہ اول نماز جنازہ حضرت آدمؑ کی پانچ تکبیروں ہی سے پڑھی گئی تو یہی سنت
اس کی اولاد میں قیامت تک کیلئے جاری ہوگئی اور جاری ہے " وَكَانَ رَسُولُ
اللهِ إِذَا صَلَّى عَلَى مَيِّتٍ كَبَّرَ وَتَشَهَّدَ ثُمَّ كَبَّرَ فَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ وَآلِهِ
ثُمَّ كَبَّرَ وَدَعَا لِلْمَيِّتِ ثُمَّ كَبَّرَ وَانْصَرَفَ " پھر جب خدا نے جنازہ منافقین
سے رسول کو منع کر دیا تو آپ انکے جنازے پر چوتھی تکبیر پر نماز ختم کر دیتے تھے اور
مرنے والے کیلئے دعا نہ کرتے اور اس لئے پانچویں تکبیر نہ کہتے تھے۔ اور جو شخص نماز جنازہ
پڑھے چاہیئے کہ میت کے سر کے نزدیک کھڑا ہو اتنا نزدیک کہ اگر ہوا چلے اور
اسکا کپڑا اڑے تو جنازہ کو لگ جائے پھر تکبیر کہے اور صورت مذکورہ سے نماز
ادا کرے۔ آخر میں پانچویں تکبیر کہے۔ وَلَا يَبْرَحُ عَنْ مَكَانِهِ حَتَّى يَرَى الْجَنَازَةَ
عَلَى أَيْدِي الرِّجَالِ۔ انتہی (من لا یحضرہ الفقیہ صفحہ ۵۵ جلد ۱) اسی
کتاب میں انہی امام علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے حضرت حمزہ سید شہدائے
بدر کے جنازہ پر ستر تکبیریں کہیں اور حضرت محمد بن علی بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی
نے سہل بن حنیف کے جنازے پر پچیس ۲۵ تکبیریں کہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ
کہ یا ان بزرگوں کیلئے ان حضرات نے بار بار دعا فرمائی یعنی چوتھی تکبیر کے بعد
دعائے مغفرت میت کو بار بار پڑھا تاکہ ثواب زیادہ ہو اور مغفرت جلد حاصل ہو اور بمقتضائے

از دیاد محبت بھی بھی ہے۔ یا در اصل یہ صورت ہے کہ نماز شروع کرنیکے بعد مومنین آتے گئے ہیں اور حضرت تکبیریں پڑھاتے گئے ہیں اور یہ جائز ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہی مومنین کے بار بار آنے جانیسے چند مرتبہ نماز جنازہ پڑھانی پڑی۔ اور یہ درست بلکہ سنت ہے چنانچہ اس مقام پر یہ روایت ہے۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں سہل بن حنیف کا جنازہ ہونے پر کچھ مومنین آئے اور انہوں نے کہا۔ یا امیر المومنین ہم سہل پر نماز نہ پڑھ سکے تو آپ نے پھر ان کے ساتھ نماز پڑھی اور پانچ تکبیریں کہیں۔ یہاں تک کہ قبر تک پہنچتے پہنچتے پانچ مرتبہ نماز اور پچیس تکبیریں ہوگئیں۔ "وَهٰذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْن"۔ اس بیان اور روایات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس نماز جنازہ میں کیا پڑھنا چاہیے۔ جو اہلسنت نہیں پڑھتے اور نہ میت کیلئے دعا کرتے ہیں اور یہ کہ نماز جنازہ امام ذرا بلند آواز سے پڑھے کہ ماموین سنیں اور وہ بھی یہ کلمات پڑھ سکیں اور انہی الفاظ میں میت کیلئے دعائے مغفرت کر سکیں۔ اہل سنت نہ معلوم کیوں اسکو خاموشی سے چھپاتے ہیں اور کسیکو معلوم نہیں ہونے دیتے کہ وہ مردے کیلئے کیا کہہ رہے ہیں۔ حقیقتاً اس بیچارے کیلئے کچھ بھی نہیں کہتے۔ وَهٰذَا ظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔

آخر خلاصہ صورت نماز اسلامی یہ ثابت ہوا کہ وضو میں نیت واجب اور اعضائے وضو کو سیدھا اوپر سے نیچے کو دھونا فرض اور اسکے برعکس باطل اور پیروں کا مسح واجب ہے۔ اس کے خلاف میں وضو باطل اور وضو باطل تو نماز باطل تکبیرۃ الاحرام سے ابتدا نماز ہوتی ہے تکبیر کے وقت رفع یدین سنت رسول اللہ ہے۔ ہر سورہ کے اول میں بسم اللہ پڑھنا واجب ہے۔ اور بسم اللہ کو با آواز بلند کہنا سنت رسول اللہ۔ رکوع سے قبل قنوت واجب ہے بین سجدین جلسہ یا قعدہ واجب ہے۔ ہر ایک انتقال پر تکبیر رفع یدین سنت ہے۔ ارسال

یدین واجب ہے۔ وضع الیدین[12] بدعت ہے اور اس لئے ہاتھ باندھنے کے وجوب کا کوئی
مسلمان عالم قائل نہیں ہے۔ اور اسپر محض شیعوں کی ضد میں اصرار ہے اور اس صورت سے حقیقتہً
نماز باطل ہو جاتی ہے۔ کسی قسم[13] کی نماز میں ہاتھ باندھنے جائز نہیں ہیں کہ یہ صفت مجرمین خدا اور
کفار مجوس کی ہے۔ ومن تشبہ بقوم فھو منھم۔ یہ مجوسیوں کی نماز ہرگز نہ پڑھنی چاہیئے
بعد[14] قرأت آمین کہنا بدعت ہے۔ الحمد للہ کہنا چاہیئے کہ سنت رسول ہے۔ بعد رکعتین[15] اور
ختم نماز تشہد واجب ہے۔ بغیر اس کے نماز درست نہیں۔ التحیات سنت ہے شیعوں کو بھی بعد
تشہد یا قبل تشہد پڑھنی چاہیئے۔ سلام[16] پڑھتے وقت قبلہ رو رہنا واجب ہے۔ دائیں بائیں
منہ نہ پھیرنا چاہیئے۔ صرف گوشۂ چشم سے اشارہ کافی ہے۔ قبلہ سے منحرف ہو کر سلام
پھیرنا موجب بطلان نماز ہے۔ سلام معین[17] وماثور کہنا ہی واجب ہے۔ قفال[18] وزمی الی
مثال قطعاً موجب بطلان نماز ہے بلکہ وہ شیطانی نماز کہلا سکتی ہے۔ جمع بین
الصلوتین جائز و درست ہے لیکن واجب نہیں ہے مگر ضرورت میں۔ نماز جنازہ[19] پانچ ہی
تکبیر سے ہونی چاہیئے۔ چار تکبیر بدعت ہے۔ صرف منافق کے جنازہ پر جائز۔ چوتھی
تکبیر کے بعد مردے کیلئے دعا ضرور کیجائے۔ ورنہ نماز بیکار ہے۔ اس نماز میں سلام نہیں
ہے۔ صرف ذکر شہادتین۔ درود اور دعا ہے۔ یہ نماز جہریہ ہے۔ کہ ماموین سنیں اور
نقل حکایت کریں۔ اعلان نماز یعنی اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہنا واجب ہے
الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا بدعت سیئہ ہے۔ کیونکہ یہ کلمہ ذکر خدا یا اسم خدا نہیں ہے۔ نہ ذکر
عبادت ہے نہ ذکر اعتقاد نہ رسول نے کہا نہ اصحاب رسول نے نہ آل رسول نے حضرت عمر
کی ایجادات دین محمدی نہیں کہلا سکتیں۔ نیز یہ کہ نماز خواہ فریضہ ہو یا جنازہ وہ شخص
پڑھائے جو احکام نماز کا عالم صالح پرہیزگار عادل ہو یعنی گناہ کبیرہ اس سے سرزد نہ

ہوا ہوا ور صغیرہ پر بھی اصرار نہ ہو کہ اصرار سے صغیرہ کبیرہ شمار ہوتا ہے۔ نماز نفل
میں جماعت حرام ہے کہ رسول نے منع فرمایا ہے۔ اس لئے تراویح بدعت سیئہ
ہے۔ نوافل ماہ رمضان بتاسی رسول و آل رسول و اصحاب رسول فرادیٰ فرادے
پڑھنے چاہئیں اور قرآن کی تلاوت بھی جو بہترین عبادت ہے۔ یہ تمام احکام سنی
اور شیعہ روایات اور اصحاب رسولؐ و آل رسول کی احادیث سے مسلم و متفق علیہ
ثابت ہوتے ہیں۔

پس اس سے ثابت ہوا۔ عام مسلمان جو دست بستہ نماز پڑھتے ہیں وہ اسلامی نماز
نہیں ہے اور اسلئے یہ عبادت ہرگز ہرگز مقبول بارگاہ الٰہی نہیں ہے۔ اول تو اسلئے کہ
اذان واقامت غلط ہے اور اس میں بدعات شامل ہیں اور واجبات متروک
دوم۔ اس لئے کہ وضو درست نہیں اور جس کا وضو درست نہو۔ نماز باطل۔
سوم۔ اسلئے کہ نیت نہیں یا درست نہیں۔ والاعمال بالنیات۔
چہارم۔ اس لئے کہ ہاتھ باندھنا موجب بطلان نماز ہے۔
پنجم۔ اس لئے کہ اور اکثر افعال نماز مثلاً رکوع وسجود میں طمانیت نہ ہونا۔
بین السجدتین جلسہ نہ ہونا۔ تشہد مرسوم دعا ماثورہ کا متروک ہونا بسلام پھیرتے وقت
قبلہ سے منحرف ہوجانا جو موجب بطلان نماز ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔
ششم۔ اکثر باجماعت نماز ہوتی ہے اور پیشنماز اکثر فاسق وفاجر اور ان کے
ساتھ نماز باطل۔
ہفتم۔ نجاست مشرکین سے اجتناب نہیں اسلئے وضو غسل سب باطل ہوتے ہیں۔
ہشتم۔ عام مسلمانوں کا اعتقاد متعلق توحید درست نہیں تو انکی نماز بھی درست

جو اس خدا کی نماز پڑھتا ہے جو طوفان نوح پر رونے والا ہے۔ جو زائد بر ذات صفات والا ہے۔ جسکے پیر جہنم میں جلنے والے ہیں۔ وہ اسلامی خدا نہیں ہے اور اس نمازی کی نماز کو قبول نہیں کر سکتا ہے۔

نہم۔ معرفت و محبت رسول خدا بھی صحیح حاصل نہیں۔ گنہگار خدا کا رسول نہیں ہے اور اعتقاد و ایمان بالرسول درست نہ ہوا تو مصلی کی نماز درست نہ ہوئی۔

دہم۔ بغض علی لازمہ سنیت ہے۔ اور بغض علی علامت نفاق۔ پھر بغض علی و آل علی کے ساتھ جو نماز ادا کی جاتی ہے کیونکر مقبول بارگاہ الہی ہو سکتی ہے بیشک بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے۔ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ۔

یہ نماز اسلامی کی صورت و ہیئت حقیقیہ ہے اور ہر مسلمان پر اسکی پابندی لازم اور اسیطرح ادائگی فرض۔ اگر ان احکام کی پابندی کے ساتھ نماز ادا نہ کی جائے تو یہ عبادت نہیں شرک ہے کہ اپنی رائے اور خواہش کی پرستش ہے۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ۔ خدا ہم سب کو اس شرک سے محفوظ رکھے اور عبودیت و عبادت خدا و اطاعت و اتباع رسول و آئمہ ہدی کی توفیق عطا فرمائے جو ہمارے اس مقالہ کو ٹھنڈے دل سے بغور مطالعہ کریگا۔ انشاء اللہ ضرور موفق ہوگا۔ وما التوفیق الا باللہ۔ علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

التماس مصنف

ہم سب اہل قبلہ ہیں۔ خدا ہمارا ایک ہے۔ رسول ایک ہے۔ کتاب ایک ہے۔ چاہیئے کہ عبادت بھی ہماری ایک ہی ہو۔ ہماری عبادت کا اختلاف جہاں ہمیں برباد کر رہا ہے

وہاں خود حقانیت اسلام کو غیروں کی نظروں میں مشتبہ بھی کر رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے رعب اسلامی اٹھ رہا ہے۔ بلکہ اٹھ چکا ہے۔ آج کروڑوں کی تعداد میں ہو کر دنیا میں ذلیل ہو رہے ہیں اور جب ہم معدودے چند تھے اور صرف ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ تو دنیا پر بھاری تھے اور مخالف مغلوب تھے۔ اور دن دونی ترقی کر رہے تھے۔ ہم چند ہزار کی تعداد میں پیغام حق لیکر ہندوستان میں آئے۔ اور کروڑوں افراد کے ملک کو مغلوب کر لیا اور اپنا پیغام پہنچا دیا آج ہم یہاں آٹھ کروڑ ہیں اور وہ ہم کو نکال رہے ہیں ہماری تہذیب مٹا رہے ہیں ہم انکی معاشرت میں جذب ہو رہے ہیں ہم انسے سیاسیں پناہ لے رہے ہیں ہماری قوت ہیں یہ انقلاب صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ اس وقت ہماری روح ایمان جوان تھی اور اب کمزور ہو گئی ہے حسن دین مردہ ہو گئی ہے اور شیرازہ اتفاق و اتحاد منتشر ہو گیا ہے۔ وہ کھوئی ہوئی قوت ہم میں پھر عود کر سکتی ہے۔ اگر حسن دینی کو زندہ کر لیں اور شیرازہ اتحاد کو مضبوط۔ اور اگر ہم اس عالمگیر عبادت میں جو اول امتیاز و نشان اسلامی ہے متفق و متحد ہو جائیں تو یقیناً ہم میں پھر ایک عالمگیر اتحاد پیدا ہو جائے لیکن یہ سب کچھ ہماری مجارٹی کے اختیار میں ہے ہم شیعہ قلت میں ہیں اور قلت فطرتاً کثرت سے اتفاق و اتحاد رکھنے پر مجبور اور اس کی محتاج ہوتی ہے ورنہ اس کی زندگی خطرے میں ہے لیکن اکثریت اپنی قوت کے زعم میں اقلیت کی طرف نہیں جھکتی کہ وہ اپنے کو انسے مستغنی سمجھتی ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ اسلامی قوت دونو سے وابستہ ہے۔ اگر شیعو نکو سنی چھوڑ دیں۔ تو اسلام کا ایک بازو ٹوٹ گیا پس اس اتحاد و اتفاق کا زندہ اور قائم کرنیکا ذمہ دار اکثریت والے سنی بھائی ہی ہیں وہی کر سکتے ہیں اور انہیں کرنا چاہیئے اور اسیطرح عبادت اسلامی میں اتفاق و اتحاد بھی قائم

کر سکتے ہیں کہ یہ کثیر ہیں اور شیعہ قلیل اور یہ اختلاف جو سب سے اہم ہے یعنی ارسال یدین و
وضع یدین اسکو وہی حل کر سکتے ہیں کیونکہ جب یہ ثابت ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا
ایک امر جدید ہے۔ اور اسکو صرف بعض اکابر نے اہل سنت کے بعض ائمہ اجتہاد نے
مستحب مانا ہے۔ واجب یا فرض کسی نے نہیں مانا۔ اور اس کے ترک پر نماز صحیح رہ سکتی
ہے صرف یہ شبہ ہے کہ شاید نماز کا ثواب کچھ کم ہو جائے۔ دوسری طرف حرمت کا سوال
ہے یعنی شیعوں کے نزدیک مثل مالکیوں کے ہاتھ کھولنا واجب اور باندھنا حرام و بدعت۔ ایسا کرنے
سے ان کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ نہ کہ صرف ثواب میں کمی ہو جائے تو اہل سنت
یعنی حنفیوں کو ہاتھ کھولنے میں کمی ثواب کا خطرہ ہے اور باندھنے میں بطلان نماز کا
لہذا حکم عقل ایسے وقت میں یہی ہے کہ وہ عمل اختیار کیا جائے جس میں خطرہ کم
ہے اور یہی حکم شرع بھی ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ قَالَ اِذَا ابْتُلِيتَ بِبَلِيَّتَيْنِ
فَاخْتَرْ اَهْوَنَهُمَا۔ جب دو بلاؤں میں مبتلا ہو تو اسکو اختیار کرو جو دونوں
میں ہلکی اور آسان ہو اور وہ یہی ہاتھ کھولنے کی صورت ہے۔ لہذا اسکو ضرور
اختیار کر کے عالمگیر اتفاق و اتحاد کا علمبردار رہنا چاہئے۔ یہ بالکل ایسی ہی صورت
ہے جیسی کہ وقت افطار صوم میں ہے حکم خدا یہ ہے۔ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى
اللَّيْلِ۔ روزے کو رات آنے تک پورا کرو۔ اگر رات آنے سے پہلے روزہ کھول
لیا جائے تو وہ قطعاً باطل ہو جائیگا۔ نہ صرف یہ کہ ثواب نہ ملیگا۔ فرض ادا نہ ہوگا باقی
رہیگا۔ بلکہ کفارہ دینا ہوگا۔ اگر عمداً ہو۔ دوسری طرف یہ روایت ہے کہ افطار
میں تعجیل کرو۔ تاخیر ہوگی تو روزہ مکروہ ہو جائیگا۔ یہ حدیث رسول کہی جاتی ہے
درست صحیح۔ عام اہل سنت تعجیل کرتے ہیں اور بہت تعجیل کرتے ہیں۔ اور شیعہ ذرا

تاخیر سے روزہ کھولتے ہیں اور ان کے یہاں سنت اہل بیت ہے کہ نماز مغرب سے فارغ ہو کر کھولا جائے تو ثواب زیادہ ہے۔ یہاں وہی سوال ہے کہ تعجیل میں خطرہ زیادہ ہے کہ بطلان کا احتمال بلکہ تیقن ہے۔ اور تاخیر میں خطرہ کم کہ ثواب کم ہو جائیگا جو محض موہوم یا مظنون ہے تو حکم عقل و شرع کے مطابق ایسی صورت کو اختیار کرنا چاہیئے جس میں خطرہ کم ہے۔ یعنی تاخیر شاید ثواب کچھ کم ہو جائے تعجیل نہ کرنی چاہیئے کہ لیل کا اطلاق وقت افطار نہ ہوا جیسا کہ اکثر نہیں ہوتا۔ اور یقیناً نہیں ہوتا تو روزہ باطل ہو جائیگا۔ شیعہ روزے کو بطلان سے ضرور بچا لیتے ہیں۔ خواہ کمی ثواب کا شبہ ہو جائے تو کیا اچھا ہے کہ اس خطرے سے بچنے کے لئے سارے مسلمان نماز مغرب اول وقت پڑھ کر کے روزہ افطار کیا کریں اور اس سے بھی ایک عالمگیر اتحاد و اتفاق بین المسلمین پیدا ہو جائے۔

سُنا ہے کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے نماز کی بابت تو اپنے مقلدین کو سال گذشتہ حکم دے دیا کہ تمام ہاتھ کھول کر نماز پڑھا کریں کہ یہی صورت نماز بے خطر اور قابل قبولیت ہے اگر دیگر علما اور خصوصاً پیر صاحبان بھی اس حق پرستی میں ان کی تقلید کریں تو تمام ہندوستان میں نماز اسلامی ایک ہی طریق سے ادا کی جانے لگے۔ دنیا پرست علما جن کی روٹیاں اختلاف ڈالنے سے چلتی ہیں۔ یہ رخنہ اندازی نہ کریں۔ ایسا کرنے سے ان کی سنیت میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ وہ اب بھی سنی رہینگے۔ کیونکہ خلافت ثلاثہ کے قائل ہیں اور رہیں۔ ہم یہ ہرگز درخواست نہیں کرتے کہ وہ ابھی ثلثہ کی محبت چھوڑ دیں لیکن ثلاثہ پرستی ضرور چھوڑ دیں کیونکہ عبادت میں یہ شریک نہیں ہو سکتے عبادت ویسی رہے

جو رسول نے بتلائی اور سکھائی ہو (حضرات ثلثہ یا بالخصوص حضرت عمر جنہوں نے کم سے کم ایک ہزار احکام و مسائل عبادات اسلامی بدل دئے ہیں) کی پیروی دین اسلام نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ اس کی ضد مقابل ہے۔ لہذا سنت عمری جو دست بستہ نماز پڑھنا ہے اس کے ترک کرنے میں اسلامیت یا سینت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بلکہ سینت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ اصلیت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ان مقدمات و مطالب مقالات سے خوب ثابت ہو گیا ہے کہ آپ لوگ سنت رسول کے عامل نہیں اور بر عکس بهند نام زنگی کافور اور جب ان احکام پر عامل ہو جائینگے تو سنت رسول پر عامل ہونگے اور اس صورت میں اس معنی میں سنی اسم بامسمیٰ ہو گا۔ خدارا شیعوں کی ضد میں اپنی عبادات کو کیوں ضائع کیا جاتا ہے۔ اگر نماز صحیح ہو گئی تو اس کا ضرور اجر ملیگا۔ خواہ عقیدہ وہی غلط ہے۔ کیونکہ ان اللہ لا یضیع اجر من احسن عملا۔ جہنم میں بھی گئے تو ثواب نماز رائگان نہ ہو گا۔ اور جب نماز صحیح ہی نہیں تو پھر ثواب کیسا۔ اگر بالفرض نجات بھی ملجائے تو ثواب نہیں ملیگا۔ اور نماز جب قبول نہ ہوئی تو کوئی عمل بھی قبول نہ ہو گا جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ شیعوں کو بھی چاہئیے کہ حتی الامکان اول وقت نماز پڑھیں اور تا بمقدور فریضہ نماز مسجد میں پڑھیں اور سنت و نفل گھر پر بہتر ہے تا کہ سارے مسلمان ایک ہی وقت میں عبادت خدا میں مشغول نظر آئیں۔ اور تمام عالم میں شان اسلام بڑھ جائے فلسطین میں مسلم کانفرنس میں جہاں ساری دنیا اور کل بلاد اسلامیہ کے مسلمان جمع تھے اور سب نے ایک جگہ ایک جماعت سے نماز ادا کی۔ اور با تفاق جعفری مذہب نے پیشنمازی کی۔ تو تمام یہودیت و علیسائیت پر ایک رعب اسلام چھا گیا تھا۔ اور اول قرن اسلامی میں تو اول رعب اسی سے قائم ہوا تھا۔ یہاں بھی ایسا ہو جائے تو سارے

سنی و شیعہ ہر مقام پر ایک جگہ نماز پڑھ سکینگے۔

تکملہ خاتمہ۔ سجدہ نماز اصل مقصود بالذات ہے یعنی معبود کی تعظیم کیلئے تواضعاً خاک مذلت پر پیشانی رکھنا ذات قدوس کے آگے سر جھکانا۔ اور اس لئے جائے سجدہ کی طہارت سب سے اہم ہے۔ اور اصل جائے سجدہ زمین اور جو کچھ زمین سے اُگے جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا۔ زمین میرے لئے جائے سجدہ و طاہر مطہر بنائی گئی ہے اور سجدہ کے معنے لغوی بھی زمین پر سر نیاز رکھنے کے ہیں۔ (الصراح مجمع البحرین مجمع البحار منتہی الارب) کپڑا نہ زمین ہے اور نہ نباتات زمین اگرچہ بعض وقت اس کی اصل نبات ہوتی ہے لیکن ملبوس میں داخل ہو کر اس اصلیت سے خارج ہو گیا۔ زمین گھاس بوریا وغیرہ پر سجدہ اظہار مذلت و اخلاص عبودیت و تواضع ہے۔ اور کپڑے پر سجدہ تکبر کی نشانی اور شان خود پرستی یا امیرانہ نشان ہے ہمیشہ خاک پر سجدہ ہونا چاہئے۔ یا ایسی ہی چیز پر جیسے گھاس اور بوریا وغیرہ اور ایسا ہی ضرور ہو۔ یہ سنت پیغمبری ہے۔ اور یہی سیرت اصحاب کرام اور چونکہ ہر وقت ہر جگہ خاک خالص طاہر کا میسر آنا جو اصل ما بہ السجود ہے۔ دشوار ہے خصوصاً سفر میں۔ جہاز میں ریل میں اسلئے لازم ہے کہ کوئی ٹکڑا مٹی کا یا کوئی ٹکڑا نباتی چیز کا یا بوریے وغیرہ کا ٹکڑا یا لکڑی کا ٹکڑا ہر وقت ساتھ ہونا چاہیئے تاکہ اگر ضرورت پڑ جائے اور خاک خالص پر سجدہ دشوار یا ناممکن ہو تو اس چیز کو آگے رکھکر اسپر سجدہ کیا جائے تاکہ طہارت کے ساتھ اصلیت متحقق رہے چنانچہ رسول اور اصحاب رسول ایسا ہی کرتے تھے بوریے وغیرہ کا ذرا سا ٹکڑہ ساتھ رکھتے تھے جسکو خمرہ کہتے تھے اور کہتے ہیں اسیکو مسجد کہتے ہیں اور اسیکا اصطلاحی فارسی ترجمہ سجدہ گاہ ہے۔ بخاری میں باب الصلوٰۃ علی الخمرہ اسلئے ہے کہ خمرہ پر سجدہ سیرت سلف ہے الخمرۃ حصیر صغیر من السعف۔ خمرہ شاخ خرما کا

چھوٹا سا ٹکڑا۔ الخمرة حصیر صغیر من لیف او غیرہ بقدر الکف وھو الذی تتخذہ الآن الشیعة للسجود۔ خرما لیف خرما وغیرہ کا چھوٹا سا بوریا ہتھیلی کے برابر۔ اور وہ یہی چیز ہے جسکو شیعہ سجدہ کیلئے استعمال کرتے ہیں الخُمرۃ ھِیَ الَّتِیْ یَسْجُدُ عَلَیْھَا الْآنَ الشِّیْعَةُ یعنی خمرہ سجدہ گاہ ہی کو کہتے ہیں جو شیعوں میں معمول بہ ہے۔ گھاس کی بنی ہوئی ہو۔ یا لکڑی کی اور مٹی کی افضل ہے کیونکہ سجدہ کیلئے اصل خاک ہے اور بعد ازاں نباتات اسلئے اصل کو مقدم رکھنا لازم اور یہی سیرت رسول اور سیرت اصحاب رسول ہے۔ المعلم ترجمہ مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا مسجد سے خمرہ سجدہ گاہ اٹھالا

سنن ترمذی میں ہے کہ حضرت نے افلح کو فرمایا کہ سجدہ میں اپنے منہ کو خاک آلودہ کر۔ خاک پر رکھ اور یہی حضرت نے رباح اور حضرت سلمان کو فرمایا۔ اور حضرت علی سے مروی ہے سجدہ کے لئے زمین افضل ہے۔ یا اس کے بعد وہ چیز جو زمین سے اُگے۔ کنز العمال جلد ۴ ص ۱۱۳

شرح تنبیہ میں ہے۔ امام مالک اس چیز پر سجدہ جو زمین سے نہ ہو مکروہ جانتے ہیں جیسے چمڑا پلاس۔ سوتی کپڑا اور کتان (السی کا کپڑا) وغیرہ۔ اور بخاری میں ابوسعید سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ نے گیلی مٹی پر سجدہ کیا۔ عروہ بن زبیر زمین کے سوا اور چیز پر سجدہ مکروہ جانتا تھا۔ اور مالک اسکی تصریح کرتے ہیں کہ اس چیز پر بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ کہ جو اگرچہ زمین سے اُگی ہو۔ مگر اس پہ دستکاری کی گئی ہو۔ اصلی صورت نباتی باقی نہ ہو۔ جیسے السی اور روئی کا کپڑا۔

بعض علماء حنفیہ نے شدت گرمی و سردی میں نماز میں زمین پر کپڑا ڈال لینے کی رخصت و اجازت دی ہے جیسا کہ فتح الباری و ترمذی میں ہے۔
عبد اللہ ابن مسعود سوائے زمین کے اور کسی چیز پر سجدہ نہ کرتے تھے۔
اور ارشاد الساری اور فتح الباری میں ہے۔ انّ عمر بن عبد العزیز کان یوتٰی بتراب فیوضع علی الخمرة فیسجد علیہ مبالغة فی التواضع والخشوع۔ عمر بن عبد العزیز خلیفہ کیلئے خاک خالص مٹی لائی جاتی تھی اور وہ بوریے کی سجدہ گاہ پر اس کو رکھکر انتہائی خضوع و خشوع کے لئے اس پر سجدہ کرتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ سجدہ نشان خشوع و خضوع و تواضع و انکسار و اظہار مذلت و مسکنت ہے۔ بارگاہ الٰہی میں۔ اور اصل اس کی یہی ہے کہ حتی الامکان ضرور خالص خاک پر ہی ہو۔ اور یہی افضل ہے۔ اس کے بعد جو چیز زمین سے اُگی ہے۔ اُس پر سجدہ ہوتا ہے لیکن مصنوعات ارضی پر نہیں جیسے کہ اینٹ یا کپڑا۔ معدنیات پر نہیں جیسے کہ چاندی۔ سونا عقیق وغیرہ۔ جیسا کہ اہل البیتؑ کا مذہب محقق و معمول ہے اور نہ ماکولات پر سجدہ جائز ہے۔

کپڑے پر سجدہ بعض علماء اہل سنت نے بضرورت و مجبوری جائز رکھا ہے لیکن سنت رسول اصحاب رسول و اجماع اہل بیتؑ سے اس کا جواز ثابت نہیں تو مکروہ تو ہر ایک کے نزدیک ہے اور بغیر ایسی مجبوری کے ہر حال میں کپڑے پر سجدہ باطل ہے اور سجدہ باطل تو نماز باطل ..... اور سجدہ گاہ پر سجدہ سنت رسول و اصحاب رسول و آل رسول ہے۔ سجدہ گاہ گھاس کی جائز ہے اور لکڑی کی بھی۔ مگر خاک ہی کی ہو تو

سب سے افضل ہے کیونکہ سجدہ خاک خالص پر افضل ہے اور اسمیں تواضع زیادہ اور شیعہ اسی پر عامل ہیں اور اہل سنت نے صرف اسلیئے اس سنت لازمہ کو ترک کیا ہوا ہے کہ شیعہ اسی پر عامل ہیں۔ مولوی وحید الزمان صاحب نے انوار اللغۃ و کنز الحقائق میں لکھا ہے کہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں کہا ہے نماز میں سجدہ گاہ رکھنا مسنون ہے اور جن لوگوں نے اس سے منع کیا ہے اور رافضیوں کا طریقہ قرار دیا ہے انکا قول صحیح نہیں ہے میں کبھی کبھی اتباع سنت کیلئے اور کچھ نہیں تو بوریا کا جو حصیر کا ہو۔ بجائے سجدہ گاہ رکھکر اسی پر سجدہ کرتا ہوں اور جاہلوں کے طعن و تشنیع کی کچھ پرواہ نہیں کرتا ہمیں سنت رسول کی پیروی سے غرض ہے۔ کوئی رافضی کہے یا کوئی خارجی بکا کرے۔ جزاہ اللہ خیراً سنیت کی کچھ تو لاج رکھ لی۔ ہر ایک سنی کو ایسا ہی کرنا چاہیئے کہ جب ایک امر سنت رسول و اصحاب رسول و آل سے باتفاق ثابت ہو تو اس پر ضرور عمل کرنا چاہیئے محض شیعوں کی ضد میں اس سنت واجبہ کو ترک کر دینا رسول اور دین رسول سے مشاقہ و مجادلہ ہے۔ ضد میں دین چھوڑ دینا بتوں کا شیوہ ہے یا بت پرستوں کا۔

ایسی ضد کا کیا ٹھکانا دیں اپنا چھوڑ کر
ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

خدا پرستوں کو بتوں کی یاد نا پسند ہونی چاہیئے۔ یہ بھی مسلم ہے کہ خاک زمین جس قدر محترم ہو گی اسی قدر سجدہ کی عظمت بڑھ جائے گی۔ اور ثواب

لہ مولوی شہزادہ سلطان احمد گنگانی دہلوی مرحوم نے الخمرہ کی تحقیق میں دو مکمل رسالے الخمرہ اور تکریر الخمرہ لکھے ہیں۔ جو زیادہ تحقیق چاہتے ہیں انکو ملاحظہ کریں اور اجماع اہل البیت کے معلوم کرنے کیلئے ان کی کتب احادیث و فقہ کہ اہل سنت کا یہ مجمع علیہ مسئلہ ہے۔

زیادہ ہوگا۔ اس لئے گھر کی زمین پر نماز پڑھنے سے مسجد میں پڑھنا افضل ہے
اور عام مسجد سے جامع مسجد میں افضل ہے۔ اور خاک حرم پر سجدہ سب سے افضل کبھی
حاجی اس فضیلت سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں بعض محتاط کعبہ میں جھاڑو دی ہوئی
خاک جمع کرلاتے ہیں اور اس کو پوٹلی میں باندھکر رکھ لیتے ہیں اور سجدہ اسی خاک
پر کرتے ہیں۔ اور اگر خانہ کعبہ کی مٹی لانے کا حکم ہوتا اور جرم نہ ہوتا تو دنیا ساری مٹی ارض
کعبہ کو اٹھا کر گھروں میں لیگئی ہوتی کہ اس کو سجدہ گاہ بنا کر رکھے۔ خاک حرم کے بعد یا
اس سے زیادہ ارض کرب و بلا ہے جس میں جسد حسینی مدفون ہے یعنی گوشت و
پوست رسول (بفحوائے حسین منی وانا من الحسین) اس خاک
کی عظمت میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے بشرطیکہ دل میں احترام رسول ہو۔

اس لئے شیعہ سب سے بہتر خاک شفا کی سجدہ گاہ (خمرہ) اپنے
ساتھ رکھتے ہیں۔ اور اسی پر سجدہ کرتے ہیں اور اس میں ایک وجہ خصوصیت
احترام ہے۔ جو کسی اور خاک کو نصیب نہیں یعنی حسین ابن علی ہی وہ
شہید راہ خدا ہے۔ جس نے سجدہ میں سر دیا ہے۔ عین حالت سجدہ
میں سر اقدس تن اطہر سے جدا کیا گیا ہے۔ سجدہ میں شہید ہونے
والے کی خاک سجدہ گاہِ عبادت کے لئے بطور یادگار قدرت نے
مخصوص کردی۔ ہم اس کی خاک پاک پر ہمیشہ سجدہ کرتے ہیں۔ جو سجدہ باری
میں شہید ہوا۔ ہم نہیں خدا شاہد ہے۔ فرشتے اسی خاک پر سجدہ کرتے
ہیں اور سجدہ کناں ہی اس بارگاہ میں داخل ہوتے ہیں ؎

بے ادب پا منہ اینجا کہ عجب درگاہیست ۔۔۔ سجدہ گاہ ملک و روضۂ شاہنشاہیست

اور ہر مسلمان کو خدا یہی توفیق دے۔ ع

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

دعائے ختم نماز فریضہ منقول از امیر المومنینؑ

اِلٰہِیْ هٰذِهٖ صَلٰوتِیْ صَلَّیْتُهَا لَا لِحَاجَةٍ مِنْكَ اِلَیْهَا وَلَا رَغْبَةٍ مِنْكَ فِیْهَا اِلَّا تَعْظِیْمًا وَطَاعَةً وَاِجَابَةً لَكَ اِلٰی مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ۔ اِلٰهِیْ اِنْ كَانَ فِیْهَا خَلَلٌ اَوْ نَقْصٌ مِنْ نِیَّتِهَا اَوْ قِیَامِهَا اَوْ قِرَاءَتِهَا اَوْ رُكُوْعِهَا اَوْ سُجُوْدِهَا فَلَا تُؤَاخِذْنِیْ وَتَفَضَّلْ عَلَیَّ بِالْقَبُوْلِ وَالْغُفْرَانِ۔ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

الاحقر المذنب المسمی السید محمد سبطین

السرسوی غفر اللہ لہ ذنبہ الخفی والجلی

مئی ۱۹۴۱ء

کوکب دری فی فضائل علی

تقریباً ایک ہزار فضائل و مناقب علی و اولاد علی کا مجموعہ اور معارف حقہ کا بہترین ذخیرہ اور جملہ مستند کتب مناقب و تواریخ و سیر کا نفیس ترین خلاصہ۔ اسلامی روایات صحیحہ کا لب لباب۔ کامل المعنی عارف لوذعی حضرت سید محمد صالح کشفی الترمذی الحسینی الحنفی ابن عارف باللہ میر عبداللہ مشکین قلم کی لاجواب عدیم المثال تصنیف لطیف۔ طالبان راہ حق کیلئے شمع ہدایت اور رہروان منہج حق کیلئے سامان صہبائے ولایت ہے۔ اسکے مطالعہ سے سینے کھلتے اور دل روشن ہوتے اور نفس مطمئن! دنیا بھر میں فضائل علی کا ایسا مجموعہ موجود نہیں ہے اس خزینہ علمیہ کے جمع و تالیف کی وجہ خود مصنف نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ دنیائے اسلام کو یہ دکھلائیں کہ علماء و عرفاء اہل سنت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپکی اولاد امجاد کے حق میں کیسی عقیدت سے لکھتے ہیں۔ اور آپ کن کن محامد و صفات اور کمالات کے قائل ہیں۔

اس مقصد کی تکمیل کیلئے جناب سرپرست رسالہ البرہان نے اپنی طرف سے ایک مقدمہ فضائل اہلبیت اور مبحث غلو و تفویض وغیرہ میں اضافہ کیا ہے جس میں چھٹا باب خطبات امیر المومنین مشتمل بر حقائق و اسرار ولایت و امامت کا خزانہ ہے اور آخر میں تتمہ خاتمہ جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ صحابہ رسول کون بزرگ ہیں اور شیعہ انکے حق میں کیسی پاک عقیدت رکھتے ہیں یہی کتاب ہے جو فریقین سے منافرت عقائد کو دور کر سکتی ہے۔

کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے باب اول میں ثابت کیا گیا ہے کہ خداوند عالم نے سلسلہ خلافت و امامت کو بارہ حصوں ہی میں منحصر پایا ہے۔ دوسرے باب میں ۴۶ مختلف آیات ہیں جو علی کی شان میں نازل ہوئیں ہیں تیسرے میں ۱۱۲ روایات مناقب علی ہیں چوتھے میں عقد فاطمہ و تزویج اور آپکی سیرت مبارکہ۔ پانچویں باب میں علی کے علم اور کشف الہام کا بیان۔ چھٹے میں معجزات و خوارق عادات۔ ساتویں میں زہد و ورع۔ آٹھویں میں سخاوت۔ نویں میں شجاعت۔ دسویں میں فراست و کیاست علوی۔ گیارھویں میں خلافت ظاہری و باطنی۔ بارھویں میں وفات حسرت آیات کا ذکر ہے ہر ایک شیعہ و سنی کے گھر میں موجود ہونی چاہیئے۔

قیمت قسم اول تین روپے چار آنے (سے)

قیمت قسم دوم دو روپے بارہ آنے (۱۲؍)